لِکُلِّ شَیءٍ مِفْتَاحٌ وَمِفْتَاحُ الْجَنَّةِ حُبُّ الْفُقَرَآءِ

ہر شے کی ایک چابی ہے اور جنت کی چابی فقراء کی محبت ہے

سیرت
سُلطانُ باھُو

سُلطانُ الفقر قطبُ الکاملینْ ہادیٔ سالکینْ

مُرشدِ طالبینْ بُرہانُ الواصلینْ فنا فی عینِ ذاتِ یاھُو

سلطان العارفین حضرت **سُلطانُ باھُو** قدس سرہٗ العزیز

تالیف

محمد شکیل مصطفیٰ اعوان

شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور

لِکُلِّ شَیئٍ مِفتاحٌ وَمِفتاحُ الجَنَّۃِ حُبُّ الفُقَرآءِ
(الحدیث)
ہر شے کی ایک چابی ہے اور جنت کی چابی فقراء کی محبت ہے

سیرت
حضرت سُلطان باھُو قدس سرہ العزیز

سلطان الفقراء قطب الکاملین ہادی سالکین
مرشد طالبین برہان الواصلین فنا فی عین ذاتِ یاہو
سلطان العارفین حضرت **سُلطان باھُو** قدس سرہ العزیز

تالیف

محمد شکیل مصطفیٰ اعوان صابری چشتی

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

جملہ حقوقِ ملکیت بحقِ ناشر محفوظ ہیں

سیرت
حضرت سلطان باھو قدس سرہٗ

باہتمام ملک شبیر حسین
پروف ریڈنگ محمد سلیم گولڑوی (CMIT)
سن اشاعت نومبر 2010ء / ذوالقعدہ 1431ھ
طابع اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
کمپوزنگ ورڈز میکر
سرورق اے ایف ایس ایڈورٹائزرز
0345-4653373
قیمت 160/- روپے

شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

انتساب

محبوبِ سبحانی، قطب ربّانی، غوثِ صمدانی، شہبازِ لامکانی
غوث الاعظم، غوث الثقلین
سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ
کے نام

* * *

فہرست

انتساب ۳

عرضِ ناشر ۷

ابتدائیہ ۸

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس اللہ سرہ: شخصیت...... ۱۱

حضرت سلطان باہو کا شجرۂ نسب ۱۳

سادات بنی فاطمہ رضی اللہ عنہم اور اعوان ۱۴

اعوان قبائل کی پیش قدمی ۱۵

والدین کریمین ۱۷

حضرت بازید محمد رحمۃ اللہ علیہ کی شورکوٹ واپسی ۲۰

حضرت سلطان باہو کے والدین کی وفات اور مزارات ۲۲

حضرت سلطان باہو کی ولادت ۲۳

ابتدائی احوال ۲۳

تعلیم و تربیت ۲۵

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری اور بیعت ۲۶

حضرت مخدوم بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری ۲۹

حضرت شاہ حبیب اللہ قادری کی بارگاہ میں حاضری ۳۲

دوبارہ گھر واپسی ۳۶

حضرت سلطان باہو کی آزمائش ۳۸

طلب مرشد میں سفرِ دہلی ۴۰

کمالِ فیض کا اظہارِ عام ۴۱

سلطان اورنگ زیب عالمگیر سے ملاقات ۴۳

سیر وسیاحت ۴۶

حضرت سلطان باہو کا سلسلۂ طریقت ۴۶

آپ کے خلفاء کرام ۴۷

ترکِ دنیا ۴۷

آپ کا اسلوبِ حیات ۵۰

آپ کا حلیۂ مبارک ۵۲

آپ کی ازواجِ محترمات ۵۳

(کرامات) ۵۵

برہمن طبیب کا قبولِ اسلام ۵۵

ایک نظر میں لامکاں تک پہنچا دیا ۵۶

ایک تنگ دست سیّد صاحب کی حاجت روایت ۵۷

سلطان سید پر نظرِ عنایت ۶۰

ایک بچّے پر نظرِ شفقت ۶۱

ہندو سنیاسیوں کا مشرف باسلام ہونا ۶۲

حضرت سلطان نورنگ کا واقعہ ۶۳

برأت عاشقاں بر شاخ آہو ۶۴

حضرت سلطان باہو اور حضرت شیر شاہ رحمۃ اللہ علیہما ۶۵

اندر ھو باہر ھو ۶۷
حضرت لعل شاہ کا واقعہ ۶۸
آپ قدس سرہٗ کا وصال مبارک ۷۱
مزار پُر انوار ۷۲
حضرت سلطان العارفین کی اولاد ۷۴
(حضرات سجادہ نشین) ۷۵
حضرت شیخ سلطان نور محمد قدس سرہٗ ۷۵
ولی عہد و سجادہ اوّل شیخ سلطان ولی محمد قدس سرہٗ ۷۷
سجادہ نشین دوم، شیخ سلطان محمد حسین قدس سرہٗ ۸۱
سجادہ نشین سوم، شیخ حافظ سلطان محمد قدس سرہٗ ۸۵
سجادہ نشین چہارم، شیخ سلطان غلام باہو قدس سرہٗ ۹۹
سجادہ نشین پنجم، شیخ سلطان حافظ صالح محمد قدس سرہٗ ۱۱۰
حضرت سلطان باہو کی تصانیف میں جن بزرگوں کا ذکر ملتا ہے، ان کے نام ۱۱۱
حضرت سلطان باہو کی تصانیف ۱۱۱
رنگِ تصوف ۱۱۵
بعض وہ احادیث جن سے حضرت سلطان باہو نے اپنی تصنیفات کو مزیّن فرمایا ۲۰۸
بعض ''ابیات باہو'' بطور تبرک مع ترجمہ و شرح ۲۱۳
چہل حدیث صحیحہ ۲۴۰
مآخذ و مراجع ۲۵۵

عرضِ ناشر

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد الانبیاء والمرسلین

اللہ رب العزت کا صد ہزار بار شکر کہ اس کی رحمتِ کاملہ اور اس کے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ہم ایک عرصہ سے دینِ اسلامی کی کتب حتی الامکان بہتر معیار کے ساتھ شائع کر کے اہلِ ذوق ومحبت کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

اسی سلسلہ میں ولیٔ کامل، سلطان العارفین حضرت سلطان باھو قدس سرہ العزیز کی سوانح وسیرت پر مبنی کتاب

”سیرت حضرت سلطان باھو قدس سرہ العزیز“

آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے قلبی مسرت کا احساس ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ سعادت بخشی، کہ ہر ایک کام اس کی توفیق وطاقت سے پایۂ تکمیل تک پہنچتا ہے۔

ہم آپ کی گراں قدر آراء کی روشنی میں اپنی کتب کو حسنِ اشاعت اور معیار کی بلندیوں پر لے جانے کے آرزومند رہتے ہیں۔ سو اپنے مشوروں سے ہماری رہنمائی فرماتے رہا کریں۔

آپ کے حسنِ طلب اور ذوقِ نظر کو ہمیشہ مدِ نظر رکھا جائے گا، انشاء اللہ

خیر اندیش
ملک شبیر حسین

ابتدائیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلٰوةُ
وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۔

قولہ تعالیٰ: اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۔

"بے شک اللہ کے ہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے"۔

اللہ رب العزت کی ہزارہا نوازشات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے بعد ہر عہد و زمن میں گمراہ انسانوں کی رہنمائی کے لیے اپنے منتخب و برگزیدہ بندوں کو اس دنیا میں بھیجتا رہتا ہے، یہ اولیاء وصوفیاء، صالحین و متقین، اس کے خاص دوست اور پسندیدہ بندے ہوتے ہیں، جن پر اللہ رحمٰن و رحیم کی خصوصی نظرِ عنایت ہوتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

"سن لو! بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم"

یہ اولیاء کرام وصوفیاءِ عظام اپنے رب کے عطا کردہ نور سے اس جہان میں حتی الامکان ظلمتوں کو اجال اجال دیتے ہیں، گمراہی و تیرگی کو اپنے حسن علم و عمل، تقویٰ و پرہیزگاری سے جگمگا دیتے ہیں، لوگوں کی ظاہری و باطنی تربیت فرماتے ہیں۔

تصوف؟

تصوف ایک خالص اسلامی نظریہ ہے (یہ رہبانیت نہیں)، اس کا منبع و ماخذ شریعت اور اس کی تعلیمات قطعی اسلامی ہیں، تاریخ گواہ ہے جب ضرورت پڑی انہی اولیاء وصوفیاء رحمۃ اللہ علیہم نے شاہانِ وقت کے سامنے حق وراست گوئی کا علم بلند کیا جبکہ دنیا پرست علماء وفقراء ان کے حضور خوشامد وتعریف میں رَطبُ اللّسَان رہتے۔

ان نورانی شخصیات نے اپنے کردار وعمل سے ایسے روحانی اور گہرے نقوش لوحِ وقت پر ثبت کیے کہ ماہ وسال وصدیاں گزر جانے کے بعد بھی ان کی شخصیت کے اثبات کا رنگ مدہم نہیں پڑا، بلکہ گہرا اور مزید گہرا ہوا۔

یہ اللہ والے سب آسائشیں میسر ہونے کے باوجود دنیا اور دنیا کی نعمتوں، لذتوں، رعنائیوں اور دل کشیوں سے کنارہ کش ہو کر فقر و فاقہ، تنگدستی و عُسرت، درد وغم اور مصائب وتکالیف کو پسند فرما لیتے، نانِ جَویں پہ گزارہ کرتے اور اس طرح نفس و شیطان کو بفضلہ تعالٰی شکستِ فاش سے دوچار کرتے۔

نفس وشیطان قدم قدم پر ان کے راستے میں آ کر انہیں بہکانے کی سعی کرتے لیکن یہ اہل اللہ بِعونہٖ تعالٰی ان کے ہر وار کو ناکام بنا دیتے ہیں جبکہ یہ بھی حقیقت ہے کہ عام دنیادار لوگ اکثر ان کے جالوں اور چالوں میں پھنس کر راہِ راست سے ہٹ جاتے ہیں یہ اولیاء کرام وصوفیاء عظام رحمہم اللہ، حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی درویشی اور فقر کے وارث ہیں اور اصحابِ صفہ رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ زندگیاں روشن مثال ہیں۔

یہ اہلِ تصوف رحمہم اللہ، دین داری، اِتباعِ شریعت، خدا ترسی، صبر ورِضا اور توکّل و قناعت کا عملی نمونہ ہوتے ہیں اور دنیا کو محض لَہو ولَعب اور متاعِ قلیل جانتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

کن فی الدنیا کانك غریب او عابر السبیل ۔(مشکوٰۃ)

"تم دنیا میں اس طرح رہو گویا تم ایک مسافر ہو یا راستہ چلنے والے"

بے شک یہ نفوسِ قدسیہ دنیا میں ایسے ہی رہے کہ خلقِ خدا کو خدا آشنا کرتے رہے، باطل کے اندھیروں میں نورِ حق کے چراغ جلاتے رہے، دکھی اور سسکتی انسانیت کے درد کا چارہ اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کرتے رہے، ان کی زندگیاں خشیتِ الٰہی، عشقِ الٰہی، ذکرِ الٰہی، محبتِ رسول، ورع، خضوع وخشوع، صبر وشکر اور بذلِ اَموال سے مزیّن ہوتی ہیں، ان پاکباز ہستیوں کی روح بشریت کی کدورت سے آزاد، آفتِ نفس سے صاف اور ہوا وحرص سے خالص ہوتی ہے۔

کتاب زیر نظر "سیرت حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ" مجھ عاجز کی اوّلیں کاوش ہے اور مجھے اپنی علمی بے بضاعتی کا خوب اِدراک ہے، اس لیے اہلِ علم وفضل، خصوصاً حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی اولادِ امجاد سے کسی بھی کوتاہی اور خامی پر تہِ دل سے معذرت خواہ ہوں اور امیدِ واثق رکھتا ہوں کہ وہ میری کم علمی کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی وسیع القلبی اور عالی ظرفی کے باعث درگزر فرمائیں گے۔

آخر میں اپنی شفیق ومہربان والدہ صاحبہ کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ رحمتِ مجسم حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ان کا سایہ تادیر مجھ پر سلامت رکھے، ان کی دعائیں ہر ہر لحہ میرے شاملِ حال ہیں اور انہیں کی دعاؤں کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ ہر ناممکن کو (میرے لیے) ممکن کر دیتا ہے۔

یارَبَّ العِزّت! یا مُجیبَ الدعوات! اپنے محبوبِ کریم، رؤف ورحیم، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ سے میری، میرے والدین، عزیز واقارب، دوست واحباب کو دنیا وآخرت کی بھلائیاں عطا فرما اور ہم سب کی اور تمام امتِ مسلمہ کی مغفرت فرما دے! آمین بحق طٰہٰ ویٰسین ﷺ!

خاک نشین

محمد شکیل مصطفےٰ اعوان

۲۰؍رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس اللہ سرہٗ

شخصیت

متبع قرآن وسنت، زینتِ ولایت وطریقت، واقفِ اَسرارِ حقیقت، رفیع المنزلت، مسند نشینِ اوجِ معرفت، قبلۂ اہلِ محبت، فنا فی عین ذات ہو، حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس اللہ سرہٗ زمرۂ اولیاء وصوفیاء رحمہم اللہ میں سے ایک صاحب عظمت و شان و مادرزاد ولیٔ کامل ہیں۔

آپ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی محبت میں سرتاپا ڈوبے ہوئے تھے جس کا اظہار آپ کے شاعرانہ کلام ونثری کتب میں جابجا ملتا ہے۔ ہزاروں لوگ آپ کی محبت بابرکت سے فیض یاب ہو کر مشرب باسلام ہوئے، آپ قدس سرہٗ لوگوں کو دیانت اور راست بازی کا درس دیتے، آپ کی تمام عمر دینی خدمات سے معمور گزری، آپ نے فقر کا اعلیٰ ترین درجہ پایا۔ آپ کی تعلیمات و افکار، آپ کی گراں قدر تصانیف سے آشکارا ہیں، اہل شوق ومحبت انہیں حرزِ جاں بنا کر ان سے رموزِ تصوف و طریقت اور سرِ معرفت الٰہی سے آشنائی حاصل کرتے ہیں، یہ پُرتاثیر کتب راہِ تصوف کے مسافروں کے لیے رہبر ورہنما بلکہ بمنزلہ مرشد ہیں، خزینۂ اَسرار ومعارف ہیں۔

آپ کا فارسی کلام اور خواص وعوام میں مقبول پنجابی کلام ''ابیاتِ باہو'' علم و حکمت سے لبریز ہیں، آپ کا صوفیانہ اسلوبِ بیان آپ کو دیگر شعراء سے ممتاز کرتا ہے، آپ کا مزار اقدس شورکوٹ، ضلع جھنگ میں عقیدتوں اور محبتوں کا مرکز اور مرجع

خلائق ہے۔

نام ونسب اور خاندانی پس منظر

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس اللہ سرہٗ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت بازید محمد (رحمۃ اللہ علیہ) ہے اور آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی حضرت بی بی راستی (رحمۃ اللہ علیہا) ہے۔ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ خود تحریر فرماتے ہیں:

"فقیر باہو ولد بازید عرف اعوان، ساکن قلعہ شور کوٹ"۔ (کلید التوحید)

اور کتاب "عین الفقر" میں تحریر فرماتے ہیں:

(فقیر باہو) کی ماں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو! جس نے اس کا نام "باہو" رکھا ہے جو کہ ایک ہی نقطہ سے "یا ہو" ہو جاتا ہے:

رحمتِ حق بر روانِ راستی
راستی از راستی آراستی

"راستی کی جان پر اللہ کی رحمت ہو! راستی نے مجھے راستی (سچائی) سے آراستہ کیا"۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ قبیلہ اعوان سے تعلق رکھتے تھے جو خلیفہ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم تک منتہی ہوتا ہے۔

اعوان کون ہیں؟

تحقیقی و تاریخی شواہد کے مطابق جب ساداتِ خراسان مصائب وحوادثِ زمانہ میں مبتلا تھے اور حفاظتِ ناموس کی خاطر عزلت و تنہائی میں زندگی بسر کر رہے تھے تو اس کٹھن دور میں جناب امیر شاہ ابن امیر قطب شاہ والیٔ ہرات نے ساداتِ بنی فاطمہ (رضی اللہ عنہم) کی دل و جان سے اعانت و مدد کی اور "اعوان" کے لقب سے ملقب ہوئے۔

لفظ اعوان، عون کی جمع ہے اور عون کے معنی ہیں: "مددگار یا اعانت کرنے

والاً۔ تاریخ سے اسی قدر تحقیق ہوا کہ ''اعوان'' جناب امیر قطب شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسل سے ہیں، حضرت امیر قطب شاہ صاحب کا سلسلۂ نسب امیر المؤمنین، امام المتقین، سیدنا و مرشدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے جا ملتا ہے۔

صاحب ''مناقب سلطانی'' حضرت شیخ سلطان حامد قادری رحمۃ اللہ علیہ ''فتاویٰ غیاثی'' کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے اٹھارہ صاحبزادے تھے:

(۱) حضرت امام حسن
(۲) حضرت امام حسین
(۳) حضرت سید محسن
(۴) امیر ابوبکر
(۵) امیر عمر
(۶) امیر عثمان
(۷) امیر علی
(۸) امیر سعد
(۹) امیر سعید
(۱۰) امیر طالب
(۱۱) امیر ابراہیم
(۱۲) امیر عقیل
(۱۳) امیر زید
(۱۴) امیر عباس
(۱۵) امیر طلحہ
(۱۶) امیر عبداللہ
(۱۷) امیر زبیر
(۱۸) امیر محمد الحنفیہ (رضی اللہ عنہم)

نیز فتاویٰ غیاثی کے حوالے سے تحریر فرمایا کہ جناب امیر زبیر کی والدہ ماجدہ کا نام ممینہ ہے جو رستم پہلوان کی اولاد سے ہیں اور ''اعوان'' امیر زبیر کی پشت سے ہیں۔

حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب

حضرت شیخ سلطان باھو قدس اللہ سرہٗ بن حضرت شیخ سلطان بازید محمد
بن حضرت شیخ سلطان فتح محمد بن شیخ اللہ دتہ
بن شیخ محمد تمیم بن شیخ محمد منان بن شیخ موغلا
بن شیخ محمد مصید ابن شیخ محمد سکھرا ابن شیخ محمد العون

بن شیخ محمد سُلاّ بن شیخ محمد بہاری بن شیخ جیمون
بن شیخ محمد ہرگن بن شیخ انور شاہ بن شیخ امیر شاہ
بن شیخ قطب شاہ بن شیخ امان شاہ
بن شیخ سلطان حسین شاہ بن شیخ فیروز شاہ
بن شیخ محمود شاہ بن شیخ فرطک شاہ
بن شیخ نواب شاہ بن شیخ دراب شاہ
بن شیخ ادہم شاہ بن شیخ عتیق شاہ
بن شیخ سکندر شاہ بن شیخ احمد شاہ
بن شیخ حجر شاہ (رحمۃ اللہ علیہم) بن حضرت امیر زبیر بن اسد اللہ الغالب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما۔

سادات بنی فاطمہ رضی اللہ عنہم اور اعوان

یہ تو طے شدہ بات ہے کہ اعوان سیّدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہیں، جب ''سادات بنی فاطمہ'' نے حادثات وتفرقات کے باعث ترکِ وطن کر کے ایران اور ترکستان کے مختلف علاقوں میں سکونت اختیار کی تو اس غریب الوطنی میں جبکہ سادات عظام مشکلات و مصائب، تنگی و پریشانی کا شکار تھے، قبیلۂ اعوان ان کا معاون و مددگار بنا، چونکہ اعوان سادات بنی فاطمہ کے قرابت دار تھے، اس لیے ان پر واجب تھا کہ وہ ان کے رفیق و معین بنیں۔

اعوان جو کہ اصل میں ''ہاشمی عَلَوی'' تھے، سادات بنی فاطمہ کی اعانت و مدد کرنے کے سبب ''اعوان'' کہلائے۔

---

[1] **فقہی مسئلہ**: بنی ہاشم کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے نہ غیر انہیں دے سکتے ہیں نہ ایک ہاشمی دوسرے ہاشمی کو۔ بنی ہاشم سے مراد حضرت علی و جعفر و عقیل اور حضرت عباس و حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہم کی اولادیں ہیں۔ (بہار شریعت جلد اوّل حصہ پنجم بحوالہ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ)

تاریخی حوالوں سے ثابت ہے کہ قبیلۂ اعوان نے سادات عظام کی محبت، رفاقت اور ہمدردی کی وجہ سے عرب کو چھوڑا اور مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے پنجاب اور ہند میں آ کر آباد ہو گئے۔

سادات عظام کو تو جاہ وحشمت اور سلطنت وریاست کی کوئی ہوس نہ تھی بلکہ وہ حسب معمول یادِ الٰہی میں مشغول رہے لیکن قبیلۂ اعوان نے اپنی دلیرانہ روش جوان کا طرۂ امتیاز تھا کے باعث لڑ کر علاقہ ہرات پر قبضہ کر لیا اور جناب قطب شاہ نے تختِ ہرات پر وفات پائی۔

جب سادات عظام ہند میں کالاباغ کے پہاڑوں اور پنجاب میں تشریف لائے تو اعوان بدستور ان کے رفیق وہمراہ تھے۔

سادات عظام اپنے صدری علوم اور باطنی اَسرار کے سبب دنیاوی شان وشوکت سے بے نیاز اللہ رب العزت کے ذکر میں مشغول مختلف مقامات پر گوشہ نشیب ہوئے چنانچہ اوچ شریف میں بخاری، بھوٹ مبارک میں گیلانی، چواء سیدن شاہ میں شیرازی، دنداشاہ بلاول میں ہمدانی سادات مخلوقِ خدا کی رشد و ہدایت کے لیے سجادہ نشین ہوئے اور اہل اسلام کی عقیدتوں اور محبتوں کا مرکز ٹھہرے، ان نفوسِ قدسیہ سے فیض کے وہ دریا جاری ہوئے جہاں سے آج تک دکھ درد اور رنج والم کے مارے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

اللہ رب العزت نے اس نوری گھرانے کو دونوں جہانوں میں دستگیری کا شرف بخشا ہے، یہ سراسر منبع ہدایت ہیں، نور کے مینارے ہیں، بھٹکے ہوؤں، بہکے ہوؤں کو راہِ راست دکھانے والے ہیں۔

اعوان قبائل کی پیش قدمی

اعوان قبائل نے علاقہ کالاباغ پر قبضہ کر کے دریائے اٹک کے مشرقی جانب کا قصد کیا، مشرقی کوہستان کے ہندو راجاؤں نے جو کھٹک اور جنجوہا وغیرہ اقوام کے تھے

اپنی ریاستیں قائم کر کے پناہ گاہیں اور مضبوط قلعے بنا رکھے تھے، جغرافیائی صورت کچھ یوں تھی کہ مغرب میں دریائے جہلم تک، شمال میں دھنی پوٹھوہار، جنوب میں چولستان تک جبکہ مشرق میں کوہستان کے پہاڑ کوہِ پکھرڑ، کوہ سیون، کوہِ سکیسر، کوہ تپاؤ، کوہ تاؤع اور کوہ کھون وغیرہ شامل ہیں۔

اعوان قبائل نے ان ہندو راجاؤں سے جنگ کر کے قلیل عرصہ میں انہیں شکستِ فاش سے دوچار کر دیا اور علاقہ مذکور پر قابض ہو گئے۔

ان ہندو راجاؤں کے عہد کی سخت پتھر سے تعمیر شدہ عمارتیں، قلعے، مندر، دیوان خانے اور کچہریاں مع چھت موجود تھیں۔

کوہ سکیسر میں انب کوٹ کے مقام پر ایک بلند اور پتھریلے پہاڑ کے قریب نہایت شاندار قلعہ ہے، اس قلعہ کی تعمیر میں جو پتھریلی سلیں استعمال کی گئی ہیں ان میں ہر سل پانچ مربع گز کی ہے، لوگوں کے نزدیک یہ بات انتہائی دلچسپ بھی ہے اور باعث حیرانی بھی کہ یہ سلیں کیونکر اتنی بلندی پر لے جا کر دیواریں تعمیر کی گئی ہوں گی۔

القصہ، اس دور کے آثار و کھنڈرات اب بھی موجود ہیں، یہ علاقہ عہد رفتہ کی کئی داستانیں زبانِ حال سے بیان کرتا ہے۔

اعوان کے مختلف قبائل نے جو انتہائی دین دار مسلمان تھے اپنے گاؤں اور شہر علیحدہ سے آباد کیے، اسی بناء پر اس علاقہ کا نام "اعوان کار" مشہور ہو گیا۔

ہندو راجاؤں کی نسل کے باقی لوگوں کو وہاں سے نکال دیا گیا، جو پہاڑوں کے دامن میں سکونت پذیر ہو گئے اور مذکورہ بالا حالات و واقعات اپنی زبانی سنایا کرتے، انہوں نے اعوانوں کے غلبہ اور اسلام کی حقانیت اور زور سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

اعوانوں کے قبائل میں اپنے ہاشمی اور علوی نسب کی خصوصیات اور فضائل کی متعدد علامات موجود ہیں، یعنی:

''تمام مرد اور عورتیں سخی، بہادر، صاحبِ حیا، صاحبِ وفا، امین، عہد کے پابند، بامروّت، مہمان نواز، خیرات و خرچ کرنے والے حتیٰ کہ اپنا گوشت و پوست بھی مہمان اور مسکین کے لیے صرف کر ڈالنے والے، اس قوم کے اعلیٰ و ادنیٰ اکثر خوشحال نہیں ہوتے بلکہ خیر و بھلائی کے کاموں میں مال خرچ کر دینے کے باعث مقروض رہتے ہیں''۔

والدین کریمین

حضرت سلطان باہو قدس اللہ سرہٗ کے والد ماجد حافظِ قرآن، ابتداء ہی سے نیک صالح، پابند شریعت اور فقیہہ ہونے کے ساتھ ساتھ دنیاوی معاملات میں بھی مشغول اور علاقہ کوہستان، اعوان کار کے صاحبِ استمرار اور سلطنت دہلی کے منصب دار تھے اور انہیں بادشاہ شاہجہاں کی طرف سے معاش کے لیے دو گاؤں بطور جاگیر عطا کیے ہوئے تھے، ایک جاگیر ملتان کے قریب بوسن کی اراضیات سے موسوم تھی اور دوسری جاگیر شورکوٹ کے قلعہ کے نواح میں دھول کوٹ کے نزدیک واقع تھی۔

چونکہ آپ کے کوئی فرزند نہ تھا، اس لیے آپ نے حصولِ اولاد کے لیے وسط یا اخیر عمر میں نیا نکاح کیا، حضرت بی بی صاحبہ نیک سیرت، صاحبِ علم، عابدہ، زاہدہ، صالحہ، ولیہ، عالی خاندان سے اور ہم کفو تھیں، آپ رحمۃ اللہ علیہا کا تقویٰ اور پرہیزگاری حضرت بازید محمد پر اثر انداز ہوئے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں محبت الٰہی ولولہ زن ہوئی، سوچا کہ اتنی عمر یونہی ضائع کر دی یہ مردانگی اور مناسب نہیں کہ بیوی تو ایسی صاحبِ تقویٰ اور خدا دوست ہو اور شوہر غفلت شعار اور معاملاتِ دنیا میں مشغول ہو، آخر فیضِ ازلی نے آپ کی رہنمائی کی، ''فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ'' کے موافق تلافیءِ مافات کے لیے اپنا علاقہ چھوڑ کر ملتان تشریف لے گئے، آپ نسلاً بعد نسلٍ رئیس اور شریف تھے اور روزی کمانے کے طور طریقوں سے ناواقف تھے، جب ملتان پہنچے تو سلطنت دہلی کے قانون کے تحت دریا کے گھاٹ اور شہر پناہ کے دروازے پر آپ کا حلیہ تحریر کیا

گیا تھا، اس لیے فوراً پہچانے گئے اور آپ کو ناظم ملتان کے پاس پیش کیا گیا۔

جب ملتان کے ناظم نے حضرت بازید محمد کا چہرۂ مبارک، لباس، آلاتِ جنگ اور سواری کی گھوڑی جس کا نام ''سون پری'' تھا، دیکھی تو حقیقتِ حال دریافت کی، لیکن آپ نے اصل حقیقت کو چھپائے رکھا۔

بالآخر ناظم مذکور نے دو (۲) روپے یومیہ تنخواہ مقرر کی۔

حضرت بازید محمد رحمۃ اللہ علیہ نے تین شرطوں پر ملازمت قبول فرمائی:

(۱) یہ کہ میرا مکان الگ پاک صاف گوشے میں ہو۔

(۲) کسی کو افسر اور خود کو ماتحت یا فرمانبردار نہیں تسلیم کروں گا۔

(۳) کسی بڑے عہدے دار کو سلام نہیں کروں گا۔

چنانچہ آپ کی تینوں شرطیں مان لی گئیں۔

آپ ملتان میں مکان کے اندر ایک گوشے میں ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے آخرکار اللہ کے دوست ٹھہرے اور مقرب بارگاہِ الٰہی ہوئے۔

حضرت غوث الثقلین غوث الاعظم قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کا قربِ واصل صرف ایک قدم میں نصیب ہو سکتا ہے یعنی دنیا سے قدم اٹھا کر قربِ الٰہی میں رکھنا''۔

پھر تھوڑے ہی عرصہ بعد ایسا ہوا کہ ملتان کے صوبے دار اور راجہ مروٹ کے درمیان دریائے ستلج کے مشرقی کنارے اور بیکانیر کے روہی ریگستان کے بارے میں سخت جھگڑا ہو گیا حتیٰ کہ نوبت لڑائی تک آ پہنچی۔

حضرت بازید محمد قدس سرہٗ کو علم ہوا تو آپ بدن پر ہتھیار سجائے، گھوڑی پر ضروری اسباب باندھے حاکم ملتان کے پاس تشریف لائے اور راجہ مروٹ کے ساتھ جنگ کی اجازت طلب کی۔

حاکم ملتان نے حیرت زدہ ہو کر کہا: آپ کس برادری کے ساتھ شامل فوج ہو

کر جنگ کریں گے؟

حضرت بازید محمد قدس سرہٗ نے مجاہدانہ شان وعظمت کے ساتھ عاجزانہ لہجے میں جواب دیا:

''چونکہ میں اکیلا ہی تنخواہ کھاتا رہا ہوں لہٰذا اب جو کچھ مجھ سے ہو سکے گا اکیلا ہی کروں گا' اللہ تعالیٰ بلند ہمت لوگوں سے محبت کرتا ہے''۔

آپ کی عالی ہمتی پر مبنی یہ بات سن کر حاضرین دربار مسکرا پڑے۔

حاکم ملتان نے کہا: کوئی مضائقہ نہیں جیسا آپ چاہیں کریں۔

حضرت بازید محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ایک شخص جو راستے سے آگاہ ہو میرے ہمراہ کر دیں جو راجہ مروٹ کے دربار تک میری رہنمائی کر سکے۔

چنانچہ حاکم ملتان نے حسب خواہش ایک قابل بھروسہ شخص آپ کے ہمراہ کر دیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر روانہ ہوئے' جب مروٹ کے قریب پہنچے تو ساتھی کو رخصت کیا اور تنہا شہر کی جانب بڑھے جب دروازے پر پہنچے تو پہرے داروں نے آپ کو ایلچی یا وکیل سمجھ کر کچھ تعرض نہ کیا اور آپ بغیر کسی رکاوٹ کے اندر داخل ہو گئے۔

صاحب ''مناقب سلطانی'' رقمطراز ہیں:

''کہتے ہیں: اس دن آپ (حضرت بازید محمد قدس سرہٗ) نے توبرہ (وہ تھیلا جس میں گھوڑے کو دانہ کھلاتے ہیں) زین کے قربوس (زین کے سامنے کا حصہ جس پر کمان رکھی جاتی ہے) سے لٹکایا ہوا تھا جب کچہری (دربار) میں داخل ہوئے تو گھوڑی کو ایک جگہ کھڑا کیا جو وہیں کھڑی رہی' آپ نے تمام حاضرین کے لباس اور ان کی ہیئت کو بنظرِ غور دیکھا'

جب راجہ کے قریب جا پہنچے اور معلوم کیا (اندازہ ہوا) کہ یہاں سے راجہ پر وار ہو سکتا ہے تو شیروں کی طرح تلوار سونت کر گرجے کہ خبردار! میں تمہاری جان کا خواہاں ہوں، آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب پر غالب آئے اور تلوار کے ایک ہی وار سے راجہ مروٹ کا سر کاٹ کر قربوس سے لٹکے ہوئے توبرہ میں رکھ لیا اور گھوڑی پر سوار ہوئے"۔

راوی کے مطابق شہر پناہ کے دروازے بند کر لیے گئے، اللہ قادر و قدیر جو دروازوں کا کھولنے والا اور مہمات کا تکمیل تک پہنچانے والا ہے نے اپنی قدرتِ کاملہ سے سون پری گھوڑی کو بطور خرقِ عادت اور ظہورِ کرامت ایسی توفیق عطاء فرمائی کہ قلعہ کی ایک دیوار پر سے صحیح وسلامت کود گئی "اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ"۔

اس دوران حاکم ملتان کا لشکر مروٹ کی سمت پیش قدمی کر چکا تھا کہ حضرت بازید محمد قدس سرہٗ حاکم ملتان کے پاس راجہ مروٹ کا سر لے آئے، ابھی لشکر اور اہل لشکر اثنائے راہ میں تھے کہ یہ حیرت انگیز واقعہ رونما ہوا اور اس کی شہرت مضافات کے علاوہ بادشاہِ دہلی شہاب الدین شاہجہاں تک پہنچ گئی۔

حضرت بازید محمد رحمۃ اللہ علیہ کی شورکوٹ واپسی

خاندان کے نمک خوار، خدمت گار جو حضرت بازید محمد کی کھوج میں ملتان پہنچے تھے، انہوں نے آپ کو پہچان لیا اور بعض نے آپ کے گھر شورکوٹ میں یہ خوش خبری پہنچائی۔

حضرت بی بی صاحبہ کے دو بھائی (حضرت سلطان باہو کے حقیقی ماموں) ملتان آئے اور حضرت بازید محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کر کے وطن واپسی کے لیے التجاء کی۔

حضرت بازید محمد نے فرمایا کہ آپ وطن تشریف لے جائیں اور اپنی حقیقی بہن

بی بی راستی سے استفسار کریں، اگر وہ بھی ایسا ہی چاہتی ہیں تو میں وطن لوٹ جاؤں گا، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

جب وطن جا کر بی بی صاحبہ سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

''یہ سرِ الٰہی ہے، مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میرے شکم میں ''سلطان باھُو'' نام فرزند نرینہ ہے جو مادرزاد ولی ہونے والا ہے اور اس کی ولادت اور ظہور علاقہ چناب میں ہوگا، یہ لڑکا تارک الدنیا ہوگا، ہمیں اس کی متابعت میں ترکِ دنیا کا حکم ہے اور علاقہ مذکور میں سکونت اختیار کرنا ہوگی، پس مجھے اس کے باپ حضرت بازید محمد کے پاس پہنچاؤ''۔

بی بی صاحبہ قدس سرہٗ کے بھائیوں نے حسب الحکم آپ کو ملتان میں حضرت بازید محمد کی خدمت میں پہنچا دیا۔

حضرت بازید محمد (قدس سرہٗ) کی تلاش کے لیے سلطنت دہلی کی طرف سے اشتہار جاری ہو چکے تھے، جب ملتان میں آپ کی موجودگی کا علم ہوا تو ملتان کے صوبے دار کے نام حکم جاری ہوا کہ بازید محمد کو اس کے علاقہ میں بھیج دو تاکہ وہ سابقہ منصب پر اپنی ذمہ داری نبھائیں۔

حضرت بازید محمد نے عرض کیا کہ اب یہ ممکن نہیں کیونکہ میں نے دنیاوی اشغال کو ترک کر دیا ہے اور باقی ماندہ زندگی یادِ الٰہی میں صرف کرنا چاہتا ہوں۔

چونکہ حکومت اسلامی تھی، اس لیے آپ کی عرضداشت منظور کر لی گئی۔

ازاں بعد آپ مع بی بی صاحبہ کے مستقلاً شورکوٹ میں رہائش پذیر ہوئے جو بہت متبرک مقام تھا کیونکہ وہاں بزرگوں اور شہیدوں کی زیارت گاہیں اور مزارات بکثرت تھے اور لوگ بھی اہلِ علم، پابند شریعت اور دیندار تھے۔

حضرت شیخ سلطان حامد رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

''حضرت شیخ بازید محمد قدس اللہ سرہٗ کے دست مبارک سے تحریر کردہ

قرآن مجید کا ایک قلمی نسخہ شورکوٹ میں شیخ طلحہ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے پاس ہے، مجھ مسکین (سلطان حامد) نے اس قرآن مجید کی زیارت کی ہے، حضرت سلطان بازید محمد حافظ قرآن تھے کیونکہ جو وقوفِ غفران، وقوفِ کفران اور مقاماتِ سکتہ کے جو قوانین اور قواعد آپ نے ملحوظ رکھے وہ اعلیٰ درجہ کے قاری اور حافظ کے سوا کوئی نہیں رکھ سکتا"۔

حضرت سلطان باہو قدس اللہ سرہٗ کے والدین کی وفات اور مزارات

حضرت سلطان حامد رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"ہم نے صرف اتنا سنا ہے کہ حضرت سلطان باہو قدس اللہ سرہٗ کے والد بزرگوار حضرت سلطان بازید محمد رحمۃ اللہ علیہ خاص شہر شورکوٹ میں واصل بحق ہوئے، اس وقت جناب سلطان العارفین باہو ابھی کمسن ہی تھے"۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی راستی رحمۃ اللہ علیہا اپنے خاوند کے وصال کے بعد کافی عرصہ زندہ رہیں، چنانچہ جب حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں حضرت پیر سیّد عبدالرحمٰن گیلانی دہلوی (آپ کے مرشد کامل) کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے تو اس وقت بھی آپ کی والدہ صاحبہ حیات تھیں اور ان دنوں حضرت سلطان باہو کی عمر مبارک چالیس برس تھی۔

حضرت سلطان بازید محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شریف خاص قصبہ شورکوٹ میں شیخ طلحہ کی مسجد معظم میں شیخ طلحہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے پاس ہے۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی اولادِ پاک میں سے حضرت ڈاکٹر سلطان الطاف علی صاحب مدظلہ العالی کے مطابق:

"مغل بادشاہ شاہجہاں کے دور میں حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سے ایک سال قبل آپ کے والد حافظ بازید محمد اور آپ کی والدہ حضرت بی بی راستی رحمۃ اللہ علیہا شورکوٹ منتقل ہو کر

وہاں سکونت پذیر ہو گئے' آپ کے والد ماجد اور والدہ محترمہ کے مزارات شورکوٹ کے قلعہ کہنہ کے قریب اس وقت شہر کی گنجان آبادی میں مرجع خلائق ہیں"۔

حضرت سلطان باہو قدس اللہ سرہٗ کی ولادت

حضرت سلطان العارفین' سلطان باہو قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت صحیح روایت کے مطابق ۱۰۳۹ھ/۱۶۲۹ء میں ہوئی اور یہ مغل بادشاہ شاہجہاں کا دورِ حکومت تھا۔

اللہ رب العزت کا حضرت بازید محمد اور حضرت بی بی راستی رحمۃ اللہ علیہما جیسی نیک' صالح اور مقبولِ بارگاہ ہستیوں پر خصوصی فضل و کرم ہوا کہ انہیں حضرت سلطان باہو جیسا عظیم فرزند عطاء فرمایا جسے آسمانِ رشد و ہدایت و تصوف و طریقت پر مہر تاباں بن کر چمکنا تھا' گمراہی کی تاریک راہوں میں بھٹکنے والوں کو راہِ راست پر لانا تھا' خدا ناشناسوں کو خداشناس کرنا تھا' فیض کے دریا بہانے تھے' جن سے تشنہ کاموں نے اپنی پیاس بجھانی تھی اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا' انشاء اللہ العزیز۔

اس فرزند باکمال کی خوش خبری قبل از ولادت ہی حضرت بی بی صاحبہ کو ذریعۂ الہام مل چکی تھی۔

آپ قدس سرہٗ کی ولادتِ باسعادت نے دونوں متقی و پرہیزگار میاں بیوی کو مسرتوں سے نہال کر دیا اور وہ اس نعمتِ عظیمہ کو پا کر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر بجالائے۔

ابتدائی احوال

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ مادرزاد ولی اللہ ہیں' آپ کو فیض ازلی حاصل تھا اور نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی پرورش ہوئی تھی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیدائشی ولی ہونے کی ایک نمایاں علامت یہ تھی کہ حضرت غوث الاعظم، غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی مثل آپ ماہِ رمضان میں دن کے وقت والدہ صاحبہ کا دودھ نہیں نوش فرماتے تھے بلکہ جب وقت افطار ہوتا اس وقت دودھ پیتے۔

جب آپ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچے اور کبھی گلیوں اور بازاروں میں کھیلتے تو ہندو لوگ آپ کے حسین وجمیل نورانی چہرے پر نظر پڑتے ہی بے اختیار کلمۂ طیب اور کلمۂ شہادت پڑھتے اور دولت ایمان سے مشرف ہو جاتے، یہ پریشان کن صورتِ حال دیکھتے ہوئے شہر کے ہندو جمع ہو کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت بازید محمد قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ

> ”دایا، وقت بے وقت آپ کے صاحبزادے کو بازار اور گلیوں میں لے جاتی ہے، ان کے جانے کے لیے کوئی وقت معین ہونا چاہیے“۔

حضرت بازید محمد قدس سرہٗ نے ان لوگوں کی خواہش پر ایسا ہی کیا۔

شہر کے ہندوؤں اور دیگر غیر مسلموں نے اس کام کے لیے نوکر مقرر کر دیے کہ جب حضرت بازید محمد صاحبزادے کو گھر سے باہر سیر کے لیے لائیں یا صاحبزادہ خود اپنے ارادے سے نکلے تو بازاروں اور گلی کوچوں میں ان کے آنے سے پہلے بلند آواز میں منادی کر دیں۔

جب وہ لوگ منادی کرتے تو ہندو وغیرہ اپنی دکانوں یا مکانوں میں گھس جاتے اور حقیقت یہ ہے کہ ابتداء سے تادمِ آخر حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہِ کرامت جس ہندو یا غیر مسلم پر پڑتی وہ صاحبِ ایمان ہو جاتا، گویا:

”نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں“

”سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ“ یہ تمام حضورِ پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا پَرتَو ہیں کہ آپ کی امت کے اولیائے کاملین میں ایسے خوارق عادات اور

اثرِ ہدایات ہیں۔

تعلیم و تربیت

حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کے والد ماجد حضرت سلطان بازید محمد علیہ الرحمہ تو آپ کے بچپن ہی میں وصال فرما گئے تھے لہٰذا آپ کی تربیت آپ کی والدہ ماجدہ جو کہ خود نیک، صالح، عبادت گزار، صاحبِ علم، ولیہ کاملہ تھیں، نے کی۔ آپ بچپن ہی سے تنہائی پسند اور کھیل کود سے دور تھے۔ آپ قدس سرہٗ نے کسی استاد سے ظاہری علوم کی تحصیل نہیں کی، آپ صاحبِ علمِ لدنی اور روحانی طور پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض یافتہ تھے۔

قرآن و حدیث، فقہ و تصوف اور دیگر علوم پر آپ کو جو دسترس حاصل تھی اور جن دقائق اور لطائف کو آپ نے نا صرف بیان کیا بلکہ ان پر اس معیار کی علمی بحث فرمائی کہ ظاہری علوم سے آراستہ اہل عصر بھی عالم حیرت و استعجاب میں کھو جاتے ہیں، اس کا یقین ثبوت آپ قدس سرہٗ کی تصانیف ہیں۔

اور یہ تو طے شدہ حقیقت ہے کہ حضرت سلطان باہو قدس اللہ سرہٗ مادر زاد ولی ہیں ہر یوم واردات و جذباتِ الٰہی میں اضافہ ہوتا گیا حتیٰ کہ ان کی کثرت کے باعث ظاہری علم کے حصول کے لیے ہی وقت ہی نہ بچتا۔

آپ قدس سرہٗ اپنی تصنیف ”عین الفقر“ میں تحریر فرماتے ہیں:

> ”حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور میں امّی ہیں (یعنی) ظاہری علم کسی سے حاصل نہیں کیا“۔

اگرچہ نیست ما زِ علمِ ظاہر
زِ علمِ باطنی جاں گشتہ طاہر

(اگرچہ ہمیں ظاہری علم تو نہیں لیکن باطنی علم سے ہماری جان پاک ہو گئی)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری اور بیعت

حضرت شیخ سلطان حامد رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''میں نے اپنے بزرگوں سے سند بسند سنا ہے کہ جب حضرت سلطان العارفین سن رشد و تمیز یا سن بلوغت کو پہنچے تو ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ قصبہ شورکوٹ کے گردونواح میں کھڑے تھے کہ اچانک ایک صاحب نور، صاحب حشمت اور بارعب سوار ظاہر ہوا جس نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پیچھے بٹھا لیا' آپ رحمۃ اللہ علیہ ڈرے' کانپے اور پوچھا: آپ کون ہیں؟

پہلے توجہ کی اور بعد ازاں فرمایا: ''میں علی ابن ابی طالب ہوں''۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی:

مجھے کہاں لیے جاتے ہیں؟

فرمایا: حسب الارشاد سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضورِ پُرنور میں لیے جاتا ہوں۔

اسی وقت حاضرِ مجلس سید العلمین کر دیا۔

اس وقت جناب صدیق اکبر' جناب عمر بن الخطاب اور جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم بھی مجلسِ اہلِ بیت میں حاضر تھے' آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مجلس منور سے اٹھ کر حضرت سلطان باھو سے ملاقات کی اور توجہ فرما کر مجلس سے رخصت ہوئے' بعد ازاں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ بھی' جب تینوں اصحاب کبار ملاقات اور توجہ کے بعد تشریف لے گئے تو مجلس میں صرف اہل بیت علیہم الرضوان ہی رہ گئے (حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ) حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے چہرۂ مبارک سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جناب سرور

کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میری بیعت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمائیں گے لیکن بظاہر خاموش تھے۔

چونکہ حضرت امیر المؤمنین اسد اللہ الغالب علی المرتضیٰ ابن ابی طالب میرے پہلے وسیلہ اور اکمل ہادی تھے، مگر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ مبارک میری طرف بڑھا کر فرمایا:

"میرے ہاتھ پکڑو"

اور مجھے دونوں مبارک ہاتھوں سے بیعت اور تلقین سے سرافراز فرمایا۔

حضرت سلطان باہو قدس اللہ سرہٗ اپنی تصانیف میں اکثر مقامات پر فرماتے ہیں:

کامل مرشد ایسا ہی ہونا چاہیے کہ جب مجھے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ کلمہ "لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)" تلقین فرمایا تو درجات اور مقامات کا کوئی حجاب باقی نہ رہا اور اوّل و آخر یکساں ہو گیا، یعنی:

النہایت ھو الرجوع الی البدایت ۔

"ابتداء کی طرف لوٹنا ہی نہایت ہے"

کا مرتبہ اور درجہ حاصل ہو گیا، جب میں تلقین سے مشرف ہوا تو حضرت سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہراء علیٰ ابیہا وعلیہا السلام نے فرمایا کہ تو میرا فرزند ہے، میں نے سبطین الشریفین، امامین السعیدین حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کے قدم مبارک چومے اور اپنے کانوں میں غلامی کا حلقہ پہنا۔

بعد ازاں حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جناب غوث الاعظم، غوث الثقلین، محبوب سبحانی حضرت پیر دستگیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ کے سپرد فرمایا اور حضرت پیر دستگیر نے سرافرازی کے بعد مجھے خلقت کے ارشاد و تلقین کا حکم فرمایا"۔

پس اسی دن سے حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ پر انوارِ الٰہی اس طرح متجلی ہونا شروع ہوئے کہ کثیر لوگوں کو ایک ہی نگاہ سے اور ایک ہی قدم پر خداشناس و خدا رسیدہ کر دیتے۔

سبحان اللہ! اللہ رب العزت اپنے بندوں میں سے جب چاہتا ہے، جسے چاہتا ہے اپنے فیضِ ازلی سے نوازتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہے جسے چاہے اس کے نصیب کر دے، بے شک اللہ کریم صاحب فضلِ عظیم ہے۔

اس حصولِ عظمت اور فیض یابی کے بعد حضرت سلطان العارفین باہو قدس سرہٗ لمحہ لمحہ وحدانیت میں مستغرق اور ذاتِ حق کے مشاہدے سے مشرف اور ذاتِ مطلق کے جلال و جمال کے دیدار میں مست و بے خود رہتے اور جب زندہ مشائخ کی خدمت میں حاضر ہوتے یا اولیاء اللہ کے مزارات پر جاتے تو:

هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ

پکارتے ہوئے سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مانند دیدارِ الٰہی کے شوق اور عشق و محبت کے کوہِ طور پر

رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۔

(اے رب میرے! مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں)

کہتے اور مشائخ اور اولیاء اللہ سے جذباتِ عشقِ الٰہی میں تجلیاتِ دیدار اور محویتِ ذات کے لیے التجاء کرتے۔

اگرچہ انبیاء علیہم السلام کے مقامات و مراتب بہت ہی اعلیٰ و ارفع ہیں لیکن اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کے احوال بھی کچھ کم نہیں، یہ نفوسِ قدسیہ نبی آخرالزمان، ماہِ عرب، مہرِ عجم کی کرنیں ہیں۔

اولیاء اللہ کی نسبت خود اللہ رب العزت کا ارشادِ پاک ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (یونس:۶۲)

''سن لو! بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم''

ہمچو موسیٰ مست شود بر طور خویش
رَبِ اَرِنِیۡ گو تجلی حق نگر

''حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح اپنے کوہِ طور پر مست ہو اور'' رَبِ اَرِنِیۡ'' کہہ کر حق کی تجلی دیکھ''۔

حضرت سلطان العارفین باھو قدس اللہ سرہٗ خود فرماتے ہیں:

''ہم درویشوں کا درجہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی زیادہ ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خاص مقام ''کوہ طور'' تھا جس پر تجلیات کا دیدار کرتے اور ذاتِ حق سے ہم کلام ہوتے لیکن ہم امتِ مرحومہ کے درویشوں کا ''کوہ طور'' ہمیشہ سینے میں ہے کہ جب کبھی اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اسی وقت تجلیاتِ دیدار اور الہاماتِ الٰہی کے تکلم سے مشرف ہوتے ہیں''۔

حضرت مخدوم بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری

حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ مختلف مزارات پر حاضری دیتے ہوئے حضرت مخدوم بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس پر حاضر ہوئے اور دیر تک بحالتِ مراقبہ بیٹھے رہے' اس دوران آپ پر نیند طاری ہوئی اور آپ نے خواب میں حضرت مخدوم پاک کی زیارت کی۔

حضرت مخدوم پاک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

آپ کی کوئی حاجت ہے تو بیان کریں؟

حضرت سلطان باھو قدس سرہٗ نے فرمایا:

حضرت! میری کوئی حاجت نہیں۔

حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ہمیں حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی جانب سے حکم ہوا ہے کہ آپ کی جو ضرورت ہو پوری کی جائے۔

حضرت سلطان باہو نے بصد ادب فرمایا:

حضور! ہماری کوئی ضرورت نہیں۔

حضرت غوث بہاؤالدین زکریا قدس سرہٗ نے اصرار کیا تو حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

مخدوم! اگر اصرار ہے تو اپنے شہر سے کسی پاکیزہ بندے کا بازو عنایت فرما دیں۔

حضرت مخدوم بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

انشاء اللہ تعالیٰ! آپ کی یہ خواہش بہت جلد پوری ہو جائے گا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جب آنکھ کھلی تو کچھ دیر اضطرابی کیفیت رہی بعد ازاں حضرت مخدوم پاک رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک کو ایصالِ ثواب کیا' مزارِ اقدس سے رخصت ہوئے' مزارِ اقدس سے رخصت ہونے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ جانب شمال روانہ ہوئے۔

جب ظہر کی نماز کا وقت ہوا تو دریا کے کنارے وضو کیا اور نماز کی نیت باندھنا ہی چاہتے تھے کہ جانب پشت کسی کی موجودگی کا احساس ہوا' آپ نے پلٹ کر دیکھا تو ایک خوبصورت ہندو لڑکی کھڑی تھی' آپ نے فوراً نظریں جھکا لیں اور اس نامحرم خاتون سے پوچھا:

''تم کون ہو اور یہاں کیوں آئی ہو؟''

اس عورت نے جواب میں کہا:

''آپ کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے میرے پاؤں میں چھالے پڑ گئے ہیں''۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا:

''خاتون! آخر تمہیں میرے پیچھے آنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟''

اس ہندو لڑکی نے جواب دیا:

”میں ملتان کے ایک ساہوکار کی بیٹی ہوں اور بہت دنوں سے میرے دل میں ایک عجیب سی بے چینی موجود تھی جو مجھے اپنے ہم مذہبوں سے دور کر رہی تھی، مجھے ان کی پوجا کا یہ انداز پسند نہ تھا کہ ایک انسان ہوتے ہوئے پتھر کے مجسموں کے آگے سر جھکاؤں، پھر یہی خلش مجھے غوث الملک حضرت مخدوم بہاؤ الدین زکریا (رحمۃ اللہ علیہ) کے مزار مبارک پر لے گئی اور یہاں میں نے لوگوں کی زبانی سنا کہ غوث الملک کے دربار سے بے شمار لوگ فیض یاب ہو چکے ہیں اور میں بھی اپنے دل میں یہ خواہش لے کر آئی کہ شاید میرا بھی مقدر جاگ جائے“۔

> حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا:
>
> ”اے خاتون! کہیں ظہر کا وقت ختم نہ ہو جائے اس لیے تم تھوڑی دیر انتظار کرو، میں نمازِ ظہر ادا کر لوں پھر اس کے بعد تمہاری ذہنی خلش اور اضطراب کا حال سنوں گا“۔

حضرت سلطان باہو نمازِ ظہر کے لیے کھڑے ہو گئے، ہندو لڑکی انتہائی قریب سے ایک مردِ مؤمن کا اندازِ عبادت دیکھتی رہی، اسے نماز کے رکوع و سجود بہت عجیب معلوم ہوئے، جب حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے اس خاتون سے پوچھا:

> ”تمہاری ذہنی خلش و تڑپ اپنی جگہ پر مگر تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟“
>
> اس ہندو لڑکی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا:
>
> ”میں نے آپ کو غوث الملک حضرت مخدوم بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر داخل ہوتے ہوئے دیکھا اور پھر جب باہر تشریف لائے تو میں آپ کا چہرۂ مبارک دیکھتے ہی مسلمان ہو گئی، مجھے حضرت مخدوم بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے حکم ملا تھا کہ آپ کی

کنیز بن جاؤں اور یہی وجہ ہے کہ میں ایک داسی کی طرح اپنے مالک کے پیچھے چل پڑی اور اب ایک داسی اپنے مالک سے اس کے سوا کیا چاہے گی کہ وہ اسے اپنے قدموں میں پڑا رہنے دے"۔

ہندو لڑکی کی گفتگو سن کر حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ دیر مراقبہ فرمایا اور مراقبے کے دوران آپ کو اپنے الفاظ یاد آ گئے جو آپ نے حضرت مخدوم بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے کہے تھے کہ:

"مخدوم! اگر اصرار ہے تو اپنے شہر سے کسی پاکیزہ بندے کا بازو عنایت فرمادیں"۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اس ہندو لڑکی سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

"جب غوث الملک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حکم ہے تو یہ خادم کیسے ٹال سکتا ہے اور تم اب مطمئن رہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں منزلِ مقصود تک پہنچا دیا ہے"۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد اس لڑکی کو کلمہ طیبہ پڑھا کر باقاعدہ طور پر دائرۂ اسلام میں داخل فرمایا اور پھر حکم الٰہی کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے باطنی جذبے سے اردگرد کے مسلمانوں کو اکٹھا کر کے اپنے ارادہ سے آگاہ کیا اور ان کی موجودگی میں اس لڑکی سے نکاح کر لیا۔

نکاح کرنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ شورکوٹ کا قصد کر کے روانہ ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ چونکہ صاحبِ کشف خاتون تھیں، اس لیے پہلے ہی آپ کی ازواج محترمات کو فرما چکی تھیں کہ آج میرا بیٹا تمہاری ایک سوتن لائے گا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ گھر تشریف لائے اور والدہ صاحبہ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوسی کا شرف حاصل کیا تو وہ خفا ہو کر فرمانے لگیں:

"بیٹا! کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں زیادہ عورتیں جمع کرنے کے لیے پیدا فرمایا

ہے یا کسی اور کام کے لیے؟"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا:

آپ فرمائیے! مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے کس کام کے لیے پیدا فرمایا ہے؟

والدہ صاحبہ نے فرمایا:

اپنی معرفت کے لیے اور جب تک مرشد نہ پکڑو گے معرفتِ الٰہی کا حصول ممکن نہیں ہوگا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا:

مجھے ظاہری مرشد کی کیا ضرورت ہے، میرے مرشد کامل تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا:

بیٹا! ظاہری مرشد کے بغیر بندہ خدا رسیدہ نہیں ہوتا، کیا تجھے علم نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل تھا اور آپ علیہ السلام اس مقصد کے لیے کوہِ طور پر حاضر ہوا کرتے تھے اور جیسا کہ سورۂ کہف میں ذکر ہے کہ آپ علیہ السلام کو (حضرت خضر علیہ السلام سے) حصولِ ارشاد اور تلقین کے لیے مجمع البحرین پر جانا پڑا:

"وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰـهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ"

(الکہف:٦٠)

"اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا: میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں"۔

حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا:

آپ میرے لیے کافی مرشد ہیں۔

والدہ صاحبہ نے فرمایا:

بیٹا! عورتوں کو بیعت اور تلقین کرنے کی اجازت نہیں جیسا کہ حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور بی بی رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا نے بیعت اور تلقین نہیں کی۔

عرض کیا: میں کہاں تلاش کروں؟

فرمایا: روئے زمین پر تلاش کرو' اشارہ سوئے مشرق تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نو بیاہتا کو بغیر قربت کے والدہ صاحبہ کی خدمت میں چھوڑ کر جانبِ مشرق عازمِ سفر ہوئے۔

حضرت شاہ حبیب اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضری

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ والدہ صاحبہ کی ہدایت کے موافق جستجوئے مرشد کامل میں جانب مشرق چل پڑے' دریائے راوی کے کنارے پہنچے تو یہاں حضرت شاہ حبیب اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان کی بہت شہرت سنی۔

حضرت شاہ حبیب اللہ صاحب کا مسکن دریائے راوی کے کنارے موضع گڑھ بغداد میں تھا اور آپ کی خدمت عالیہ میں ہمہ وقت خاصی تعداد میں مرید اور عقیدت مند حصولِ فیض کے لیے موجود ہوتے۔

حضرت شاہ حبیب اللہ صاحب کی یہ کرامت تھی کہ ان کے ہاں پانی سے بھری ایک دیگ آگ پر دھری رہتی اور جو بھی طالبِ حق حاضر ہوتا اسے اپنا ہاتھ دیگ میں ڈالنے کا حکم دیتے' وہ ہاتھ ڈالتے ہی صاحبِ کشف و کرامت ہو جاتا۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ یہ کرامت دیکھ کر خاموش بیٹھے رہے' بعد ازاں عرض مدعا کیا۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا:

"اے درویش! تو نے اپنا ہاتھ دیگ میں کیوں نہیں ڈالا' اگر ڈالتے تو مراد کو پالیتے"۔

آپ نے عرض کیا:

''میں دیگ میں ہاتھ ڈالنے والوں کے احوال دیکھتا ہوں، اس سے میری مراد پوری نہیں ہوتی''

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا:

اے درویش! یہاں ٹھہر، کچھ دن مجاہدہ کر، مسجد کا پانی بھر۔

حضرت سلطان العارفین نے پانی بھرنے کے لیے مشک طلب کی، لنگر خانے کے خدام نے مشک مہیا کی، آپ دریا سے مشک بھر لائے۔

آپ نے بس ایک ہی مشک بھر کر ڈالی تو حمام بھر گیا اور صحن مسجد بھی دھو ڈالا، درویشوں نے یہ منظر دیکھا تو حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں تمام حال بیان کر دیا۔

حضرت شاہ صاحب نے سلطان العارفین سے استفسار کیا:

اے درویش! کیا تمہارے پاس دنیاوی مال و متاع ہے؟

عرض کی: ہے!

فرمایا: دو ستی ناممکن ہے، پہلے مال و متاع سے فراغت حاصل کرو، پھر یک طرفی اختیار کرو۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ یہ حکم سن کر واپس گھر روانہ ہوئے۔

گھر واپس

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ صاحبہ نے ازروئے کشف پہلے ہی آپ کی ازواج کو یہ فرما دیا کہ میرا بیٹا دنیاوی مال و متاع سے نجات حاصل کرنے کے لیے آ رہا ہے، تم اپنا زیور اور نقدی وغیرہ کہیں دبا دو تا کہ ضرورت کے وقت کام آ سکے۔

آپ کی تمام ازواج نے حسب الحکم عمل کیا۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ گھر پہنچے تو والدہ ماجدہ نے پوچھا کہ بیٹا! اتنی جلدی واپسی کیسے اور کوئی مرشد ملا؟

عرض کیا: جی مرشد تو ملا ہے اور دنیاوی مال سے نجات حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔

آپ کی والدہ صاحبہ نے فرمایا: اگر کچھ مال وغیرہ ہے تو اسے دور کر دو۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے شیر خوار صاحبزادے نور محمد گہوارے میں تھے اور نظرِ بد سے بچاؤ کے لیے سونے کی انگوٹھی انگلی میں تھی، آپ نے وہ انگوٹھی اتار کر گھر سے باہر پھینک دی، پھر فرمایا: اگر کچھ اور بھی مالِ دنیا گھر میں ہے تو مجھے دے دیں تاکہ وہ بھی پھینک دوں۔

آپ کی والدہ صاحبہ نے فرمایا: گھر میں مال کہاں؟

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا: ابھی مجھے گھر سے مالِ دنیا کی بو آتی ہے۔

آپ کی والدہ صاحبہ نے فرمایا: اگر مالِ دنیا کی بو آتی ہے تو ڈھونڈ کر نکال لو اور پھینک دو۔

پس جس جگہ زیور وغیرہ دبایا گیا تھا وہاں سے نکال کر باہر پھینک دیا اور اس کام سے فارغ ہو کر پھر حضرت شاہ حبیب اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا:

"تم نے دنیاوی مال و متاع سے تو نجات پالی اب اپنی عورتوں کا کیا کرو گے، آیا اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرو گے یا ان کا، جا کر انہیں آزاد کرو تاکہ کامل طور پر راہِ حق پر گامزن ہو سکو"۔

دوبارہ گھر واپسی

چنانچہ آپ دیدارِ ذات کی چاہت و طلب میں مستِ الست فوراً دوبارہ گھر کی جانب چلے۔

کیست صائب زہرہ کس را سینہ ہر سنداں زدن[1]
از دو صد عاشق یکے باک مے آید بردن

---

[1] لوہا کوٹنے کا آہنی بٹا۔

”اے صائب! یہ کس کی جرأت ہے اور کس میں حوصلہ ہے کہ اپنا سینہ سنداں پر دے مارے، دو سو عاشقوں میں سے صرف ایک آدھ ہی ایسا دلیر نکلتا ہے“۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ صاحبہ کو بذریعہ کشف علم ہو گیا کہ باہو ابھی گھر واپس آ رہا ہے اور اس کا ارادہ کیا ہے، پس انہوں نے حضرت باہو کی تمام ازواج کو مطلع فرما دیا کہ:

”میرا بیٹا تم سے مستقلاً ترکِ تعلق کرنے کے لیے آ رہا ہے تم خبردار ہو جاؤ اور دیکھو میری پشت کی جانب بیٹھ جانا، مبادا شوقِ الٰہی کے باعث تمہارے حق میں کوئی کلمۂ شرعی (مراد طلاق وغیرہ ہے) زبان سے نکال بیٹھے“۔

ازواجِ محترمات حسب ہدایت حضرت بی بی صاحبہ کی پشت کی جانب بیٹھ گئیں۔

اسی اثناء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی جلوہ افروز ہو گئے۔

والدہ صاحبہ نے دریافت فرمایا: کہو بیٹا! اب کیسے آنا ہوا؟

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اصل مدعا عرض کیا تو والدہ صاحبہ نے فرمایا:

”بیٹا! عورتوں کے جو حقوق تمہارے ذمے ہیں جیسے اخراجات وغیرہ وہ سب تمہیں خدا کے نام پر معاف کرتی ہیں، تم ان حقوق کی ادائیگی سے بری ہو، تم اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرو حتیٰ کہ جو تمہارے حقوق ان عورتوں کے ذمے ہیں وہ حسب سابق قائم رہیں گے، اگر تم حصولِ حق میں بامراد لوٹ آئے تو بہتر، بصورتِ دیگر تمہیں ان کے حقوق کی ادائیگی کے لیے آنے کی چنداں ضرورت نہیں“۔

چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں شرع شریف کی محبت وحمایت غایت درجہ تھی لہٰذا والدہ صاحبہ کا فرمان آپ پر کاملاً اثر انداز ہوا۔

اپنی ازواج کی زبان سے بھی مذکورہ حقوق کی معافی کے بعد آپ پھر حضرت شاہ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

حضرت شاہ صاحب نے تمام احوال سننے کے بعد جائز قرار دیا اور نظرِ کاملہ سے توجہ فرمائی، پھر القائے واردات کے بعد حصولِ مراد کے بارے میں دریافت فرمایا تو حضرت سلطان العارفین باہو رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا:

> ''یا شیخ! جو مقامات مجھ پر آج منکشف ہوئے، ان سے تو میں اپنے گھوارے میں ہی گزر چکا ہوں''۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی آزمائش

حضرت شاہ حبیب اللہ صاحب نے سوچا کہ درویش کی اس بات کی آزمائش کرنی چاہیے، چنانچہ حقیقت حال جاننے کی غرض سے سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہوں سے غائب ہو گئے۔

حضرت سلطان باہو بھی آپ کے پیچھے پرواز کر گئے اور بالآخر کسی علاقہ کے جنگل کے ایک گوشہ میں حضرت شاہ صاحب کو اس صورت میں پایا کہ ایک ضعیف العمر شخص بیلوں کی جوڑی سے ہل چلا رہا ہے۔

حضرت سلطان العارفین باہو بصورت خرقہ پوشوں کے حاضر خدمت ہو کر عرض کرتے ہیں:

> ''بابا! آپ کیوں تکلیف اٹھاتے ہیں، آپ آرام فرمائیں میں ہل چلا دیتا ہوں''۔

یہ بات سن کر حضرت شاہ صاحب اصلی صورت میں آئے اور سلطان العارفین بھی، پھر دونوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ تھاما اور چل پڑے۔

حضرت شاہ صاحب پھر نظر سے غائب ہو گئے اور ان کے پیچھے سلطان العارفین بھی، حتیٰ کہ آپ نے حضرت شاہ صاحب کو ہندوؤں کے ایک شہر میں دیکھا

کہ حضرت شاہ صاحب ایک عمر رسیدہ برہمن کی صورت ہاتھ میں زعفران وغیرہ رنگ کا برتن لیے بازار میں ہندوؤں کو تلک لگا رہے ہیں۔

یہ منظر دیکھ کر حضرت سلطان باہو بھی نوجوان ہندو کی مثل ایک دکان پر بیٹھ گئے' جب حضرت شاہ صاحب اس جگہ سے گزرے تو حضرت سلطان باہو نے عرض کیا:

"بابا! میری پیشانی پر بھی تلک لگاتے جانا"۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی حقیقت حال سے آگاہ ہو کر صورتِ اصلی پر آئے اور حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ تھام کر چل دیئے۔

تیسری مرتبہ پھر حضرت شاہ صاحب نظر سے غائب ہو گئے تو حضرت سلطان باہو بھی آپ کے پیچھے ہو لیے' اب کی بار حضرت شاہ صاحب کو ایک اسلامی شہر کے کونے میں ایک غیر معروف مسجد میں بچوں کو قرآن مجید کے قاعدہ کی تعلیم دیتے ہوئے دیکھا۔

حضرت سلطان باہو بھی ایک کم عمر بچے کی صورت میں قاعدہ ہاتھ میں لیے حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت شاہ حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب تین مرتبہ آزمائش کر چکے تو حضرت سلطان باہو کا ہاتھ تھام کر اپنے مسکن گڑھ بغداد میں تشریف لائے اور فرمایا:

> "اے درویش! جس نعمت کے تم مستحق ہو وہ ہمارے امکان سے باہر ہے' البتہ ہم تمہاری رہنمائی کرتے ہیں اور جہاں تمہارا نصیبہ ہے ہم نشان دہی کیے دیتے ہیں تم وہاں سے اپنا نصیبہ حاصل کر لو"۔
>
> پھر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ارشاد فرمایا کہ
>
> "تم میرے شیخ' سید السادات حضرت پیر سید عبدالرحمٰن قادری گیلانی دہلوی کی خدمت میں حاضر ہو جو بظاہر شاہی منصب دار ہیں"۔

طلبِ مرشد میں سفرِ دہلی

حضرت شاہ حبیب اللہ صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی اور ہدایت کے تحت حضرت سلطان باہو تلاشِ حق میں ''فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰهِ '' کے بموجب دہلی روانہ ہو گئے، سلطان حمید بھکر والے آپ کے ہمراہ تھے کہ راہ میں ایک مجذوب مست الست کسی جانب سے ظاہر ہوا اور سلطان حمید کی پشت پر ایک لکڑی سے ضرب لگائی جس سے سلطان حمید بے ہوش ہو کر گر پڑے، وہ مجذوب دوسری ضرب لگانا ہی چاہتا تھا کہ حضرت سلطان العارفین نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا:

''صاحب! ہم درویش اہلِ صحو اور اہل سنت و جماعت ہیں، بس کریں''

وہ مجذوب مست باز آیا اور ایک طرف کو چل دیا۔

حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ نے سلطان حمید پر توجہ فرمائی اور انہیں سکر سے صحو میں لائے اور فرمایا:

''اے حمید! اگر ہمیں خبر نہ ہوتی اور وہ مست مجذوب لکڑی کی دوسری ضرب مار بیٹھتا تو ہم بھی تمہیں مستی سے ہوش میں نہ لا سکتے''۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ دہلی کے قریب پہنچ گئے، ادھر سے سید السادات حضرت پیر سید عبدالرحمٰن گیلانی قادری دہلوی قدس اللہ سرہٗ نے ایک درویش کو یہ حکم فرما کر روانہ کیا:

''فلاں رستے سے اس شکل و صورت کا ایک درویش آ رہا ہے، اسے فوراً ہمارے پاس لے آؤ''۔

وہ درویش حسب الحکم روانہ ہوا اور حضرت پیر صاحب کے بتلائے ہوئے راستے پر حضرت سلطان العارفین کا بصد ادب استقبال کیا، حضرت سلطان العارفین سلطان باہو اس درویش کی معیت میں حضرت پیر صاحب قدس اللہ سرہٗ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا۔

حضرت سید السادات پیر سید عبدالرحمٰن گیلانی قادری دہلوی قدس سرہٗ فوراً آپ کا ہاتھ تھام کر خلوت میں لے گئے:

اے لقائے تو جوابِ ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

"اے کہ تیرا دیدار ہر سوال کا جواب ہے، تجھ سے بغیر کسی قیل و قال کے مشکل حل ہوتی ہے"۔

پس حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے اپنا نصیبۂ ازلی ایک قدم اور ایک ہی لمحہ میں پالیا، جس شے کی طلب تھی، جو آرزو تھی وہ گوہر مقصود حاصل ہو گیا۔

حضرت پیر صاحب نے آپ کو اسی وقت رخصت کر دیا۔

کمالِ فیض کا اظہارِ عام

حضرت سلطان باہو قدس اللہ سرہٗ کمالِ فیض سے مستفیض، نعمت اور فیض گستری کے جذبات سے لبریز دہلی کے بازاروں اور گلی کوچوں میں گشت کرتے ہوئے کیا خاص، کیا عام سب پر توجہ فرمانے لگے۔

اس توجہ فرمانے کا خاص اثر ہوا، بندگانِ خدا فیض عام حاصل کرنے لگے اور لوگوں کا ہجوم اس قدر کہ راستے بند ہو گئے، شہر میں آپ کا آوازہ بلند ہوا، اس فیض عام کا چرچا ہر طرف ہونے لگا۔

بعض درویشوں نے اس صورتِ حال کا مشاہدہ کیا اور تمام واقعہ حضرت سید السادات پیر سید عبدالرحمٰن گیلانی قادری دہلوی قدس سرہٗ کی خدمت عالیہ میں عرض کیا کہ ایک ولی اللہ دہلی کے بازاروں اور گلی کوچوں میں گھومتا ہے اور لوگوں کو نظر توجہ سے فیض یاب کرتا ہے۔

حضرت پیر صاحب نے فرمایا:

"جا کر معلوم کرو کہ کون ہے، کہاں کا رہنے والا ہے اور کس خاندان اور

سلسلہ سے تعلق رکھتا ہے؟"

درویشوں نے جو جا کر دیکھا تو فوراً پہچان لیا کہ یہ تو وہی درویش ہے جسے آج ہی حضرت سید السادات پیر صاحب نے دولتِ بیعت و تلقین سے سرفراز فرمایا ہے۔

درویشوں نے واپس جا کر تمام روداد حضرت پیر صاحب کے گوش گزار کی۔

حضرت پیر صاحب قدس سرہٗ حقیقتِ حال جان کر رنجیدۂ خاطر ہوئے اور فرمایا:

"اس درویش کو فوراً ہمارے پاس لاؤ"۔

جب حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ حضرت پیرومرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت پیر صاحب نے خفگی سے فرمایا:

"اے درویش! ہم نے تجھے خاص نعمت عطا کی اور تو نے یہ خاص نعمت عام کر دی"۔

آپ قدس سرہٗ نے عرض کیا:

"یا سیدی! جب کوئی بوڑھی عورت توا خریدتی ہے تو اسے ٹھوک بجا کر دیکھتی ہے کہ کیسا کام دے گا، آیا درست ہے یا نہیں اور جب کوئی لڑکا لکڑی کی کمان خریدتا ہے تو اسے کھینچ کر دیکھتا ہے کہ اس میں لچک کافی ہے یا نہیں، سو میں نے آپ سے نعمتِ عظمیٰ پائی اور میں بھی اس کی آزمائش کر رہا تھا کہ مجھے آپ سے کس قدر نعمت عطا ہوئی اور اس کی حقیقت و کیفیت کیا ہے؟"

حضرت سلطان باہو قدس اللہ سرہٗ نے مزید عرض کیا:

"پس جس طرح حضور سید الانبیاء والمرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب سے مجھے حکم ہوا تھا کہ خلق خدا پر توجہ کر، اس طرح آپ کا بھی ارشاد تھا کہ اسے آزماؤ اور فیض کو عام کرو، ان شاء اللہ العزیز قیامت تک یہ نعمت ترقی پر ہوگی"۔

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس سرہٗ کو اپنے مرشد کامل حضرت پیر سید عبدالرحمٰن قادری دہلوی قدس سرہٗ سے اس وقت مزید نوازشات اور بے اندازہ ارشاد کا حصول ہوا۔

سلطان اورنگ زیب عالمگیر سے ملاقات

چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ پر فیض رسانی کے جذبات غایت درجہ غالب تھے، اس لیے آپ پھر بازار آئے، جمعہ کا دن تھا اور نمازِ جمعہ کا وقت، سلطان اورنگ زیب عالمگیر ارکانِ سلطنت کے ہمراہ جامع مسجد دہلی میں حاضر تھا، مسجد میں لوگوں کا اژدھام تھا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی، اس بناء پر حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ سب سے آخر میں جوتیوں والی جگہ میں کھڑے ہوگئے اور جب آپ نے توجہ فرمائی تو تمام مسجد میں شور ہوا اور لوگوں پر بے خودی کی کیفیت طاری ہوگئی، البتہ تین شخص یعنی سلطان اورنگ زیب، قاضی اور کوتوال شہر جذبہ کی تاثیر اور نگاہ کے اثر سے محروم و محجوب رہے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں دست بستہ حاضر ہو کر عرض کی:

”اے ولی اللہ! اے مردِ خدا! ہمارا گناہ اور تقصیر کیا ہے کہ ہمیں اس نعمت سے محروم رکھا اور توجہ نہ فرمائی؟“

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”ہم نے تو سب پر یکساں توجہ کی تھی مگر چونکہ تمہارے دل سخت تھے اس لیے تم پر اثر نہ ہوا“۔

سلطان اورنگ زیب عالمگیر نے پھر دست بستہ نظر توجہ کے لیے التجاء کی۔

حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”تم اور تمہاری اولاد، ہماری اولاد اور پس ماندگان کے لیے دنیاوی مال و متاع کی مروّت نہ کریں اور نہ ہمارے مسکن پر آئیں تاکہ ہمارے دنیاوی اموال ہمارے اہل و عیال اور متعلقین میں جھگڑے اور فساد کا

باعث نہ بن جائیں اور وہ گمراہ نہ ہو جائیں"۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان اورنگ زیب عالمگیر سے یہ اقرار لے کر ان پر خصوصی توجہ فرمائی اور فیضِ خاص سے بہرہ مند کیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں سے جیسے ہی چلنے کا قصد کیا' سلطان اورنگ زیب عالمگیر نے کسی یادگار کے لیے درخواست کی۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے اسی جگہ کھڑے کھڑے کتاب "اورنگ شاہی" تالیف فرمائی جسے شاہی تحریر نویسوں نے فوراً قلم بند کر لیا اور اس ارشاد نامہ کو بطور یادگار محفوظ کر لیا' پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے لوٹ آئے۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کتاب "اورنگ شاہی" میں فرماتے ہیں:

"مراتب بے شمار لاحد و لاتعداد حضرت محی الدین راسخ الدین عادل بادشاہ (اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ) کو حاصل ہے' جو ہر طریقت سے واقف باعیان ناظر' خلق اللہ کے لیے فیض بخش ہے اور جس نے رب الارباب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی ہر کتاب سے اسمِ "اللہ" کا حصہ اور کلام کا جواب باصواب حاصل کیا ہے (کے لیے یہ رسالہ تحریر کیا گیا ہے) یہ رسالہ قطب المعظم اسم مسمیٰ کا معمّا کھولنے والا' علماء' فقراء و اولیاء کی کسوٹی ہے' بحر العالمین ہے جس سے تصرفِ کونین حاصل ہوتا ہے کہ سنگ پارس کی مانند طالب کاذب کے وجود کو زرِ سرخ بنا دیتا ہے اور طالبِ صادق کو حضوری میں پہنچا دیتا ہے' جو کوئی اس تمام تحریر کو پڑھتا ہے اس پڑھنے والے کو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے مطلب تمامیت کو پہنچا دیتا ہے وہ دنیا و آخرت میں لایحتاج ہو جاتا ہے بلکہ اس کا مطالعہ فرضِ عین اور ضروری ہے کیونکہ یہ مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پہنچا دیتا ہے' اور رسالہ کا نام "اورنگِ شاہی" رکھا گیا ہے اور اسے حضور

نما توحیدِ الٰہی کا خطاب دیا گیا ہے۔

پس جو کوئی اسے اخلاص سے پڑھے گا اسے ظاہری مرشد کی حاجت نہیں رہے گی کہ اس کا مطالعہ ہمیشہ کے لیے مطالعہ کرنے والے پر علمِ لوحِ محفوظ کھول دیتا ہے، اس سے وہ راہ ہاتھ آتی ہے جس سے جہاں چاہے وہ اپنی دید کو باتوفیق پہنچا سکتا ہے۔

اے میرے عزیز! یہ طریقہ علم لطیف اللہ کا ہے جس میں قربِ پروردگار سے نوری حضوری لطیفہ غیب الغیب سے (وجود میں) ظاہر ہو جاتا ہے اور ہمیشہ مطالب کے مطابق بے آواز الہام ہوتا ہے، شرط یہ ہے کہ طالب کو چشمِ بینا حاصل ہو وہ اہلِ نفاق، نابینا اور کینہ پرور نہ ہو''

نیز:

> ''اے میرے عزیز! یہ ایسی راہ ہے کہ اوّل اس میں ہر چہار پرندے لے یعنی حرص کا کوا، شہوت کا مرغ، زینت کا مور اور ہوا کا کبوتر اور تصور اسم اللہ ذات سے ان کو ذبح کر لے، بعد ازاں فقرِ معرفتِ خدا میں قدم رکھے جب یہ چاروں پرندے کشتہ ہو جائیں گے تب حواسِ ظاہری بند ہو کر باطنی حواس کھل جائیں گے جو حق کو حق تک پہنچا دیتے ہیں اور باطل کو باطل کر دیتے ہیں'' (اورنگ شاہی)

روایت کے مطابق شاہ اورنگ زیب عالمگیر سے حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات دو بار گڑھ مہاراجہ میں اور ایک بار جامع مسجد دہلی میں ہوئی۔

''حضرت سلطان باھو قدس سرہٗ نے بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے متعلق فرمایا:

دین بہ دین محمد شوی قوی ۔ قاتل الکفار اصحابش نبی
برگزیدہ از عباد اللہ الہ ۔ شاہ اورنگ زیب غازی بادشاہ

شاہ اورنگ زیب غازی بادشاہ اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ، کفار کا قاتل اور دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں پکا ہے"۔ (کلید التوحید کلاں)

سیر و سیاحت

حضرت ڈاکٹر سلطان الطاف علی قادری سروری مدظلہ العالی کے مطابق:

> "حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہٗ حضرت پیر سید عبد الرحمٰن گیلانی قادری دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے دہلی میں ظاہری بیعت کے بعد سندھ، بغداد، مصر، شام، روم، عرب اور کابل کی سیاحت فرماتے رہے اور اس مسافرت اور سیاحت کے دوران ہزارہا بندگانِ خدا کو بیعت فرمایا، بعض مریدین کو خلافت بھی عطا کی، اسی سفر کے دوران آپ نے حج اور زیارت روضہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل کیا"۔

حضرت سلطان باھو قدس سرہٗ کا سلسلہ طریقت

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ مرشدی اس طرح ہے:

حضرت سلطان باھو مرید حضرت سید عبد الرحمٰن گیلانی قادری دہلوی مرید حضرت سید عبد الجلیل مرید حضرت سید عبد البقاء مرید حضرت سید عبد الستار مرید حضرت عبد الفتاح مرید حضرت شیخ نجم الدین (برہان پوری) مرید حضرت شیخ محمد صادق یحییٰ مرید حضرت شیخ عبد الجبار مرید حضرت شیخ سید عبد الرزاق مرید حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی (غوث الاعظم) مرید حضرت شیخ ابوسعید مخزومی مرید حضرت شیخ ابوالحسن قرشی مرید حضرت خواجہ ابوالفرح یوسف طرطوسی مرید حضرت خواجہ عبد الواحد تمیمی مرید حضرت شیخ ابوبکر شبلی مرید حضرت خواجہ جنید بغدادی مرید حضرت شیخ سری سقطی مرید حضرت امام معروف کرخی مرید حضرت خواجہ داؤد طائی مرید حضرت خواجہ حبیب عجمی مرید حضرت خواجہ حسن بصری مرید حضرت امیر المومنین اسد اللہ الغالب

علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ خلیفہ حضور سیّد العٰلمین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

آپ قدس سرہٗ کے خلفاء کرام

آپ قدس سرہٗ نے اپنے مریدین میں سے جن کو خلافت سے سرفراز فرمایا' ان میں نمایاں حضرات یہ ہیں:

(۱) حضرت موسن (یا محسن) شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

(۲) حضرت سلطان نورنگ کھیتران رحمۃ اللہ علیہ

(۳) حضرت ملا معالی بلوچستان رحمۃ اللہ علیہ

(۴) حضرت شیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ترکِ دنیا

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس اللہ سرہٗ کے اشعار سے یہ بات ظاہر ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم کی مانند شغل کو پسند نہیں فرماتے تھے' آپ نے اپنی تمام عمر مبارک میں کسی دنیاوی معاملہ و تعلق اور شغل سے اپنے دست مبارک کو آلودہ نہیں کیا' ہاں صرف دو دفعہ بیل لے کر اپنے ہاتھ سے ہل چلایا اور کھیتی باڑی کی لیکن دونوں مرتبہ ہی جذباتِ عشقِ الٰہی کے باعث بیلوں کو ہل سمیت کنوئیں پر چھوڑا اور خود تجلیات اور مکاشفات کے دیدار سے بے خود ہو کر پہاڑوں اور جنگلوں کی سیر کو نکل گئے' بیل اور سامانِ زراعت کسی کے سپرد نہیں کیا بلکہ جو کچھ جس کے ہاتھ آیا' لے گیا۔ خود فرماتے ہیں:

> "میں اس جہان کی جَو کی روٹی کھاتا ہوں اور کام اُس جہان کا کرتا ہوں جیسا کہ اونٹ کانٹے کھاتا ہے اور بوجھ اٹھاتا ہے"۔

تا مست نگردی نکشی بارِ غمِ عشق
آرے آرے شترِ مست کشد بارِ گراں را

(جب تک تو مست نہ ہو گا عشق کے غم کا بوجھ نہیں اٹھا سکے گا، ہاں ہاں مست اونٹ بھاری بوجھ اٹھاتا ہے)

مزید فرماتے ہیں:

”اگر دنیا اچھی (یعنی کچھ قدر و قیمت والی) چیز ہوتی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت رضی اللہ عنہم اسے قبول اور اختیار فرماتے“

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس اللہ سرہٗ اپنی تصانیف میں تین رہزنوں کا ذکر کرتے ہوئے انہیں طلاق دیتے ہیں، یہ تین رہزن یعنی نفس، شیطان اور دنیا ہیں، نیز فرماتے ہیں:

”اگر فرعون بھوکا ہوتا تو خدائی کا دعویٰ نہ کرتا اور اگر یزید بھوکا ہوتا تو سیّد الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت سے انکار نہ کرتا“۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصانیف میں ترکِ دنیا کا عموماً ذکر فرماتے ہیں اور حضرت ابراہیم ادہم اور حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کی مثال دیتے ہیں اور جس طرح ان دونوں نے دنیا کو ترک کیا، اسے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پسند فرمایا۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ بزرگوں نے فقر اور دولت مندی کے حوالے سے بہت تحقیق فرمائی ہے، بعض فرماتے ہیں کہ دولت مندی فقر سے بہتر ہے کیونکہ اس سے دل کو فراغت ہوتی ہے، اہل دنیا کی نگاہوں میں معزز اور صاحب وقعت ہوتا ہے، اس کے علاوہ بہت سے دیگر فوائد بیان کیے ہیں لیکن بعض کی رائے اس کے متضاد ہے، ان کا نکتۂ نظر یہ ہے کہ فقر دولت مندی سے بہتر ہے اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام نے فقر کو اختیار فرمایا حتیٰ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی صوف کا لباس زیب تن فرماتے اور جَو کی روٹی تناول فرمایا کرتے تھے لیکن اس کے باوجود دنیاوی جاہ و جلال و سلطنت کی وجہ سے ایک ہزار برس تک بابِ جنت پر داخلے کے لیے منتظر کھڑے رہیں گے اور تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے بعد جنت میں داخل

ہوں گے۔

”سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ“ کہ جس ہستی کامل کے سرِ اقدس پر ”لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ اَفْلَاكَ“ کا تاج عظمت ہو اور جس کے جسم اطہر پر ”لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِيَّةَ“ کی قبا ہو اور جس کے مبارک شانوں پر ”وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ“ کی چادر ہو اور جس کی شان میں ارشادِ باری تعالیٰ ہو: ”اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ“ اس کی ذاتِ اقدس واطہر پر بے عدد و بے شمار درود و سلام ہوں کہ وہ اس دنیا کے اس قدر ظلم وستم اور رنج ومصائب سہے' زہد کمائے' دنیا کو ترک اور فقر کو اختیار فرمائے۔

ایک دن حضور پرنور رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ذکر کیا گیا کہ عموماً حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہمراہ ہمہ وقت ستر ہزار اونٹ سونے کے لدے ہوئے رہتے تھے جن سے رعایا کو عطا فرماتے کہ ملک آباد ہو' یہ سماعت فرما کر حضور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبع مبارک میں ملال آیا' فوراً جناب جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا:

> ”یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! بارگاہِ رب العزت سے حکم ہوتا ہے کہ سلیمان (علیہ السلام) کے ساتھ ستر ہزار اونٹ سونے سے لدے ہوئے رہتے تھے' ہم مدینہ منورہ کے دائیں بائیں کے دو پہاڑوں کو خالص سونا بنا کر حکم دیتے ہیں کہ جدھر آپ چاہیں یہ آپ کے ساتھ ساتھ چلیں' جس قدر چاہیں صَرف کریں ان میں کمی نہ آئے گی“

حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے غلبۂ عشق الٰہی سے اشکبار ہو کر فرمایا:

”میں تو اللہ کریم سے متواتر دو روز گیہوں کی روٹی پیٹ بھر نہیں چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ ایک روز مجھے پیٹ بھر کھانا دے تاکہ میں کھا کر شکر کروں اور شاکروں کا درجہ پاؤں اور دوسرے روز مجھے بھوکا رکھے تاکہ

بھوک میں صبر کر کے صابروں کا درجہ پاؤں“۔

وشد من شغب احشآءہ وطوی
تحت الحجارۃ کشحا مترف الادم

”اوراس ذاتِ اقدس نے بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنے شکم مبارک کو کس کر باندھا اور اپنے نرم و نازک اور ناز پروردہ پہلوئے مبارک پر پتھر باندھ لیا“۔

وراودتہ الجبال الشم من ذھب
عن نفسہ فاراھا ایما شمم

”سونے کے بلند وبالا پہاڑوں نے حاضر ہو کر حضورِ اقدس کو اپنی جانب مائل اور متوجہ کرنے کی بہت کوشش کی مگر حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مقابل اپنی ہمتِ بلند اور کمالِ استغناء کا مظاہرہ فرمایا اور ان کی پیشکش کو شرفِ قبول نہیں بخشا“۔

واکدت زھدہ فیھا ضرورتہ
ان الضرورۃ لا تعدوا علی العصم

”اور دنیاوی احتیاج نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے زُہد (متاعِ دنیا سے بے رغبتی) کو اور بھی زیادہ مستحکم کر دیا' بلاشبہ ضرورتیں اور حاجتیں عصمتِ انبیاء (معصومین) علیہم السلام پر غالب آ ہی نہیں سکتیں“

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اُسلوبِ حیات

حضرت شیخ سلطان حامد قدس اللہ سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

”ہم نے جو کچھ اپنے بزرگوں کی زبانی سنا اور حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی مصنّفہ کتب سے معلوم ہوا اور قرب و جوار کے بزرگوں کی سرگزشت سے مفہوم پایا' نیز قرآئن سے معلوم ہوا ان سے قطعی طور پر

ثابت نہیں ہوا کہ آپ قدس سرہٗ نے روزی کی خاطر کوئی دنیاوی شغل کیا ہو' صرف اسی قدر ہوا کہ آپ نے کھیتی باڑی کے ارادہ سے دو دفعہ بیل خرید کر کھیتی باڑی شروع کی لیکن ابھی فصل پکنے نہ پائی تھی کہ اسی حالت میں چھوڑ کر آپ نکل جاتے' چنانچہ بیل بھی جو چاہتا لے جاتا' کسی کے سپرد نہ کرتے اور جذباتِ الٰہی میں اِدھر اُدھر کی سیر کو چل دیتے' آپ مع اہل و اطفال اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے"۔

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ فرمایا کرتے:

"فاقہ کی رات فقیر کے لیے معراج کی رات ہوتی ہے' فاقہ کی رات فقیر کو اللہ تعالیٰ کا وصال ہوتا ہے"۔

مزید تحریر فرماتے ہیں:

"اگرچہ مغل بادشاہوں کی طرف سے شاہ جہان کے عہد سے دریائے چناب کے کنارے صوبہ ملتان میں شورکوٹ کے پرگنہ سے متعلق ایک وسیع جاگیر جس میں اینٹوں سے تعمیر شدہ قلعہ بھی شامل تھا اور جس میں کئی آباد کنوئیں جاری تھے اور ہزارہا بیگھہ بارانی زمین شامل تھی' ملی ہوئی تھی'

نیز بزرگوں کی زبانی سنا ہے کہ پچاس ہزار بیگھہ سے زیادہ زمین اس جاگیر میں تھی لیکن حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں اس جاگیر کی مطلق پروانہ کی اور محض فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اختیار کیا اور تارک و فارغ رہے"۔

(واللہ اعلم)

آپ رحمۃ اللہ علیہ حضور رسولِ رحمت نبیءِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ ذی شان:

اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ ۔

"فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے"۔

کے رنگ میں کامل طور پر رنگے ہوئے تھے۔

آپ قدس سرہٗ کا حلیہ مبارک

شیخ سلطان حامد رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

''اس بات کا یقین کرنا چاہیے کہ جو کچھ اس مسکین (سلطان حامد) نے اپنے بزرگوں سے تحقیق کیا ہے وہ بالکل سچ ہے نیز اہل مراقبہ اور اہل کشف سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت شیخ سلطان باہو قدس سرہٗ کا سرمبارک متوسط درجہ کا گول نہ بہت بڑا نہ چھوٹا تھا' اکثر سر کے بال منڈوا دیا کرتے' آپ کی پیشانی فراخ' پلکیں اور بھنویں گھنی بڑی بڑی' موٹی اور چمکدار تھیں' آنکھیں سیاہ اور سفیدی میں سرخ رگیں بکثرت تھیں بلکہ بسبب جلال مست تھیں' ناک مبارک بلند' خوبصورت اور ستواں تھی' رخسار پر گوشت موزوں نہ بالکل گول نہ اندر کو دھنسے ہوئے بلکہ متوسط درجے کے تھے' ٹھوڑی نہ بہت لمبی تھی نہ بہت چھوٹی جس سے چہرۂ مبارک نہایت خوبصورت معلوم ہوتا تھا' ریش مبارک گھنی تھی' تریسٹھ سال کی عمر میں آپ داڑھی میں مہندی لگایا کرتے مگر سارے بال سفید نہ تھے' گو ٹھیک معلوم نہیں کہ سفید بال زیادہ تھے یا سیاہ' لیکن اغلب ہے کہ سیاہ زیادہ تھے' آپ کا سینہ مبارک جو انوارِ الٰہی کا مصدر تھا فراخ اور خوبصورت تھا' بازو موٹے اور مضبوط' آپ کا تمام بدن مبارک ایسا موزوں تھا کہ عاشق لوگ آپ کے جمال مبارک پر نگاہ جمائے رکھتے تھے''

آپ قدس سرہٗ کے احباب عرض کیا کرتے کہ

''آپ اپنا بدن مبارک ڈھانپ کر رکھا کریں ایسا نہ ہو آپ کو نظر لگ جائے''۔

سینہ مبارک پر بال تھے لیکن بہت زیادہ نہ تھے بلکہ متوسط درجے کے تھے اور بہت بھلے معلوم ہوتے تھے، جسم مبارک کا گوشت نہ زیادہ تھا نہ کم، ہڈیاں گو موٹی تھیں لیکن گوشت میں چھپی ہوئیں، انگلیاں قد کے مطابق قدرے لمبی تھیں اور چہرۂ مبارک کا رنگ زیادہ مسافرت اور ریاضتوں کی وجہ سے سانولا ہو گیا تھا، چہرۂ مبارک پر ایک نورانی چمک ہویدا تھی"۔

آپ قدس سرہٗ کی ازواجِ محترمات

حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کی چار ازواجِ محترمات تھیں۔

ایک زوجہ حضرت غوث الملک، شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا قدس سرہٗ کے خلیفہ مخدوم برہان رحمۃ اللہ علیہ مخدوم والا کے خاندان سے تھیں۔

دوسری زوجہ ہم کفو یعنی اعوان قوم سے تھیں۔

تیسری زوجہ بھی قرابت داروں (اعوان قوم) سے تھیں۔

جبکہ چوتھی زوجہ ملتان کے ہندو ساہوکاروں کے خاندان سے تھیں، جو حضرت غوث بہاؤالدین زکریا قدس سرہٗ کے مزار اقدس پر حاضری کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے بطور کرامت عطا ہوئی تھیں۔ تفصیل گزشتہ صفحات پر بیان ہو چکی ہے۔

آپ قدس سرہٗ کی چار ازواج کا ہونا کوئی اہم یا حیران کن واقعہ نہیں ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۔ (النساء:۳)

"تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں پسند آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار"۔

نکاح کرنا دنیاوی نہیں دینی معاملہ ہے کیونکہ امیر المؤمنین اسد اللہ الغالب سیدنا علی المرتضیٰ ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ صحابہ کرام میں سب سے بڑھ کر زاہد تھے لیکن پھر بھی زیادہ نکاح کرتے تھے چنانچہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وفات کے

ساتویں روز ایک اور نکاح کیا، اگر نکاح کرنا دنیاوی معاملہ شمار ہوتا تو جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہرگز ایسا نہ کرتے اس لیے کہ آپ کو کسی دنیاوی مال ومتاع سے رغبت نہ تھی بلکہ نفرت تھی، آپ دنیاوی مال ومتاع کو ترک کر دیا کرتے تھے۔

(انیس الواعظین: باب النکاح)

امیر المؤمنین امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہما نے بکثرت نکاح کیے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''کثیر عورتوں سے نکاح کرنا دنیا میں شامل نہیں''۔

پس ثابت ہوا کہ زیادہ نکاح کرنا دین میں داخل ہے نہ کہ دنیا میں اگرچہ ظاہری طور پر اس کام میں نفسانی حظ دکھائی دیتا ہے لیکن حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب ہے کیونکہ یہ انسان کی پیدائش کا باعث ہے جو کہ اشرف المخلوقات ہے اور اس میں ثواب ہی ثواب ہے۔

پس اولیاء اللہ کے افعال بہت ارفع واعلیٰ ہیں کہ ان سے شریعت کی فضیلتیں بھی حاصل ہوتی ہیں اور طریقت کے درجات بھی اور ان میں عدل وانصاف اور مساوات کی صفات عام لوگوں کی نسبت بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں نیز یہ لوگ حکم اور الہام کے بغیر کوئی فعل سرانجام نہیں دیتے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

◆ ◆ ◆ ◆ ◆

کرامات

برہمن طبیب کا قبولِ اسلام

حضرت شیخ سلطان حامد قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

> ”میں نے شورکوٹ کے اردگرد کے معتبر لوگوں کی زبانی سنا ہے کہ ایک دفعہ جب سلطان العارفین' سلطان باہو قدس اللہ سرہٗ بیمار ہوئے تو مریدوں نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو فلاں برہمن طبیب کو علاج کے لیے حاضرِ خدمت کیا جائے؟ فرمایا: بہتر! جب مرید برہمن مذکور کے پاس گئے اور مدعا بیان کیا تو اس نے کہا: میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں وہاں گیا تو مسلمان ہو جاؤں گا' آپ لوگ ان کا قارورہ یہاں بھیج دو۔ جب قارورہ لے کر گئے تو قارورہ دیکھتے ہی برہمن طبیب مسلمان ہو گیا“۔ ”وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ“

آپ کی یہ کرامت گردونواح میں بہت مشہور ہے' میں نے خود سنی ہے اور یہ تو اپنی آنکھوں دیکھا ہے اور ہزار عام و خاص دیکھتے ہیں اور ان شاء اللہ قیامت تک دیکھتے رہیں گے کہ ہزاروں لوگ مزارِ مقدس کی زیارت کے لیے جاتے ہیں تو اکثر خانقاہ میں داخل ہوتے ہی اور مزار شریف کی زیارت کرتے ہی بے اختیار ذاتِ الٰہی کے شوق (و محبت) میں رونے لگ جاتے ہیں اور ذکرِ جہر ان کی زبانوں سے جاری ہو جاتا ہے' سینکڑوں بانصیب آدمی صاحبِ حال' زندہ دل' صاحبِ تاثیر' ذاکرِ قلبی اور ذاکر روحی ہو جاتے ہیں اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے' جو سمجھ گیا سمجھ گیا' جس نے آزمایا آزمایا ”لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ“ یہ

کرامت ازلی فیض کا نتیجہ ہے' قادری مشائخ کا فیضان ابدالآباد تک رہے گا'

(انشاءاللہ)

ایک نظر میں لامکاں تک پہنچا دیا

ایک دن حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ چولستان کی سیر کو نکلے' آپ کی نگاہ دور ایک شخص پر پڑی جو ایندھن باندھ رہا تھا' آپ سیر کرتے ہوئے آگے نکل گئے' جب لوٹے تو ایک مقام پر کھڑے ہو گئے اور دیر تک کھڑے رہے۔

درویشوں نے عرض کیا: حضرت! آپ کو یہاں کھڑے کافی دیر ہو گئی ہے' کیا اس کی کوئی ''خاص'' وجہ ہے؟

فرمایا: اس طرف کسی ولی اللہ کا مزار یا روح ہے جس سے نورِ آسمان تک پہنچ رہا ہے۔ آپ قدم قدم اس نور کی سمت چلنے لگے' وہاں پہنچے تو دیکھا ایک شخص بے ہوش پڑا ہے اور ایندھن کا گٹھا اس کے پاس رکھا ہے' آپ نے اپنا دست مبارک اس کے سر پر رکھا' وہ شخص لحہ بھر بعد ہوش میں آیا۔

آپ نے پوچھا: کیا حال ہے؟

اس نے عرض کیا: حضرت! شاید کل آپ ہی اس راہ سے گزرے تھے کہ میں نے آپ کو دیکھا پھر مجھے کچھ خبر نہیں رہی۔

بے ریاضت گنج مے بخشد فقر
مے رساند لامکاں بایک نظر

(فقیر ریاضت اور محنت کے بغیر خزانے عطا کرتا ہے اور ایک ہی نظر میں لامکاں تک پہنچا دیتا ہے)

آپ قدس سرہٗ اپنی تصانیف میں فرماتے ہیں کہ اس فقیر نے بے شمار طالبوں کو ایک قدم پر خدا رسیدہ کیا ہے' جن کے حالات کی کسی کو خبر نہیں۔ فرماتے ہیں:

از برائے طالباں من راہبر
انتہائش مے رسانم بانظر

(میں سچے طالبوں کے لیے راہبر ہوں' میں انہیں ایک نظر میں انتہا تک پہنچا دیتا ہوں)

ایک تنگ دست سید صاحب کی حاجت روائی

جن دنوں حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ شور کوٹ کے گردونواح میں کھیتی باڑی کیا کرتے تھے' ایک خاندانی سفید پوش سید نے غربت و افلاس سے مجبور ہو کر کسی بزرگ کی خدمت میں اپنی حالت زار بیان کی کہ اب تو بس سفید پوشی ہی رہ گئی ہے' مفلسی حد سے گزر گئی اور فقر و فاقہ میں بسر ہوتی ہے' قرض خواہوں کا دروازے پر ہجوم رہتا ہے اور بچوں کی شادی اور کارِ خیر مفلسی کے باعث ملتوی ہو رہے ہیں' ظاہراً سفید پوشی ہے اور پردے کے اندر خاک بھی نہیں' میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ مردانِ خدا کی دعا اور نگاہِ کرم کے بغیر یہ مشکل آسان نہیں ہو سکتی اور نہ ہی افلاس کے اس گرداب سے نکل سکتا ہوں۔

اس مردِ خدا نے مصیبت زدہ سفید پوش کو نوید خوش کُن دی کہ ایسا مردِ مکمل اور مشکل کشائے کامل دریائے چناب کے کنارے قصبہ شورکوٹ میں ہے' تمہاری یہ مشکل ان کی دعا سے حل ہو گی اور ان شاء اللہ کلفت راحت میں بدل جائے گی۔

وہ مفلوک الحال شخص اپنے رفقاء کے ہمراہ سفر کرتا ہوا قصبہ شورکوٹ میں آیا اور پوچھتا پوچھتا حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ کو ہل چلاتے ہوئے دیکھا۔

یہ منظر دیکھ کر اس کا دل ٹوٹ سا گیا اور ایک مایوسی کی کیفیت طاری ہو گئی' سوچنے لگا کہ بے کار سفر کی صعوبت برداشت کی' میں غربت و افلاس کے ہاتھوں پریشان تھا اور مدد کی امید پر یہاں حاضر ہوا تھا لیکن جو شخص خود مفلسی میں گرفتار ہے

اور ہل چلا رہا ہے وہ میری کیا مدد کرے گا۔

یہ سوچ کر ابھی لوٹا ہی تھا کہ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے اسے آواز دی:

''اے فلاں سید!

فلاں علاقہ سے اس قدر فاصلہ طے کر کے آیا ہے اور سفر کی تکالیف اور شدائد کو برداشت کیا ہے تو ہم سے ملاقات کیے بغیر کیوں جا رہا ہے؟''

حضرت کی یہ بات سن کر اس کے دل میں خوشی کے پھول کھل اُٹھے' دل میں کہنے لگا کہ خیر کام کا بننا تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ مردِ خدا تو کامل ملا ہے۔ فوراً واپس مڑا' گھوڑے سے اتر کر آداب بجا لایا اور دست بستہ ہو کر صورتِ حالات بیان کی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''سید صاحب! تھوڑی دیر میرا ہل چلاؤ میں حاجتِ بول سے فارغ ہو لوں''۔

اس سید نے ہل چلانا شروع کیا' آپ فراغتِ بول کے بعد آ کھڑے ہوئے اور جس ڈھیلے سے بول کی طہارت کی تھی' اسی کھیت میں جس میں ہل چلا رہے تھے' دے مارا جس سے اس کھیت کے تمام ڈھیلے اور مٹی سونا بن گئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''سید صاحب! اپنی حاجت کے مطابق یہاں سے سونا اٹھا لو''۔

سید صاحب نے اپنے گھوڑے کو خالص سونے سے لاد لیا اور یہ شعر کہتے ہوئے اپنے علاقہ کو لوٹ گئے

نظر جنہاں دی کیمیا' سونا کردے وَٹ
قوم اُتے مَوقوف نَیئں' کیا سید کیا جَٹ

''جن لوگوں کی نگاہ کیمیا ہے اور اکسیر کی خاصیت رکھتی ہے' وہ ایک ہی

نگاہ سے مٹی کو خالص سونا بنا دیتے ہیں' یہ ذاتِ الٰہی کا فیض ہے خواہ سید ہو یا جٹ"۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس سفید پوش سید صاحب کو ان کا نام لے کر پکارا تو اس کی وجہ یہ تھی کی اولیاء اللہ جب اللہ قادر و قدیر کے فضل و کرم سے ضرورت مندوں اور محتاجوں کو فیض یاب کرنا چاہتے ہیں تو ایسا کرنے سے ضعیف الاعتقاد لوگوں کو اپنی جانب کھینچتے ہیں اور ان کے قلب و ذہن میں ایک طرح کا اعتماد پیدا کر کے انہیں بامراد کرتے ہیں۔

جب اولیائے کرام کو حکم ہوتا ہے کہ تم عام لوگوں کو اللہ رحمٰن و رحیم کی طرف بلاؤ یا فیضیاب کرو تو ان کی کم فہمی کو کامل فہمی اور ان کے اعتقاد کی پختگی کی ضرورت کے تحت ان کے دلوں کو اپنی جانب مائل کرنے اور انہیں فیض پہنچانے کی خاطر ایسا کرتے ہیں کیونکہ ایسا کرنا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے ورنہ جو نفوسِ قدسیہ ہمہ وقت دیدارِ الٰہی کے مست اور بحرِ وحدت میں مستغرق ہوں' انہیں عوام پر خود کو ظاہر کرنے کی کیا حاجت کہ انہیں کشف و کرامات دکھائیں۔

پس محض خلق خدا کو حق کی طرف بلانے کے لئے غافلوں اور سنگ دلوں کو روحانی کشش سے اپنی جانب کھینچ کر توجہ کے سنگ پارس اور نظر کیمیا اثر سے ان کے وجود کے لوہے کو زرِ خالص بنا دیتے ہیں یا ان کے قلوب و اذہان کی قابلیت اور ان کی استعدادِ قلب کے موافق انہیں مطالب تک پہنچاتے ہیں اور محض اس ضرورت کے واسطے حکم الٰہی کے مطابق "محویت فی اللہ" اور "سیر فی الذات" کے ارفع و اعلیٰ مقامات سے نزول فرما کر مجبوراً:

اِنَّ اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قَبَائِیْ لَا یَعْرِفُهُمْ غَیْرِیْ ۔

"بے شک میرے اولیاء میری قبا تلے ہیں انہیں میرا غیر نہیں پہچان سکتا"

کے حجاب سے نکل کر خلق خدا کو فیضیاب کرتے ہیں ورنہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ

والسلام اور ان کی ارواحِ مقدسہ اور ان کی ذات منبع فیوضات کو کیا حاجت کہ دیدارِ الٰہی کے شوق اور بحرِ وحدتِ الٰہی کے استغراق جیسے عالی مقامات سے نزول فرمائیں۔

سلطان حمید رحمۃ اللہ علیہ پر نظرِ عنایت

ایک مرتبہ حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ بھکر کے گردونواح کی سیر کے لیے نکلے اور اکیلے ہی بھکر کے باہر تشریف لے گئے' اس وقت آپ کے ہمراہ صرف آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ سلطان حمید بھکر والے تھے۔

حضرت سلطان العارفین قصبہ سے باہر مشرق کی طرف میدان چول سے ایک ویران ٹیلے پر پہنچے' جب آپ نے بیٹھنے کا ارادہ کیا تو فوراً ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا:

> ”حمید! اس ٹیلے سے فوراً اتر آؤ کہ یہ کسی ظالم کا مکان ہے“۔

بعد ازاں آپ قدس سرہٗ ایک اور جگہ ریت کے میدان میں سوئے اور اپنا سر مبارک سلطان حمید کے زانو پر رکھا اور ایک گھڑی آرام کیا' جس سے آپ کا بدن مبارک خاک آلود ہو گیا' سلطان حمید رحمۃ اللہ علیہ کے دل کو بہت رنج و غم ہوا کہ

> ”کاش! میرے پاس دنیاوی دولت ہوتی تو آج میں بھی اپنے مرشد اور ہادی کا بستر اطلس اور مخمل کا بنواتا' چونکہ میں مسکین ہوں اس لیے میرے ہادی کا جسم مبارک خاک آلود ہوا ہے“۔

اتنے میں حضرت قدس سرہٗ نے اپنا سر مبارک ان کے زانو سے اٹھایا اور فرمایا:

حمید! تو نے کیا خیال کیا؟

حضرت سلطان حمید رحمۃ اللہ علیہ نے عرضِ حال کیا۔

فرمایا: آنکھیں بند کر۔

حضرت سلطان حمید رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھیں کیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ میں ایک باغ میں ہوں جس میں ایک مجلس دیبا کے فرش و فروش سے آراستہ ہے اور اس میں

ایک خوبصورت عورت جڑاؤ زیور اور ریشمی لباس پہنے میری (سلطان حمید) طرف رغبت کرتی ہے اور کہتی ہے مجھ سے نکاح کر لو۔

سلطان حمید رحمۃ اللہ علیہ کے بقول:

میں نے اسے اشارہ اور نرم زبان سے کہا:

”دور دور، ادب کا مقام ہے، میں اپنے ہادی کی خدمت میں حاضر ہوں
میرے پاس نہ آ، دور ہو جا“

حضرت سلطان حمید نے مراقبہ سے سر اٹھایا تو حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا:

”حمید! تو نے کیا دیکھا؟“

حضرت سلطان حمید نے جو کچھ دیکھا تھا، عرض کیا۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”حمید! تو جو دنیاوی مال کے نہ ہونے کی اپنے دل میں شکایت اور غم کرتا تھا، یہ جو کچھ تو نے دیکھا، یہ دنیا تھی، کیوں اسے قبول نہ کیا، اگر اس کو قبول کر لیتے تو مال و دولت تمہارے گھر سے کبھی ختم نہ ہوتا“۔

حضرت سلطان حمید نے عرض کیا:

”یا مرشد کامل! میں اللہ تعالیٰ سے اس کی ذات کا نور چاہتا ہوں، میں مال و دولت نہیں چاہتا“۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”فقر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا اثر تیرے خاندان سے نہیں جائے گا“۔

ایک بچی پر نظرِ شفقت

ایک مرتبہ حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ چند درویشوں کے ہمراہ ڈیرہ غازی خان کی جانب سفر کر رہے تھے کہ دریائے سندھ کے پاس موضع ”جھمری“ پہنچے یہ

گاؤں ایک مشہور صاحب کشف و کرامت بزرگ حضرت غیاث الدین تیغ براں رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے متصل ہے، حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ جب درویشوں کے ہمراہ وہاں پہنچے تو وقت چاشت تھا، حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ہمراہی درویشوں کی خدمت گزار ایک عورت کے مہمان ہوئے، وہ عورت اور درویش کھانے کی تیاری میں مصروف ہو گئے، اس عورت کی شیر خوار بچی جو قریب ہی جھولے میں سو رہی تھی، اچانک اس نے جاگ کر رونا شروع کر دیا۔

وہ عورت کہنے لگی:

حضرت! ذرا جھولے کو ہلا دیں تا کہ بچی چپ ہو جائے۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ بچی کے جھولے کو ہلانے لگے اور ساتھ ہی آپ کی زبان مبارک سے "اللہ ھو اللہ ھو" کا ورد جاری ہو گیا۔

بچی نہ صرف خاموش ہو گئی بلکہ اس کا قلب جاری ہو گیا اور بعد ازاں وہ ولیہ کاملہ بنی، اس بچی کا نام فاطمہ تھا اور وہ قوم بلوچ مستوئی سے تھی، ان کا مزار قصبہ فتح خان کے قریب ہے اور ہزارہا لوگ وہاں حاضری دیتے ہیں اور روحانی فیوض و برکات سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔

ہندو سنیاسیوں کا مشرف بہ اسلام ہونا

ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سڑک کنارے لیٹے ہوئے تھے کہ ہندو سنیاسیوں کا ایک گروہ وہاں سے گزرا، آپ بدستور لیٹے رہے، ان سنیاسیوں میں سے ایک تحقیر آمیز انداز میں آپ کو پاؤں کی ٹھوکر لگا کر کہنے لگا:

ہمیں راستہ بتاؤ؟

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھتے ہی فرمایا:

"لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)"

سنیاسیوں کا گروہ کلمہ طیب کی ایک ہی ضرب اور آپ کی نگاہِ کرامت کے اثر

سے نہ صرف مشرف باسلام ہوا بلکہ اولیاء اللہ کے زمرے میں شمولیت کی سعادت بھی پائی اور یہ بات مشہور ہوگئی کہ وہ تمام ابدال ہو گئے ہیں۔

حضرت سلطان نورنگ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

ایک مرتبہ دورانِ سفر حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کا گزر علاقہ دامن کوہ غربی جبل اسود کی جانب ہوا' علاقہ مذکور میں ایک کم عمر لڑکا چراگاہ میں جانور چرا رہا تھا' آپ قدس سرہٗ نے فیضِ ازلی کے جذبات کے تحت اس لڑکے پر نظرِ توجہ فرمائی اور ایک ہی نظر سے اس کے دل کا عالم بدل ڈالا' وہ بچہ حالتِ جذب میں بے اختیار آپ کے گرد محوِ رقص ہو گیا' ایک نور تھا جو آپ قدس سرہٗ کے وجود پاک اور نگاہِ فیض رساں سے اس کے باطن کو منور و تاباں کر گیا۔

آپ قدس سرہٗ جانبِ منزل روانہ ہوئے' تھوڑی دیر چلنے کے بعد عقب میں قدموں کی چاپ محسوس ہوئی' مڑ کر دیکھا تو وہ لڑکا بھی خراماں خراماں چلا آ رہا ہے۔

آپ قدس سرہٗ نے فرمایا:

اے لڑکے! تم اپنا کام کرو' ہمیں اپنا کام کرنے دو۔

لڑکے نے عرض کیا:

حضور! اب میرا یہاں کیا کام۔

آپ نے فرمایا: تمہارے جانوروں کا کیا ہوگا؟

لڑکے نے کیفیتِ جذب میں عرض کیا:

جن کے جانور ہیں وہ جانیں۔

حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ نے اس لڑکے کو بہت سمجھایا کہ وہ اپنے ارادہ سے باز آ جائے لیکن بے سود' حتیٰ کہ آپ اس لڑکے کو ہمراہ لے کر کوہ شمال کی جانب روانہ ہو گئے۔

حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کی الفت کا اسیر یہ لڑکا عقیدت و محبت میں ثابت

قدم رہا، آپ کا خلیفہ ہونے کا اعزاز پایا اور سلطان نورنگ کھیتران کے نام سے معروف ہوا (رحمۃ اللہ علیہ)

برأتِ عاشقاں بَرشاخِ آہو

حضرت سلطان باہو قدس اللہ سرہٗ ایک مرتبہ کوہ شمالی کے جنگلات سے گزر کر ایک زرخیز پہاڑی علاقہ میں تشریف لے گئے جس کا نام ''کلر کہار'' ہے، اس مقامِ تنہائی کو سرسبز و شاداب اور پاکیزہ دیکھ کر حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ پر حالتِ جذب طاری ہو گئی، آپ ذاتِ الٰہی کے انوار کی تجلیات میں محو ہو گئے، یہ استغراقی کیفیت مسلسل تین دن اور تین رات تک برقرار رہی، یہ ایک ویران اور غیر آباد علاقہ تھا اور یہاں کھانے پینے کو کچھ بھی دستیاب نہ تھا۔

حضرت سلطان باہو کے مرید و خادم و رفیقِ سفر حضرت سلطان نورنگ کھیتران جو راہِ سلوک کے نئے مسافر اور ریاضت و مشقت کے ابتدائی مرحلہ میں تھے، بھوک اور پیاس کی شدت ناقابلِ برداشت ہوئی تو اضطراری حالت میں فریاد کرنے لگے:

''الجوع الجوع، العطش العطش''۔

بھوک بھوک، پیاس پیاس۔

حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ نے مراقبہ سے سر مبارک اٹھا کر فرمایا:

اے نورنگ!

''برأتِ عاشقاں برشاخِ آہو''

آپ کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ پہاڑ کی جانب سے ایک ہرن ظاہر ہوا، جس کے سینگوں پر کھانے کا خوان رکھا تھا اور گردن میں پانی سے بھرا ڈول لٹک رہا تھا۔ حضرت سلطان باہو نے اپنے چہیتے مرید حضرت نورنگ کو حکم دیا:

''اللہ کی عطاء کردہ نعمتوں سے کھاؤ''

یہ فرما کر خود بھی روزہ افطار کیا۔

حضرت سلطان نورنگ کھیتران نے اپنے شیخ کامل کے فرمائے ہوئے مصرع پر اوّل مصرع ایزاد کیا، یعنی:

عجب دِیدم تماشا، شیخ باہو
برأتِ عاشقاں برشاخِ آہو

"اے شیخ باہو! میں نے عجیب تماشا دیکھا کہ عاشقوں کا حصہ ہرن کے سینگ پر تھا"۔

حضرت سلطان نورنگ رحمۃ اللہ علیہ نے تیس سال تک اپنے شیخ، اپنے مرشدِ کامل کی سفر و حضر میں خوب خوب خدمت کی، حتیٰ کہ گوہرِ مقصود کو پالیا، فائز المرام ہوئے، مقامِ محبوبیت ملا اور تاجِ خلافت سے سرفراز ہوئے۔

حضرت سلطان باہو قدس اللہ سرہٗ نے ان کے متعلق فرمایا:

"جتھ اعوان تتھ کھتران"

یعنی جہاں اعوان وہاں کھتران۔

حضرت سلطان نورنگ کھتران رحمۃ اللہ علیہ کا مزارِ مبارک جبلِ اسود کے دامن میں ڈیرہ اسمٰعیل خان کے قریب ایک قصبہ "وصوا" میں آج بھی زیارت گاہِ ہر خاص و عام و مرجع خلائق ہے۔

حضرت سلطان باہو اور حضرت شیر شاہ رحمۃ اللہ علیہما

حضرت سلطان العارفین سخی سلطان باہو قدس اللہ سرہٗ نے دورانِ سیاحت ایک گاؤں میں قیام فرمایا، اس گاؤں میں ایک بزرگ حضرت شیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ اقامت پذیر تھے، حضرت سلطان باہو قصبہ سے باہر بحالتِ مراقبہ تشریف فرما ہوئے، اس وقت حضرت شیر شاہ صاحب کے درویش وہاں لکڑیاں وغیرہ لینے کے لیے آئے، ان میں سے ایک درویش آپ کے قریب پہنچا تو اس کا قلب جاری ہو گیا اور اس کے روئیں روئیں سے "اللہ اللہ" کی آواز آنے لگی، دوسرے کی بھی یہی حالت ہوئی، تیسرا بھاگتا

ہوا اپنے مرشد کے پاس حاضر ہوا اور تمام واقعہ بیان کیا۔

چنانچہ حضرت شیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے دیگر درویشوں کے ہمراہ آپ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ آپ ایک ٹیلہ پر جلوہ افروز اور ذکرِ حق میں مشغول ہیں۔

حضرت شیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

> ”میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کچہری میں جاتا ہوں مگر میں نے آپ کو وہاں کبھی نہیں دیکھا‘ آپ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ آج رات دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں گے تو حقیقت آپ پر آشکارا ہو جائے گی‘ چنانچہ رات کو حضرت شیر شاہ صاحب دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو حضرت سلطان باہو کہیں نظر نہ آئے البتہ ایک شیر خوار بچے کو دیکھا کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آستین مبارک سے نکل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں کھیلنے لگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک بچے ہی کی طرح پیار فرمایا‘ پھر وہ بچہ باری باری خلفاءِ راشدین‘ اصحابِ کبار‘ حضراتِ حسنین کریمین‘ حضور غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی اور دیگر حاضرین‘ انبیاء و مرسلین اور اولیاءِ کاملین کی گود میں کھیلتا رہا‘ بعد ازاں وہ نوری حضوری بچہ حضرت شیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی داڑھی مبارک سے کھیلنے لگا اور اس دوران ان کی ڈاڑھی کے دو بال نکال لیے جس سے حضرت شیر شاہ صاحب نے درد محسوس کیا لیکن پاسِ ادب سے بول نہ سکے پھر وہ نوری حضوری بچہ تمام حاضرین بزمِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں کھیلتے کھیلتے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک میں آ گیا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آستینِ پاک میں داخل ہو کر غائب ہو گیا۔

دوسرے دن صبح سویرے حضرت شیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ اس ٹیلے پر پہنچے اور

آتے ہی غضب ناک لہجے میں گویا ہوئے کہ:

"رات میں نے آپ کو دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں دیکھا"

اس پر حضرت سلطان باہو قدس اللہ سرہٗ نے ان کی داڑھی کے دونوں بال ان کو تھما دیئے، وہ ان بالوں کو دیکھ کر معذرت خواہ ہوئے اور پھر ایک دوسرے کے ہمراز و ہم جلیس بن گئے"۔

اندر ھو باہر ھو

حضرت شیخ جنید قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے شیخ کالو جو حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے، شور کوٹ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کی سعادت کے لیے آئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ کے اندر "ھو" کے ذکر کی آواز سنی، شیخ کالو بغرضِ زیارت حجرہ کے اندر داخل ہوئے، نگاہ کی تو کچھ نظر نہ آیا، سوچ میں پڑ گئے اسی اثناء میں باہر سے "ھو" کی آواز آنے لگی، آپ باہر گئے تو کسی کو نہ دیکھا، پھر اندر سے "ھو" کی آواز آنے لگی۔

شیخ کالو متعدد بار اندر باہر جانے آنے کے بعد سوچ میں گم خاموش کھڑے ہو گئے، زیارت کے انتہائی شوق اور تمنا کے سبب آہ بھر کر یہ شعر کہا:

اندر ھو باہر ھو، ھو کتھ لبھیندا
ھو دا داغ محبت والا، دم دم نال سڑیندا

(اندر بھی ھو ہے باہر بھی ھو ہے لیکن ھو کہاں سے ملتا ہے؟ ھو کا محبت بھرا داغ ہر دم (دل کو) جلاتا رہتا ہے)

جب شیخ کالو کی زبان سے یہ شعر نکلا تو حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے شفقت و مہربانی فرمائی اور شعر ارشاد ہوا:

جتھے ھو کرے رشنائی، چھوڑ اندھارا ویندا
دو ہیں جہان غلام تھیندے باہو جیہڑا اھونوں صحیح کریندا

(جہاں پر ھو روشنی کرتا ہے وہاں سے اندھیرا دور ہو جاتا ہے

اے باھو! جو شخص ھو کو صحیح کر لیتا ہے، دونوں جہاں اس کے غلام ہو جاتے ہیں)

حضرت سلطان باھو قدس سرہٗ نے ازراہِ لطف و کرم وہ حجاب جو درمیان میں تھا، ہٹا کر اپنی ذات بابرکات کے دیدار سے شیخ کالو کو مشرف فرمایا۔

حضرت لعل شاہ کا واقعہ

ایک مرتبہ حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ درویشوں کے ہمراہ سیر و سیاحت کرتے ہوئے ایک علاقہ سنگھڑ سے گزرے، یہاں پر ایک صاحبِ حال بزرگ حضرت شیخ اسمٰعیل قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی سکونت تھی جو حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور حضرت شیخ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔ حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ سنگھڑ سے ہوتے ہوئے جھنگ تشریف لے گئے اور وہاں رات کو ایک مسجد میں قیام کیا۔

اتفاقاً ایک سات سال کا بچہ لعل شاہ مسجد میں آیا اور حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے سے اتفاقاً گزرا، آپ نے ایک ہی نظر کیمیا اس بچے پر ڈالی تو وہ اپنا سارا کام چھوڑ کر رات بھر حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھا رہا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بارہا اس بچے سے کہا کہ تم اپنے گھر جاؤ تمہارے والدین تمہارے لیے پریشان ہو رہے ہوں گے۔

لعل شاہ نے غمزدہ لہجے میں عرض کیا کہ

"میرے لیے کوئی پریشان نہ ہوگا، اب وہی میرا گھر ہے جہاں آپ رہتے ہیں"۔

صبح ہوتے ہی لعل شاہ کے رشتے دار اس کو تلاش کرتے ہوئے مسجد میں آ پہنچے انہوں نے دیکھا کہ لعل شاہ، حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں موجود

ہے' انہوں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح لعل شاہ گھر واپس چلا جائے مگر لعل شاہ کسی بھی حالت میں راضی نہ ہوا اور اس نے صاف انکار کر دیا۔

لعل شاہ کے عزیز و اقارب نے واپس جا کر لعل شاہ کے والد حضرت شیخ بڈھن رحمۃ اللہ علیہ کو آگاہ کیا' شیخ بڈھن شاہ رحمۃ اللہ علیہ' شیخ اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے' اس ساری بات سے آگاہ ہو کر وہ اپنے دوستوں اور مریدوں کے ساتھ مسجد میں حاضر ہوئے اور حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ سے یوں مخاطب ہوئے:

> "شیخ! اس بچے کو اجازت دیں کہ یہ اپنے گھر چلا جائے' اس کی ماں از حد پریشان ہے"۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

> "اے شیخ بڈھن! یہ بچہ تیری ملکیت نہیں بلکہ حق تعالیٰ نے اس کا فیض اور نصیب میرے سپرد فرمایا ہے' اب تم واپس چلے جاؤ اور لعل شاہ کی تربیت اب میں کروں گا"۔

شیخ بڈھن پر حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کا بہت زیادہ رعب طاری ہو گیا اور انہوں نے فوراً ہی دست بستہ ہو کر عرض کیا:

> "یا شیخ! اب لعل شاہ آپ ہی کے سپرد ہے"

شیخ بڈھن نے اتنا کہا اور واپس چلے گئے۔

شیخ بڈھن کا تعلق بزرگوں کے خانوادے سے تھا' وہ ایک امیر کبیر شخص تھے' انہوں نے دو شادیاں کی تھیں اور ان کی پہلی بیوی لعل شاہ کی ماں تھی جبکہ دوسری بیوی نے بڈھن شاہ پر اپنا قبضہ جما لیا تھا جس کی وجہ سے لعل شاہ اور ان کی والدہ دونوں گھر کے ایک گوشے میں رہتے تھے۔

جب لعل شاہ کی والدہ نے اپنے بیٹے کا حال سنا تو حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہِ اقدس میں پیغام بھیجا:

”شیخ! لعل شاہ میرا ایک ہی بیٹا ہے جس کے سہارے میں اپنی زندگی کے دن گزار رہی ہوں اور اگر آپ اجازت دیں تو میں بھی حاضر ہو کر اپنے بیٹے کے ساتھ رہوں“۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”ان سے کہو کہ وہ ایک پردہ دار خاتون ہیں وہ اطمینان سے بے فکر ہو کر گھر کی چار دیواری میں بیٹھی رہیں“۔

لعل شاہ کی والدہ نے دوبارہ اپنے ملازم کو آپ کی خدمت میں بھیجا اور کہلوایا کہ

”حضور! جب آپ کا فیضِ روحانی عام ہے تو پھر مجھے کیوں اس نعمت سے محروم رکھتے ہیں“۔

لعل شاہ کی غمزدہ والدہ کی یہ درخواست سن کر حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”تمہیں ایک دن کے لیے ”سورۂ مزمل“ کا ورد ہی کافی ہے، اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا“۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا تھا کہ لعل شاہ کی والدہ بے حال ہو گئیں اور اس روز کے بعد ان کی زبان سے سورۂ مزمل کا ورد جاری ہو گیا اور وہ دنیاوی کاموں سے بے نیاز ہو گئیں اور دن رات جذب و استغراق کے عالم میں رہنے لگیں، اگر کبھی انہیں روٹی پکانے کا خیال آتا تھا تو روٹی توے پر پڑی جل جاتی تھی۔

کچھ دن قیام کے بعد حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ لعل شاہ کو اپنے ہمراہ لے کر آگے کی جانب روانہ ہوئے اور ایک خادم کو حکم دیتے ہوئے فرمایا:

”میرا کوزہ، میرا مصلّٰی اور میری مسواک لعل شاہ کے حوالے کر دو“۔

حضرت لعل شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے پچیس سال تک اپنے مرشد پاک کی خدمت کی

اور اس طویل مدت میں آپ کا لباس صرف ایک سیاہ کمبل تھا جس کا آدھا حصہ زمین پر بچھا کر اپنا بستر بنا لیتے تھے اور آدھے حصہ کو بطور چادر اوڑھ لیتے تھے، حضرت لعل شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ ننگے سر اور ننگے پاؤں ہی رہا کرتے تھے۔

بالآخر تیس سال کی ریاضت و خدمت کے بعد خلافت سے سرفراز ہوئے اور جب آپ سے رخصت ہونے لگے تو عرض کیا:

”سیدی! مجھے اپنی کوئی چیز تبرک کے طور پر عنایت فرمائیے“

حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”جو کچھ لینا چاہتے ہو وہ لے لو“

جواباً حضرت لعل شاہ نے عرض کیا:

> ”حضرت! میں آپ کے کوزے، مصلیٰ اور مسواک کا امین رہا ہوں، ان میں سے کوئی شے عنایت کر دیجئے تا کہ آپ کی کوئی نشانی میرے پاس ہو“۔

حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی استعمال شدہ مسواک حضرت لعل شاہ کو دے دی اور یہ مسواک آج بھی ان کے خاندان میں موجود ہے۔

بقول حضرت شیخ سلطان حامد قادری رحمۃ اللہ علیہ:

> ”میں نے ڈیڑھ سو سال بعد اس مسواک کو دیکھا اور میں نے اس مسواک کو تازہ پایا اور ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے مسواک کو تازہ تازہ نچوڑا گیا ہو اور یہ مسواک پیلو کے درخت کی تھی“

آپ قدس سرہٗ کا وصال مبارک

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس اللہ سرہٗ کا وصال مبارک بعہد اورنگ زیب عالمگیر یکم جمادی الآخر ۱۱۰۲ھ/۱۶۹۱ء بروز جمعۃ المبارک رات تین پہر گزرے ہوا۔

"اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ"

مزارِ پُرانوار

آپ قدس سرہٗ کو شورکوٹ کے قریب قلعہ قہرگان میں دفن کیا گیا اور یہ آپ کا پہلا مزار پرانوار تھا یہاں آپ نے ستر برس آرام فرمایا۔

جب یہ قلعہ جھنڈا سنگھ اور گنڈا سنگھ جو کہ ملتان کے منتظم تھے، ان کے قبضہ میں آیا تو حضرت شیخ سلطان محمد حسین قدس سرہٗ جو حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کے پوتے اور حضرت شیخ سلطان ولی محمد قدس سرہٗ (حضرت سلطان باہو کے سجادہ نشین اوّل) کے فرزند رشید تھے، اپنے تقویٰ و زہد کے باعث یہاں سے ہجرت فرما گئے۔

حضرت شیخ سلطان محمد حسین قدس سرہٗ کے تشریف لے جانے کے بعد مزارِ مقدس پر بعض فقراء اور خدمت گار ہی رہ گئے۔

کچھ مدت کے بعد ناگاہ دریا میں سیلاب آیا جس سے قلعے کی دیواروں کو نقصان پہنچا اور پانی مزارات تک پہنچ گیا، خدمت گاروں نے دیگر فقراء اور خلفاء کے صندوق تو وہاں سے نکال لیے مگر حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کے جسم اقدس والا صندوق کوشش و تلاشِ بسیار کے باوجود دستیاب نہ ہو سکا۔ مریدین اور خدمت گار نہایت پریشانی کے عالم میں تھے کہ اب کیا کریں کہ حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ نے روحانی طور پر (بذریعہ خواب) ان کی رہنمائی فرمائی کہ

> "پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، اطمینان رکھیں! جو شخص ہمارے جسم کو چھونے کا اہل ہوگا وہ کل صبح یہاں آئے گا اور ہمارا صندوق نکالے گا اور اس اثناء میں دریا غلبہ نہیں کرے گا"۔

مریدین، فقراء اور دیگر متعلقین مطمئن ہو کر صبح کا انتظار کرنے لگے کہ بحکم الٰہی پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔

صبح ہوئی تو ایک شخص ظاہر ہوا جس کے چہرے پر نقاب تھا، اس نے آتے ہی

بلاتردّد اُس جگہ سے آپ کا صندوق نکال لیا جس جگہ سے مریدین اور خدمت گاروں نے مٹی کھود رکھی تھی، یہ منظر دیکھ کر ہزاروں لوگ جمع ہو گئے اور آپ قدس سرہٗ کی زیارت کا شرف حاصل کیا، زائرین نے دیکھا کہ آپ بدستور محو استراحت ہیں اور آپ کی ریش مبارک سے غسل کے قطرے ٹپک رہے ہیں، صندوق کو کھولا گیا تو ایک بے مثل خوشبو اطراف میں دور دور تک پھیل گئی جس سے حاضرین پر وجد کی حالت طاری ہو گئی۔

آپ کے جسم معطر والا صندوق دستیاب ہونے پر اب مریدین و خادمین اس فکر و اندیشہ میں مبتلا ہو گئے کہ اب آپ کا صندوق مبارک کس جگہ دفن کیا جائے کیونکہ دریا کی غربی جانب سب جنگل تھا اور مویشیوں کی چراگاہ تھا، وہاں ایک ویران حویلی تھی جس کے متعلق مشہور تھا کہ جو شخص اس حویلی میں قدم رکھتا ہے بے ہوش ہو جاتا ہے حتیٰ کہ مویشی بھی اس میں داخل ہونے سے کتراتے ہیں۔

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ نے پھر روحانی طور پر حکم فرمایا کہ اس حویلی کے اندر صندوق کو دفن کر دیا جائے، آپ کے حکم کے بموجب ایسا ہی کیا گیا اور آپ کے صندوق مبارک کو سطح زمین سے اوپر رکھ کر اردگرد پختہ اینٹوں سے مزار مقدس بنا دیا گیا، یہ مزار ۱۱۸۰ھ میں تعمیر ہوا اور ایک سو ستاون سال (۱۵۷) تک مرجع خواص و عوام رہا، ہزارہا محبت و عقیدت مند حاضر ہو کر فیوض و برکات سے مالا مال ہوتے رہے۔

جب جھنڈا سنگھ اور گنڈا سنگھ شورکوٹ سے چلے گئے تو آپ قدس سرہٗ کی بعض اولاد پاک پھر اس جگہ آ کر سکونت پذیر ہو گئی۔

موجودہ مزار کی تعمیر کے ایک سو ستاون برس بعد ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء میں ایک مرتبہ پھر دریا میں سیلاب نے زور کیا اور پانی مزار پاک تک آ پہنچا، اس دور میں حضرت شیخ سلطان نور احمد صاحب قدس سرہٗ صاحب سجادہ تھے۔

دیگر خلفاء اور مریدین کے مزارات کے صندوق تو بعد از کوشش دستیاب ہوتے گئے لیکن حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کا صندوق حسب سابق نہ مل سکا‘ جس سے تمام حاضرین کو سخت پریشانی ہوئی۔ حضرت سلطان العارفین باہو قدس سرہٗ کے صندوق کا اس وقت نہ ملنا یقیناً کسی خاص حکمت کے تحت ہی تھا چنانچہ آپ نے رات کو خواب میں اپنی زیارت سے مشرف فرما کر اپنے جسدِ مقدس کے صندوق کی نشاندہی کر کے اس پریشانی اور الجھن کو دور فرما دیا۔

صبح کے وقت اسی مقام سے زمین کھودنے پر آپ کے صندوق کے آثار ظاہر ہو گئے کچھ اور مٹی ہٹائی گئی‘ انتہائی تیز خوشبو پھیلنے لگی حتیٰ کہ حاضرین کا وہاں ٹھہرنا مشکل ہو گیا‘ حضرت صاحبِ سجادہ قدس سرہٗ کے حکم کے موافق شمال مغربی گوشہ میں ایک میل کے فاصلہ پر مزار شریف تعمیر کر کے آپ کے جسد معطر والا صندوق بروز جمعۃ المبارک وہاں دفن کر دیا گیا‘ چھ ماہ کے قلیل عرصہ میں یہاں مسجد اور متعدد حجرے بنائے گئے جو تادم تحریر موجود ہیں‘ آپ قدس سرہٗ کے دربار گوہر بار سے کیا خاص کیا عام سبھی فیوض و برکات حاصل کر رہے ہیں اور انشاء اللہ یہ سلسلہ تا قیام قیامت جاری و ساری رہے گا۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی اولاد

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ کے آٹھ بیٹے تھے:

(۱) حضرت سلطان نور محمد قدس سرہٗ

(۲) حضرت سلطان ولی محمد قدس سرہٗ

(۳) حضرت سلطان لطیف محمد قدس سرہٗ

(۴) حضرت سلطان صالح محمد قدس سرہٗ

(۵) حضرت سلطان اسحاق محمد قدس سرہٗ

(۶) حضرت سلطان فتح محمد قدس سرہٗ

(۷) حضرت سلطان شریف محمد قدس سرہٗ

(۸) حضرت سلطان حیات محمد قدس سرہٗ (یہ کم سنی ہی میں واصل بحق ہو گئے تھے)

حضرت شیخ سلطان نور محمد قدس سرہٗ

بعض فضائل و احوال

شیخ سلطان نور محمد قدس سرہٗ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ کے بڑے صاحبزادے تھے۔

(بعض کی رائے یہ ہے کہ فرزند اکبر شیخ سلطان ولی محمد قدس سرہٗ ہیں)

القصہ حضرت شیخ سلطان ولی محمد قدس سرہٗ ولی عہد اور سجادہ نشین ہیں۔

حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کے وصال کے بعد حضرت سلطان نور محمد قدس سرہٗ نے مزارِ اقدس کے قرب و جوار کو چھوڑ کر دریائے سندھ کے مغربی کنارے کے علاقہ رگرانگ فتح خان میں مع اہل و عیال سکونت اختیار کر لی اور بھائی سلطان ولی محمد کو سجادہ نشین بنایا' آپ علاقہ مذکور میں ایک عرصہ تک بقیدِ حیات رہے اور پورے بیس برس کے بعد بحکم الٰہی انتہائی شوق اور جذبۂ دلی سے اپنے والد بزرگوار قدس سرہٗ کے مزار منور کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔

حضرت سلطان نور محمد رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ رب العزت کا خاص فضل و کرم تھا ایک تو یہ کہ پورے بیس برس بعد ۱۹ ماہِ محرم کو پیر کی شب جب تین پہر گزر چکے تھے تو اپنے صاحب عظمت والد گرامی حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ کے مزار پر انوار و فیض آثار پر حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے اور یہیں وصال فرمایا اور حضرت قدس سرہٗ کے پہلوئے مبارک میں شرف تدفین حاصل کیا۔

دوسرے یہ کہ ایک دن حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ جا رہے تھے اور حضرت

نور محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے پیچھے تھے، حضرت سلطان باہو نے کھڑے ہو کر آپ کو اپنے دست کرامت سے پکڑ کر آگے آگے چلنے کا حکم دیا، سلطان نور محمد نے پاس ادب کی وجہ سے بہت عذر کیے لیکن حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بھی قبول نہ فرمایا اور فرزند پاکباز و نیک خو کو آگے آگے چلنے کا حکم دے کر فرمایا:

"بیٹا! اوپر دیکھو! بفضلِ خدا تمہارا نور عالم بالا سے گزر گیا ہے"۔

اب اس سے زیادہ آپ کی فضیلت کیا بیان ہو، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد بھی بفضلہٖ تعالیٰ علم و عمل میں اہلِ فضل تھی۔

* * *

ولی عہد و سجادہ نشین اوّل

حضرت سلطان ولی محمد قدس سرہٗ

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ نے اپنے فرزند ارجمند سلطان ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ کو دینی علوم اور فن کتابت کی تحصیل کے لیے دہلی اور دیگر مقامات پر بھیجا' آپ علومِ دینیہ اور فن خوشخطی کی تحصیل کے بعد واپس تشریف لائے' فن خوش نویسی میں آپ اس زمانے میں بے نظیر و یکتا تھے' آپ کے مبارک ہاتھوں کے تخلیق کیے ہوئے قطعات خاندان میں سلسلہ بہ سلسلہ منتقل ہوتے آئے ہیں۔

حضرت سلطان ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ پر اکثر حالتِ سُکر کا غلبہ رہتا تھا' آپ کا طریق اور وظیفہ یہ تھا کہ ہمیشہ اپنے پدر بزرگوار کے روبرو بیٹھا کرتے اور حضرت کے جمالِ بے مثال و باکمال کا مشاہدہ فرماتے اور بحرِ عشق میں اس طرح مستغرق ہو جاتے کہ حضرت باہو قدس سرہٗ کے طلعتِ زیبا سے آپ کی نظر نہ ہٹتی۔

ایک دن حضرت سلطان نور محمد نے اپنے والدِ مکرم و معظم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ اپنے جسمِ منور کو چادر یا کرتے سے ڈھانپ کر رکھا کریں کیونکہ ولی محمد ہر وقت آپ کے جسمِ منور کو تکتا رہتا ہے اور ڈر ہے کہ آپ کو نظر نہ لگ جائے۔

حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا:

> "بیٹا! ہمارا اور ولی محمد کا معاملہ کچھ ایسا ہے جس کی کسی کو خبر نہیں' تم اس بحث کو جانے دو کیونکہ اسے بہت بلند مقام حاصل ہے"۔

حضرت سلطان ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ' حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کی ہم کفو زوجہ کے بطن سے تھے' آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اکثر کرامات اور خارقِ عادات کا ظہور

ہوتا رہتا تھا، آپ کی ایک معمولی سی کرامت یہ ہے کہ ایک دن آپ رنگپور کھیڑا کے مضافات میں سیر کو چلے جا رہے تھے کہ چند زمیندار لوگ نیا کنواں کھودنے میں مشغول دیکھے، آپ نے فرمایا کہ یہاں کنواں کھودنا درست نہیں، بے فائدہ ہے۔

انہوں نے عرض کیا:

حضرت! آپ ہی ارشاد فرمائیں کہاں کھودا جائے؟

آپ نے ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر فرمایا:

میرے پاؤں تلے ایک نہایت ہی عمدہ کنواں ہے اسی کو آباد کر لو۔

ان لوگوں نے حسب ارشاد ایسا ہی کیا اور کنواں از سر نو آباد کر کے مستفید ہوئے۔

حضرت سلطان ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ اکثر ایک خاص کیفیت میں سیر و سیاحت کیا کرتے تھے۔

ملتان کے قرب و جوار (کھائی کھپیاں) کا ایک خاندانی رئیس جو صاحب وجاہت و حشمت و منصب اور اہل علم و عمل تھا، کے گھر میں ایک نوجوان معصومہ تھی جو اپنے سراپردے میں لنگر پکایا کرتی تھی، ایک دن ذکر الٰہی میں مشغولیت کے ساتھ ساتھ توے پر روٹی پکا رہی تھی کہ اسی اثناء میں ایک فقیر مست الست، کمبل اوڑھے لکڑی ہاتھ میں لیے آیا اور ایک روٹی اٹھا کر غائب ہو گیا، دوسرے دن بھی ایسا ہی واقعہ رونما ہوا، یہ صورتِ حال دیکھ کر خاتون خوف زدہ ہو گئی اور اپنے باپ سے اس واقعہ کا ذکر کیا، اس کا باپ اس کے روٹی پکانے کے وقت پردے کے پیچھے چھپ گیا، حسب سابق درویش نے آ کر روٹی اٹھائی تو لڑکی کے باپ نے درویش کا ہاتھ تھام کر کہا:

اے درویش! نامحرم بیگانہ اور اہل پردہ خواتین کے گھر میں آنا اور مالکوں کی اجازت کے بغیر کھانا اٹھا کر لے جانا اللہ والوں کا کام نہیں۔

درویش (حضرت سلطان ولی محمد) نے فرمایا:

صاحب! ہم تو اپنے ہی گھر میں آتے ہیں۔

وہ مردِ شریف یہ صاف اور حتمی جواب سن کر سوچ میں پڑ گیا اور پوچھا: کیونکر؟

فرمایا: مراقبہ میں دیکھو۔

جب اس نیک مرد نے مراقبہ کیا تو اسے عالم قدس سے خبر ملی کہ اے فلاں!

> "ہم نے تیری اس معصومہ، نیک دامن کو روزِ ازل سے اس مرد ولی اللہ مسمی سلطان ولی محمد جو سلطان باہو کا فرزند ہے کے لیے نامزد کر چکے ہیں اور یہ مرد درویش اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمہارے گھر آتا ہے، اپنی لڑکی کا نکاح اس سے کر دو"۔

اس مردِ شریف نے مراقبہ سے سر اٹھایا، اشکبار ہو کر آپ کے قدم پکڑ لیے اور عرض کیا کہ آپ ازراہِ شفقت گھر کے مردانہ حصہ میں تشریف لے چلیں اور وہاں کچھ دیر ٹھہریں تا کہ احکامِ شرعی اور عام رسومات بجالائی جائیں اور آپ کی امانت آپ کے حوالے کر کے دونوں جہاں کی سرفرازی حاصل کی جائے۔

حضرت سلطان ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا ہی کیا۔

اس نیک انسان نے اپنے قابلِ اعتماد عزیزوں اور قبیلہ کے بڑے بزرگوں سے اس عجیب معاملہ کا ذکر کیا اور یہ بھید ان پر ظاہر کر کے مختصر سے وقت میں شادی کا کام نپٹا دیا، زوجین کو مبارکباد دی اور اس نیک خاتون کو انتہائی عزت کے ساتھ بطورِ جہیز مال و اسباب دے کر رخصت کیا جبکہ خدمت کے لیے خادم اور دایا بھی ہمراہ کیے، یہ لوگ سفر کے مراحل طے کرتے ہوئے حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ کے مزارِ اقدس کے مقبرہ اولیٰ تک آ پہنچے۔

حضرت شیخ سلطان حامد رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

"سجادہ نشینوں کا خاندان اور ہمارے جدِ امجد حضرت شیخ سلطان ولی محمد

رحمۃ اللہ علیہ کی تمام اولاد اسی نیک دامن بی بی کے بطن سے ہے"

حضرت شیخ سلطان ولی محمد اکثر غلبۂ شوق اور عشقِ الٰہی میں سرشار سیاحت کے لیے بھی جایا کرتے تھے، آخری مرتبہ ڈیرہ غازی خان کے شہر مرٹہ میں حضرت غیاث الدین تیغ براں عادل غازی شہید (رحمۃ اللہ علیہ) کی خانقاہ کے قریب ذوقِ الٰہی کی سرشاری میں پہنچے اور تین شب و روز بڑی مسجد کے قریب ایک سیاہ کمبل اوڑھے جامِ الست نوش کیے حالت سکر میں بیٹھے رہے، لوگ بغرضِ زیارت آپ کے گرد جمع ہوتے لیکن شیخ عالمِ سکر سے عالمِ ہوش میں نہ آتے۔

آخر تیسرے دن بحکمِ الٰہی ہوش میں آئے اور زائرین میں سے ایک کا نام لے کر پکارا:

> "اے محمود قصاب! آگے آؤ، جو کالی گائے تمہارے پاس ہے اسے ہمارے پاس لاؤ اور ذبح کر کے راہِ خدا میں تقسیم کر دو، ہم اس مسجد کے حجرۂ خلوت میں جاتے ہیں، تین دن رات بعد حجرہ میں آنا اور ہماری تجہیز و تکفین وغیرہ کرنا، تم اور تمہاری اولاد ہمارے مزار کی مجاور اور خادم ہوگی اور ہمیں بڑی مسجد کے قریب کے قبرستان میں دفن کرنا"
>
> (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

وہ اللہ کا نیک بندہ جو اپنے ہمسایوں سے بہتر سلوک روا رکھتا تھا، مجاور بنا، بعد ازاں اس کی اولاد کو مزارِ منور کی مجاور اور خادم ہونے کا شرف حاصل رہا، حضرت ممدوح اب تک مشیتِ رب العزت سے اسی مزار پُرانوار میں محو آرام ہیں، سجادہ نشینوں میں سے کسی کو ان کے منتقل کرنے کی مجال نہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند شیخ سلطان محمد حسین اور شیخ سلطان محمد تھے، ایک صاحبزادی تھی جس کا نام معلوم نہیں۔

سجادہ نشین دوم

حضرت سلطان محمد حسین قدس سرہٗ

شیخ سلطان محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ ١١٦١ ہجری میں زیب سجادہ ہوئے اور اکتالیس (۴۱) برس تک مسند سجادگی پر رونق افروز رہ کر خلق خدا کو فیض پہنچاتے رہے' آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مہر پر یہ الفاظ کندہ تھے:

"ولی عہد سلطان باہو محمد حسین"

آپ انتہائی خوبصورت' لطیف طبع' کامل' زاہد' سخی اور پرہیزگار تھے' پالکی میں بیٹھا کرتے اور کبھی کبھی نہایت قیمتی گھوڑی پر بھی سوار ہوتے۔

عموماً آپ کا لباس یہ ہوتا:

سر پر گولا دار نفیس پگڑی' بدن پر فراخ جامہ' کھلے پائنچے کا پاجامہ اور پاؤں میں تونس' آپ بہت دراز قد اور نازک بدن تھے۔

سلطنت کی طرف سے خانقاہ کے اخراجات کے لیے روزانہ پندرہ روپے نقد ملتے تھے' اس کے علاوہ گاؤں کا مالیہ بھی خانقاہ ہی کو ملتا تھا' مریدین اور زائرین جو تحائف اور نذرانے لاتے وہ اس کے علاوہ تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سخاوت کا عالم یہ تھا کہ جو کچھ آج ملتا اس میں سے کل کے لیے کچھ بھی نہ رکھتے بعینہٖ فقر محمدی اور اخلاقِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی متابعت کرتے' سائل کبھی خالی نہ لوٹتا بلکہ سوال کے موافق عطا کرتے۔

آپ کی سواری کی گھوڑی ایک ہزار روپیہ کی ہوا کرتی تھی اگر کوئی سائل دلیری کر کے گھوڑی طلب کر لیتا تو فوراً عنایت فرما دیتے اور قحط کے ایام میں جب بندگانِ

خدا کو روٹی کا ایک ٹکڑا بھی میسر نہ ہوتا، آپ لنگر خانے سے ہزاروں بھوکوں کو فی کس آدھ سیر اناج دیتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وسعتِ قلبی اور پردہ داری کی ایک خوبصورت مثال اس واقعہ سے ظاہر ہے:

> ”ایک شب آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر سے نکل کر نمازِ تہجد کے لیے کنوئیں پر تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ نے چاند کی روشنی میں دیکھا کہ کسانوں کے مزدور آپ کے اناج کے ڈھیر لوٹ کر سر پر گٹھریاں رکھے شارعِ عام پر آگے پیچھے قطار باندھے چلے آ رہے ہیں، کنوئیں سے گاؤں تک دونوں طرف دیوار تھی اور اُن لوگوں کے لیے کسی صورت بھی کسی اور جانب فرار ہونا ممکن نہ تھا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ منظر دیکھ کر فی الفور سر سے پگڑی اتار کر چادر اوڑھ لی اور ایک دیوار کے ساتھ بیٹھ گئے تاکہ وہ لوگ سمجھیں کہ کوئی عورت قضائے حاجت میں مشغول ہے اور بے دھڑک چلے جائیں، آپ کو پہچان نہ سکیں اور شرمندگی اور خجالت سے بچ جائیں“۔

یہ سب کچھ اخلاق کی کمالیت کے باعث ہے، اس لیے کہ جب مرد انتہائے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو صفاتِ الٰہی سے متصف ہو جاتا ہے۔

فرماتے ہیں:

ہمچو صوفی در لباسِ صوف باش
با صفت ہائے خدا موصوفِ باش

(صوفی کی طرح صوف کے لباس میں رہ اور اللہ تعالیٰ کی صفات سے موصوف ہو)

جب نادر شاہ ایرانی نے ہندوستان پر حملہ آور ہو کر تباہی اور بربادی کا بازار گرم کیا اور تمام صوبوں میں بدنظمی اور افراتفری پھیل گئی تو اس وقت ڈیرہ اسمٰعیل خان اور

ڈیرہ غازی خان میں مکمل امن وسکون تھا، کیونکہ یہ علاقہ جات خراسان کے ماتحت تھے، ان دنوں حضرت شیخ سلطان محمد حسین قدس سرہٗ نے کمال خاں کے لیہ کی حد میں جو صوبہ ڈیرہ جات سے متعلق تھا، نوشہرہ سیداں میں مصلحتاً سکونت اختیار کی اور بحکمِ خداوندی:

> وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا ط وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ (۳۱:۳۴)
>
> ’’اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی‘‘۔

کے مطابق وہیں آپ کا وصال ہوا (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ) آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تین فرزند تھے، ایک شیخ سلطان عظمت، دوسرے شیخ سلطان نور محمد، تیسرے سلطان محمد سجادہ نشین علیہم الرحمۃ والغفران۔

جب تجہیز وتکفین کے بعد دفن کرنے لگے اور لحد پر اینٹیں رکھی گئیں تو سید پہلوان شاہ معشوق اللہ پوترہ جو نوشہرہ کے سیدوں میں سے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص تھے، معماروں سے مخاطب ہوئے کہ خدا کے لیے ذرا لحد کی اینٹیں اٹھاؤ کہ ایک دفعہ اور اپنے حضرت صاحب کی زیارت کرلیں، جب اینٹیں اٹھائی گئیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہاتھوں سے بندِ کفن کھول رہے ہیں، یہ منظر دیکھ کر معمار خوف زدہ ہوکر فوراً دور ہٹ گئے اور سید پہلوان شاہ جو مرید ومحبِ صادق تھے، حضرت کے چہرۂ مبارک کے دیدار سے مشرف ہوئے اور وہیں بے ہوش ہوگئے، حاضرین نے سید پہلوان شاہ کو اٹھا کر قبر سے باہر نکالا، ان کی حالت یہ ہوئی کہ ایک عرصہ تک مست رہنے کے بعد طبیعت بحال ہوئی اور مدت تک زندہ رہے، جب حضرت قدس سرہٗ کا یومِ وصال آتا اور وہی وقتِ زیارت ہوتا تو بے ہوش ہوجاتے۔

جب علاقہ چناب میں درانیوں کی عملداری قائم ہوئی اور صوبہ ملتان میں امن و

سکون ہو گیا تو حضرت شیخ حافظ سلطان محمد سجادہ نشین نے اپنے والد مکرم یعنی حضرت شیخ سلطان محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کے جسدِ مبارک کو نوشہرہ مذکور کے قبرستان سے لا کر حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ کے مزار مبارک کے قرب میں دفن کیا۔

* * *

سجادہ نشین سوم

حضرت شیخ حافظ سلطان محمد قدس سرہٗ

حضرت شیخ حافظ سلطان محمد قدس سرہٗ تیسرے سجادہ نشین ہیں، آپ کو یہ بابرکت منصب ۱۲۰۰ ہجری میں ملا اور آپ پورے بائیس (۲۲) سال مسند سجادگی پر جلوہ افروز رہ کر لوگوں کو فیضیاب کرتے رہے۔

آپ کے دو سوتیلے (علاتی) بڑے بھائی حضرت شیخ عظمت اور حضرت شیخ نور محمد (رحمۃ اللہ علیہما) آپ قدس سرہٗ سے حسد کیا کرتے تھے۔

بے حسد نبود برادر گر پیغمبر زادہ است
یوسف از بے مہریٔ اخواں بہ چاہ افتادہ بود

(بھائی خواہ پیغمبر زادہ ہی کیوں نہ ہو حسد سے خالی نہیں ہوتا جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام بھائیوں کی بے مہری سے کنوئیں میں پڑے تھے)

ایک روز بڑے بھائیوں کے حسد و بغض کے متعلق اپنے والد صاحب کو خبر دی تو انہوں نے بچشم خود صورتِ حال کا مشاہدہ کیا اور اس حقیقت کی تصدیق کر کے شیخ سلطان محمد کو ڈیرہ غازی خاں میں تقریباً ایک سو کوس کے فاصلے پر حفاظت، پرورش اور تعلیم کے لیے اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر خود سے جدا کر کے اپنی ایک عقیدت مند خاتون کے پاس بھیج دیا چنانچہ آپ کئی سال تک وہاں رہے۔

ایک مدت کے بعد آپ کے والد بزرگوار کے دل میں بیٹے کو دیکھنے اور ملنے کا اشتیاق ہوا تو خود سفر کر کے وہاں پہنچے لیکن کچھ فاصلے پر قیام فرمایا اور اپنے آنے کی

اطلاع کی۔ شیخ حافظ سلطان محمد کے استاد نے فرمایا: بیٹا! آؤ سبق سناؤ، کل آپ کے والد آپ سے سبق سننے آئیں گے، سبق صاف کر لو۔

جب آپ رحمۃ اللہ استاد کو سبق سنانے لگے تو ایک لفظ بھی درست نہ پڑھا گیا، استاد نے سخت خفا ہو کر جھڑکا، مار پیٹ کی اور کہا:

او لڑکے! تو نے اپنا بھی منہ کالا کیا اور میرا بھی، ہٹ جا میرے سامنے سے اور کوزہ دریا سے بھر کر لا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت کمزور حافظے کے مالک تھے، کئی سال میں قرآن مجید کے چند رکوع بھی حفظ نہ کر سکے، آپ استادہ کا کوزہ لے کر شکستہ دل، اشکبار آنکھوں سے دویار کی سمت چلے چونکہ بچپن ہی میں والدہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا تھا، والد اور وطن سے جدا ہو کر آئے تھے، اسی بنا پر بے حد دل گرفتہ اور ملول و اداس تھے، نہ تو دریا سے کوزہ بھر سکتے تھے اور نہ استاد کے خوف سے کوزہ خالی واپس لے جا سکتے تھے، اس لیے خالی کوزہ ہاتھ میں لیے کنارِ دریا پر پریشانی کے عالم میں رو رہے تھے کہ دفعۃً کیا دیکھتے ہیں ایک نورانی صورت والے نیک بزرگ موجیں مارتے دریا پر کھڑے نماز ادا کر رہے ہیں، آپ حیرت زدہ ہو کر ان کا اور ان کی بزرگی کا مشاہدہ کرنے لگے۔

وہ محبِ خدا، صالح بزرگ نماز سے فارغ ہو کر قدم قدم پانی پر سے خشکی پر تشریف لائے اور شیخ سلطان محمد کے سر پر پیار سے دستِ شفقت پھیرا اور نہایت محبت اور مہربانی سے حوصلہ دے کر پوچھا:

بیٹا! کیوں روتے ہو؟

عرض کیا: مجھے سبق نہیں آتا اور استاد مارتا ہے۔

فرمایا: جہاں تمہارا سبق ہے وہاں سے میرے سامنے پڑھو تا کہ میں تمہارا سبق درست کر دوں۔

اس نرم اور مشفقانہ گفتگو سے آپ کی حالت میں کچھ بہتری اور استقامت پیدا

ہوئی اور آپ نے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا تو صرف ایک لفظ پر اٹکے جہاں ان نورانی صورت بزرگ نے لقمہ دیا' آپ کا سبق پہلے سپارہ میں تھا جب آپ پانچویں سپارے تک پڑھ چکے تو "استادِ کامل اور ہادیءِ کامل" نے آپ کو دعا دی:

"جاؤ! تم نیکوکار اور نیک بخت ہو گے"

اس کے علاوہ آپ کو دریا سے کوزہ بھی بھر کر دیا۔

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (وہ نورانی صورت' سراپا رحمت بزرگ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے) کی توجہ سے فیضیاب ہو کر بہت مسرور' شاداں و فرحاں' انوارِ الٰہی سے سینہ پُر استاد صاحب کے پاس لوٹے اور وہ کوزۂ آب' ظاہری استاد کی خدمت میں پیش کیا تو استاد جو غصے سے بھرے بیٹھے تھے' جھڑک کر کہنے لگے:

اومنہ کالے! تجھے کچھ آتا بھی ہے یا نہیں؟

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا: کچھ آتا ہے۔

کہا: پڑھ

آپ نے باطنی استاد کی توجہ اور قوت کے جذبات کے زیرِ اثر قرآن مجید شروع سے لے کر آخر تک وہیں کھڑے کھڑے سنا دیا۔

جب آپ قرآن مجید پڑھ رہے تھے' آپ کا استاد بے ہوش ہو کر گر پڑا چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو باطنی استاد سے کامل فیض حاصل ہو چکا تھا جس کی تاثیر عملاً ظاہر ہو چکی تھی' آپ رحمۃ اللہ علیہ اس سراپا نور ہستی کی کشش اور چاہت میں پھر ساحلِ دریا پر اسی مقام پر جا پہنچے جہاں اس "بعد از خدا بزرگ" رحمت عالمیان' سید ذیشان صلی اللہ علیہ وسلم سے فیضِ باطنی حاصل کیا تھا' آپ رحمۃ اللہ علیہ سال بھر جنگلوں اور دریا کے کنارے پھرتے رہے' آبادی میں نہ آئے لیکن اس نورِ مجسم' رحمت عالم' ہستی کامل و اکمل سے مکرر شرف ملاقات حاصل نہ ہو سکا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد بزرگور سے ملاقات اور جدامجد حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کے مزار فیض بار کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے، جس جگہ آپ شب باشی کے لیے قیام فرماتے، لوگ آپ کی محبت و عقیدت کے اسیر ہو کر حلقۂ ارادت میں داخل ہو جاتے۔

آپ تمام رات کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر قرآن مجید پڑھتے جس کی تاثیر سے بندگانِ خدا کے دلوں میں محبت الٰہی کا ذوق و شوق پیدا ہوتا۔

آپ جس جگہ تشریف لے جاتے اور شب بسری کرتے وہاں کے لوگ آپ کے عقیدت مند اور مرید ہو جاتے، چوپائے اور نقدی وغیرہ بطورِ نذر پیش کرتے، حتیٰ کہ آپ منزلیں طے کرتے مع مال و اسباب کے اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ سلطان محمد حسین (قدس سرہٗ) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اپنے جد کریم حضرت سلطان العارفین، سلطان باہو قدس سرہٗ کے مزار اقدس پر حاضری کی سعادت اور فیوض و برکات کے حصول کے بعد جو مال و متاع پاس تھا، سب والد گرامی کی خدمت میں پیش کر دیا جو انہوں نے آپ کے دونوں بڑے بھائیوں شیخ سلطان عظمت اور شیخ نور محمد کو دیا۔

چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ وصال فرما چکی تھیں، اس لیے آپ مردانہ مکان میں رہتے اور فقیروں اور درویشوں کی خدمت کرتے، علاوہ ازیں اپنے والد ماجد کی اکثر خدمات سرانجام دیتے چنانچہ:

> ''وضو کرانا، نہلانا، سر مونڈنا، سنوارنا، لباس پہنانا، ہانڈی روٹی، بستر بچھانا، پاؤں دبانا وغیرہ خود اپنے دست مبارک سے کرتے اور عمر بھر یہ خدمات بجالاتے رہے''۔

ایک روز آپ کے والد مکرم نے فرمایا کہ مولوی حافظ سلطان حامد بھی جو اکثر ہمارے پاس آتے ہیں، صاحب فضل و ہنر ہیں اور خطاطی میں اس درجہ ماہر ہیں کہ ان

کا کتابت کیا ہوا قرآن مجید ایک صد روپیہ ہدیہ پاتا ہے، تم بھی ان سے فن خطاطی سیکھو۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مشق کے لیے مطلوبہ اسباب لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ایک دفعہ آپ مشق میں مشغول تھے، سر جھکائے دیر ہو گئی تو آرام کی خاطر سر اوپر کر کے کمر اور سینہ کو سیدھا کیا جس سے آپ کے سرِ مبارک سے بال کندھوں پر گرے۔

یہ منظر دیکھ کر استاد نے فرمایا:

"حضرت! صاحبزادگی اور گھنگریالے بال کندھوں پر لٹکانا اور جوانی کی مستی کام نہیں آئیں گے، ہنر حاصل کرنا چاہیے"۔

دفعۃً آپ نے اپنے استاد کی طرف نگاہ کی جس سے مولوی صاحب پر یہ تاثیر ہوئی کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت حجام کو بلا کر بال ترشوا ڈالے اور اس کے بعد تمام عمر سر منڈاتے رہے۔

آپ کے استاد صاحب جب ہوش میں آئے تو حضرت کی نظر کیمیا اثر سے صاحبِ کشف و اَسرارِ الٰہی ہوئے اور سب سامانِ کتابت توڑ کر کنوئیں یا دریا میں پھینک دیا.......... آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی پھر کبھی کتابت کا قلم ہاتھ میں نہ لیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا لباس ایک تہبند، ایک چادر اور قادری ٹوپی یعنی طاقیہ لاطیہ جو سر کے ساتھ چسپاں ہوتی ہے اور جس کا ذکر صوفیائے کرام کی کتب میں تفصیلاً موجود ہے جو مشائخِ عظام خرقہ کے ساتھ اپنے خلفاء کو عطا فرمایا کرتے، اس کی تشریح شیخ الاسلام قطب الاقطاب، حضرت حاجی محمد فریدالدین مسعود گنج شکر قدس سرہٗ کے ملفوظات پر مبنی کتاب "اَسرار الاولیاء" کی بارھویں فصل میں مندرج ہے، وہاں سے دیکھنی چاہیے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی دونوں چادروں میں سے ایک کو کیکر کی چھال سے رنگا

کرتے، عیدین اور جمعۃ المبارک کی نمازوں کے وقت دس گز سفید کھدر کی پگڑی زیبِ سر فرمایا کرتے۔

ایک دن اہلِ خانہ نے گزارش کی:

> ”صاحب! کل بعض رشتہ دار آپ سے ملاقات اور خصوصاً خانقاہِ مقدس کی زیارت کے لیے آ رہے ہیں اس لیے دونوں چادریں سفید زیبِ تن فرمانی چاہئیں“۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہے اور ڈیرے پر آ کر خادم سے فرمایا کہ ہمارے گھر سے ہمارے پہننے کے تمام کپڑے لے آؤ۔

خادم نے تعمیلِ حکم کی، آپ نے رنگریز کو بلوایا اور دیگچہ منگوا کر تمام کپڑوں حتیٰ کہ لاطیہ ٹوپی کو بھی کیکر کی چھال سے رنگوایا اور رشتہ داروں کی ملاقات سے قبل ہی رنگدار لباس پہن لیا۔

ان رنگے ہوئے کپڑوں کے بوسیدہ ہو کر پھٹنے تک کوئی اور سفید کپڑا نہ پہنا، بعد ازاں حسبِ معمول ایک سفید اور ایک رنگدار چادر پہننی شروع کی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ طبعاً مہربان اور بااخلاق تھے، مسکینوں، فقیروں، درویشوں، عاجزوں اور عالموں پر بے حد شفقت و عنایت اور لطف و کرم فرمایا کرتے اور دنیادار، بے دین، فاجر، کافر اور حریص سے متنفر رہتے، گھوڑوں اور کھیتی باڑی کے شائق نیز اعلیٰ درجہ کے مہمان نواز لیکن جو نیک نہ ہوتا اسے اپنے ڈیرے میں داخل نہ ہونے دیتے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو عمدہ قسم کے گھوڑوں (نر و مادہ) سے خصوصی اُنس تھا جہاں کہیں سے عمدہ گھوڑے، گھوڑی کی خبر پاتے جس طرح ممکن ہوتا خرید لیتے، سوداگر خراسان اور پنجاب سے بہترین گھوڑے لاتے تو قابلِ اعتبار لوگوں کو پہلے ہی راستے پر بھیج دیتے اور علاقہ کے صاحبانِ ثروت سے قبل ہی اچھے گھوڑے خرید لیے

جاتے۔

غرضکہ آپ کے اصطبل میں زین ساز اور شہسوار موجود رہتے، آپ خود زیادہ گھوڑ سواری نہ کیا کرتے تھے البتہ جب گھوڑے سواری کے لائق ہو جاتے تو اپنے فرزند شیخ سلطان غلام باہو (صاحبِ مناقبِ سلطانی کے والد بزرگوار) کو سواری کا حکم فرماتے لیکن انہیں بھی گھڑ سواری کا زیادہ شوق نہ تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ درویشانہ مزاج اور آزاد طبیعت کے مالک تھے، آپ خیر پور ٹانویں والہ سے عاشورہ کے دنوں میں اپنے جدِ امجد حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کی زیارت کے لیے آ رہے تھے کیونکہ حضرت سلطان العارفین باہو قدس سرہٗ کا روحانی ارشاد ہے:

> ''یومِ عاشور کو تمام مرید اور فقیر جمع ہوا کریں اور حضرت امامین شہیدین رضی اللہ عنہما اور شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم کی نیاز پکائی جائے اور ختم دلایا جائے''

اس وقت حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کی روحانی توجہات سے فقیروں اور طالبوں پر وافر فیضان ہوتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ درویشوں، صالحین اور مستحقین کے حق میں انتہائی نرم جبکہ بدکار اور متکبر لوگوں سے اجتناب فرماتے حتیٰ کہ ایسے لوگوں کے بارے میں ازحد بے پروا تھے، آپ کا یہ وصف مثل صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کے تھا، جیسا کہ اللہ رب العزت کا فرمانِ ذیشان ہے:

> اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ ۔(الفتح:۲۹)
>
> ''کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل''

عشقِ الٰہی کے جذبات میں آپ کی چشمانِ مبارک اکثر اشکبار رہتیں، اگر کوئی شخص آپ کے سامنے اسمِ ذات ''اللہ'' کہتا یا انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ

اللہ علیہم کا ذکر کرتا تو آپ کے جسم مبارک پر لرزہ طاری ہو جاتا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔

> ''ایک روز مضافات کا رہائشی ایک شخص جس کا نام امیر اور قوم کا سیال دراج تھا' آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر تھا کہ آپ کے جسم مبارک پر مذکورہ بالا سبب سے لرزہ طاری ہو گیا' اس شخص نے خیال کیا کہ یہ کانپنا محض ریاکاری اور مکر ہے' جب وہ شخص گھر چلا گیا تو ٹھیک اس وقت جبکہ اس کے دل میں یہ بے ہودہ خیال آیا تھا' اس کا بدن کانپنے لگتا اور وہ اس بد اعتقادی کی وجہ سے تمام عمر اس مرض میں مبتلا رہا اور اس حالت سے کبھی شفایاب نہ ہو سکا اور اس واقعہ کا راوی بھی وہ خود ہی ہے''

آپ رحمۃ اللہ علیہ شب و روز میں بہت کم لوگوں سے گفتگو فرماتے بلکہ مقررہ وقت میں لوگوں کی عرضوں اور سوالوں کے جوابات مرحمت فرماتے' آپ کے حجرۂ مبارک میں ایک چارپائی' مصلّٰی اور کوزہ ہوتے' خاص خاص فقیر' نیک ہمسائے بعد از نمازِ عشاء حجرۂ مبارکہ میں آپ کی مجلس سے مشرف ہوتے' اس کے بعد آپ کسی سے ملاقات نہ فرماتے اور تنہا جنگل میں جا کر عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو جاتے۔

حضرت سلطان العارفین' سلطان باہو قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

> ''درویش کے لیے لازم ہے کہ رات کو اکیلا رہ کر یادِ الٰہی میں مشغول ہووے اور اللہ تعالٰی کی ذات سے اُنس اور رفاقت کرے اور ہر رات کو قبر کی رات سمجھے کیونکہ قبر میں اللہ تعالٰی کے سوا کوئی انیس و رفیق نہ ہوگا' جب دن چڑھے اور لوگ جاگیں تو اسے قیامت کا دن سمجھے کہ قبروں سے اٹھے ہیں' ہر دن کو اپنے لئے یومِ قیامت سمجھے اور اپنے بُرے اعمال کے محاسبہ میں گزارے''

روایت ہے کہ:

"خلیفۂ ثانی، امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ایک دن اپنے نفس کا محاسبہ کیا تو ہاتھ میں کوڑا لے کر اپنے جسم پر بحالتِ غضب مارنے لگے حتیٰ کہ جسم زخمی کر لیا، آپ اس فعل سے باز نہیں آتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے فرزند گھبرا کر حضرت سیدنا عثمان غنی اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں پہنچے اور صورتِ حال عرض کی کہ تین دن رات سے امیر المؤمنین نے خود احتسابی کے سبب اپنے جسم (مبارک) کو زخمی کر لیا ہے اور اس حالت کو ترک نہیں کرتے۔

دونوں صاحبوں نے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے گھر جا کر انہیں اسی حالت میں دیکھا تو ان کا ہاتھ پکڑ لیا، تسلی دی اور وعظ و نصیحت کی کہ:

> "یا امیر المؤمنین! اپنے آپ کو چھوڑ دیں یہ کام نہ کریں، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت پر قائم ہیں کیونکہ ایک گھڑی کا انصاف ہزار سالہ عبادت سے افضل ہے"

یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ اس حالت سے باز آئے۔

یہ بھی روایت ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ایک روز اپنا محاسبہ کیا تو اپنی زبان دونوں ہاتھوں سے کھینچ کر باہر نکالی، جب بہت دیر تک اسی حالت میں رہے تو آپ کے صاحبزادوں نے باقی تین اصحاب رضی اللہ عنہم کی خدمت میں آ کر صورتِ حال بیان کی، تینوں اصحاب نے آ کر اطمینان دلایا اور آپ کے ہاتھوں سے زبان کو چھڑایا جو زخمی اور سوجی ہوئی تھی، آپ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ مجھے چھوڑ دو کیونکہ مجھے اس زبان کے ذریعے ایسا نقصان پہنچا ہے جو بیان سے باہر ہے، مجھے اس زبان نے حشر کے حساب میں ڈالا ہے جس کا میں کوئی جواب نہیں دے سکتا۔

حضرت شیخ حافظ سلطان محمد قدس سرہٗ رات کے وقت جنگل میں تنہا عبادتِ الٰہی کیا کرتے اور صبح خانقاہِ مقدس کی بڑی جامع مسجد حضوری میں تشریف لا کر باجماعت نماز ادا کرتے، نماز اشراق کی ادائیگی کے بعد مزارِ مقدس کی زیارت سے مشرف ہوتے، پھر باہر کی جانب مزار منورہ کی دیوار سے تکیہ لگا کر سجادۂ فیض رسانی پر جلوہ افروز ہوتے، آپ کی جبینِ مبارک پر جلالِ حق کی ہیبت کے آثار نمایاں ہوتے، جس کے سبب درویش اور فقیر اپنے حجروں میں چلے جاتے اور آپ ایک ایک کو اپنے حضور بلوا کر ان پر نوازشات اور عنایات فرماتے، مسکینوں، فقیروں اور حاجت مندوں پر اس قدر شفقت فرماتے کہ اپنا دست مبارک ہر ایک کے سر پر پھیرتے اور نہایت رحم کی وجہ سے اشکبار ہو کر فرماتے:

ان مسکینوں نے ہم سے کیا کھایا؟

اور یہ کہ ہم نے ان کی کون سی خدمت کی، یہ کس طرح گزارا کرتے ہیں؟

پھر جو نئے لوگ زیارت کے لیے آئے ہوتے، اسی جگہ شرفِ ملاقات حاصل کرتے اور اپنی ضرورتیں اور حاجتیں آپ کی خدمت میں عرض کرتے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سب کی سنتے، مُحبوں اور عقیدت مندوں سے فارغ ہو کر کھیتی باڑی کے معائنہ کے لیے تشریف لے جاتے پھر اصطبل میں آ کر گھوڑوں کو دیکھتے، اس کے بعد حجرہ شریف میں کھانا تناول فرماتے، جب آپ طعام سے فارغ ہو جاتے تو بڑا دروازہ بند کر دیا جاتا اور کھڑکی کھول دی جاتی، مستورات اور بال بچے حاضر ہو کر زیارت سے مشرف ہوتے، انہیں رخصت کرنے کے بعد آپ تھوڑی دیر سو جاتے، بیدار ہو کر اسی جگہ وضو کر کے بڑے دانوں کی تسبیح ہاتھ میں لے کر زبان سے اسم ''اللہ'' کا ذکر کرتے جبکہ قلب عشقِ الٰہی کے نور سے منور ہوتا، پھر خانقاہِ مقدس کی جامع حضوری میں جا کر نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد دیر تک یادِ الٰہی میں مشغول رہتے، بعد ازاں ڈیرے اور اصطبل میں تشریف لے جاتے اور بقیہ نمازیں ڈیرے کے پاس والی مسجد میں ادا

کرتے۔

۔کھیتی باڑی کا سلسلہ اس قدر تھا کہ چالیس جوڑی بیل سے کاشت کی جاتی تھی، گیہوں جو لنگر میں خرچ ہوتے وہ کم و بیش پانچ سو اونٹ کے وزن کے برابر تھے۔

حضرت شیخ سلطان حامد تحریر فرماتے ہیں:

''ایک دن میں نے اپنے والد و مرشد بزرگوار یعنی حضرت شیخ سلطان غلام باہو قدس سرہٗ کی زبانی جبکہ آپ اپنے والد ماجد حضرت شیخ حافظ سلطان محمد قدس سرہٗ کے حالات بیان فرما رہے تھے، سنا کہ ایک شخص کیمیا کا مُہوِس، حسین شاہ نامی نے ایک عرصہ کیمیا کے حاصل کرنے میں صرف کیا لیکن بے بہرہ اور ناکام رہا۔

آخر حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کا شہرہ سن کر خانقاہِ مقدس میں حاضر ہوا اور مدت تک قیام پذیر رہا (آخر) ایک روز حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کی روحانیت سے اسے ارشاد ہوا کہ جاؤ! شہر سے فلاں فلاں دوائی خرید لاؤ اور اس ترکیب سے انہیں تیار کر لو رانگ (قلعی، عمدہ قسم کا سیسہ) چاندی ہو جائے گی۔

بس حسین شاہ خوش خبری پا کر رخصت ہوا اور شہر جھنگ سیال میں پہنچا اور حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے حکم کے مطابق رانگ کو چاندی بنا لیا، چونکہ اس نے بہت سی عمر کیمیا گری میں ناکامی اور مفلسی میں گزار دی تھی، اس لیے اس کے دل میں بہت سی آرزوئیں اور تمنائیں تھیں کہ جب کیمیا گری میں کامیاب ہوا تو فلاں فلاں خواہش کی تکمیل کروں گا، اسے جب چاندی بنانا آ گیا تو بس پھر کیا تھا؟

رات کو رنڈیوں کا ناچ دیکھنا اور عیاشی کے کام کرنا شروع کر دیئے، ایک رات حضرت قدس سرہٗ نے اس کے چہرے پر طمانچہ مار کر فرمایا کہ تجھے حلال فن اسی لیے عطا کیا گیا تھا کہ تو بدافعالی میں اسے استعمال کرے؟

اس حالت میں اس سے یہ نعمت سلب کر لی گئی، صبح جب اٹھا تو سر اور داڑھی

منڈوا ڈالی اور منہ پر سیاہی مل کر گدھے پر سوار ہو کر کوچہ بکوچہ پھرا اور لڑکوں کا ایک گروہ اپنے پیچھے لیا، خوب زور سے ڈھول بجوا کر یہ منادی کروائی:

"جو شخص اپنے مرشد کی نافرمانی کرتا ہے اس کی یہی سزا ہوتی ہے"

رات کے وقت افسردہ و پژمردہ اسی حالِ بد میں سو گیا تو حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کی روحانیت نے از راہِ لطف و کرم پھر اسے زیارت سے مشرف کیا اور اس کے چہرے پر ہاتھ پھیر کر فرمایا:

"حسین شاہ! غم نہ کر! آئندہ تمہارے گناہوں کا نگہبان حافظِ حقیقی ہے، ہم بھی تیری نگہداشت کریں گے، اُٹھ! خوش ہو جا! اور سونا چاندی بنا کر راہِ خدا میں صرف کیا کر"

جب صبح ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے سونا چاندی بنانے کا علم عطا فرمایا، چنانچہ وہ اس علم کے عالم بھی ہوئے اور عامل بھی۔

آپ سونا چاندی بنا کر خانقاہِ مقدس کے مسکینوں، فقیروں اور مستحقین کو دیا کرتے، آپ اللہ رب العزت کے مقبول بن گئے اور مدت تک خانقاہ میں معتکف رہے۔

حضرت شیخ حافظ سلطان محمد قدس سرہٗ کی وفات

شیخ سلطان حامد رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

میرے مرشد و والد بزرگوار (حضرت شیخ سلطان غلام باہو قدس سرہٗ) نے فرمایا کہ اے بیٹا! تمہارے جدامجد حضرت شیخ حافظ سلطان محمد قدس سرہٗ کو کوئی مرض نہ تھا، ہاں! ان دنوں آپ کی طبیعت مبارک میں کچھ سستی معلوم ہوتی تھی لیکن بخار وغیرہ نہ تھا، ایک دن سانس معمول سے کچھ زیادہ تیز محسوس ہونے لگا، میں نے پوچھا تو فرمایا: بیٹا چور بدن میں گھس آیا ہے، لیکن اس کے باوجود آپ نماز، وظائف و دیگر اشغال بدستور کرتے رہے مجھے بھی کسی قسم کا کوئی اندیشہ نہ تھا کیونکہ آپ کی طبیعت میں

استحکام معلوم ہوتا تھا۔

ایک دن تہجد کے وقت مجھے یاد فرمایا...... کہ فلاں گھوڑی پر سوار ہو جاؤ اور رنگ پور کھیڑا میں جا کر فلاں طبیب سے میری کیفیت بیان کر کے کوئی دوا تجویز کرا لاؤ، اس وقت آپ کے دستِ اقدس میں گرم پانی کا ایک گھڑا تھا جو کوزے کی شکل کا تھا، آپ اسی سے وضو اور غسل کیا کرتے تھے، دیر تک مجھ سے گفتگو کرتے رہے، میرے دل کو اطمینان ہوا کہ آپ میں اس قدر طاقت ہے کہ پانی سے بھرا ہوا گھڑا تھامے ہوئے ہیں اور اس کے بوجھ کی پروا نہیں۔

میں نے سوار ہو کر گھوڑی کو ایڑ لگائی اور کوئی آدھ پہر دن نکلے میں دو میل کے فاصلے پر تھا کہ آپ نے جان، جاں آفریں کے حوالے کی۔

(اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ)

حضرت شیخ سلطان غلام باہو نے مزید فرمایا:

> "حاضرین نے عرض کیا کہ یا حضرت! آپ کا فقط ایک ہی لڑکا (غلام باہو) ہے اسے بھی رنگ پور کھیڑا جانے کا حکم دیا ہے، فرمایا: وہ آ رہا ہے، ہم نے اسے مصلحتاً بھیج دیا ہے، اس وقت اس کے یہاں ہونے میں مصلحت نہ تھی۔"

بیٹا جب میں واپس آیا اور مہتابِ نورانی اور آفتابِ فیض رسانی کو بظاہر تاریک بادل کے حجاب میں دیکھا تو میری کیفیت یہ تھی کہ حکمِ باری تعالیٰ نہیں تھا ورنہ میری روح پرواز کر جاتی۔

حضرت شیخ سلطان حامد قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

میں نے ان لوگوں سے جو خاص اس موقع پر حضرت حافظ صاحب قدس سرہ کی خدمت میں حاضر تھے، استفسار کیا تو انہوں نے کہا کہ جب حضرت قطب الدین شیخ غلام باہو اپنے والد ماجد کی خدمت میں ان کے وصال کے بعد پہنچے تو اپنی قبا کے بند

کھول کر سینہ، سینے پر اور لب، لبوں پر رکھ کر یہ کلمات عرض کیے:

''بولن کیوں چھوڑیو میاں رانجھیا، لوکاں دے آکھے لگ کے؟''

یعنی، او میاں رانجھا! تو نے لوگوں کے کہنے سننے سے بولنا کیوں چھوڑ دیا؟

اس وقت حضرت شیخ حافظ سلطان محمد قدس سرہٗ کی داڑھی اور مونچھوں کے بال آپ کے روئے مبارک پر کھڑے ہو گئے۔ حاضرین میں سے ہر ایک نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ کے لب حرکت کرتے تھے لیکن ظاہر میں کوئی کلام نہ کیا۔

اللہ رب العزت کو معلوم ہے کہ امر الٰہی کی پیروی اور پاس شریعت کے باعث گفتگو نہ کی۔

* * *

سجادہ نشین چہارم

حضرت شیخ سلطان غلام باہو قدس سرہٗ

آپ رحمۃ اللہ علیہ مادرزاد ولی تھے، آپ انتہا درجہ کے سخی، بہادر، فصیح، صاحبِ کمال، خوبصورت، ذکی متواضع، خلیق، خاکسار، بارعب، باوقار، مہمان نواز اور غرباء کے دستگیر تھے اکثر اوقات عاجزوں اور بے نواؤں کی چارہ سازی اور دلداری میں رہتے، زاہد تارک الدنیا اور اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ کرنے والے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا فقر اختیاری اور ریاء سے پاک تھا ظاہر و باطن میں یاد الٰہی میں مشغول رہتے، آپ عابد، صاحبِ ورع، صاحبِ تقویٰ، پابند شرع، صوفی باصفا، مخلص، واقفِ اَسرارِ الٰہی، بے نفس صاحبِ حوصلہ وسیع، بردبار رضائے الٰہی کے تابع، صاحب علم لدنی، صادق الوعد، عاشق باللہ، اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے متخلق اور اوصافِ الٰہی سے موصوف تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۹۷ ہجری میں خیر پور ٹامیں المعروف خیر پور کھرانی میں متعدد کرامتوں اور برکتوں سے تولد ہوئے اور ۱۲۲۴ ہجری میں اپنے والد گرامی کے بعد مسند سجادگی پر جلوہ افروز ہو کر اکتالیس (۴۱) برس تک پیہم خلق خدا کو فیض یاب کرتے رہے۔

تمام عمر مختلف عبادتوں، ریاضتوں، نیکیوں اور اللہ کریم کے پسندیدہ اعمال و افعال میں مشغول رہ کر اس کی رضا کے طالب رہے، بفضلہٖ تعالیٰ آپ کے اعضاء و جوارح کاملاً صحت مند رہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ تادمِ واپسیں باقاعدگی سے فرائض و سنن و نوافل ادا فرماتے رہے۔

آپ قدس سرہٗ کا اسم گرامی

آپ کے پیدا ہونے پر پہلے آپ کا نام قطب الدین رکھا گیا لیکن بعد میں آپ غلام باہو کے نام سے مشرف و معروف ہوئے، تبدیلیٔ نام کی وجہ یہ تھی کہ حضرت شیخ حافظ سلطان محمد قدس سرہٗ کے تین صاحبزادے ایک خاص عمر تک پہنچ کر بیمار ہو کر وفات پا گئے، جب چوتھا فرزند عنایت ہوا تو اس کا نام قطب الدین رکھا گیا مگر وہ بھی اسی عمر کو پہنچ کر بیمار ہو گیا، حضرت حافظ صاحب قدس سرہٗ شکستہ دل ہو کر خیر پور ٹامیوالی سے اپنے جد مکرم حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے اور مدد طلب کی، وہاں سے ارشاد ہوا کہ اس کا نام ''سلطان باہو'' رکھو، حضرت حافظ صاحب نے مراقبہ میں التجاء کی کہ بجائے سلطان باہو کے ''غلام باہو'' نام رکھنے کی اجازت مرحمت ہو تو بہتر ہو گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس وقت آپ کا نام مبارک غلام باہو ہو گیا، اپنے بزرگوں کی دعاؤں سے آپ قدس سرہٗ نے طویل عمر پائی اور اللہ رحمٰن و رحیم نے آپ کو بکثرت اولاد سے نوازا۔

حضرت شیخ سلطان حامد قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

ایک دن میں اپنے بزرگوار (شیخ سلطان غلام باہو قدس سرہٗ) کی خدمت بابرکت میں حاضر تھا کہ صاحب اسیر حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی قدس سرہٗ کا تذکرہ ہوا، آپ نے فرمایا:

> ''بیٹا! ابھی میں بچہ تھا کہ لوگوں نے میرے والد ماجد (شیخ حافظ سلطان محمد قدس سرہٗ) کو اطلاع دی کہ صاحب اسیر آپ کے گاؤں کے پاس فلاں مقام پر تشریف فرما ہیں، چونکہ آپ ان مقامات کے بے حد شائق تھے، فوراً اٹھ کر ان کی ملاقات کے لیے تشریف لے گئے لیکن انہیں وہاں نہ پا کر لوٹ آئے، دوسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا، بعد ازاں بہت لوگوں نے بتایا کہ صاحب اسیر آپ کے گاؤں کے پاس سے گزر رہے ہیں لیکن

آپ بالکل نہ اٹھے، لوگوں نے پوچھا کہ قبل ازیں تو آپ کئی مرتبہ فاصلے پر ان کی ملاقات کے لیے تشریف لے گئے اور اب گاؤں کے باہر ہیں تو بھی آپ نہیں اٹھتے؟ فرمایا: لوگو! ہماری خواہش اور کوشش سے ملاقات ممکن نہیں، حتیٰ کہ وہ خود نہ چاہیں"۔

موسم گرما کی ایک رات میں جبکہ چودھویں کا چاند تاباں تھا، میں بیدار ہو کر چاند کی جانب متوجہ تھا اور مجھ پر مسرت و انبساط کی کیفیت طاری تھی، اس وقت میں ایک بڑے پلنگ پر تھا، ایک طرف والدہ صاحبہ اور دوسری طرف والد صاحب مجھ پر سے مچھر اُڑا رہے تھے کہ اچانک گھر کے دروازے پر کسی نے ندا دی:

"گھر والے جاگتے ہیں یا سوئے ہوئے ہیں"۔

میرے والد بزرگوار (شیخ حافظ سلطان محمد قدس سرہٗ) فی الفور اٹھے، ٹوپی سر پر اور چادر کندھوں پر رکھ کر پلنگ پر سے نیچے اترے۔ میری والدہ صاحبہ نے پوچھا:

حضرت! کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟

فرمایا: حضرت صاحب اسیر ملاقات کے لیے تشریف لائے ہیں۔

جب آپ تنہا ان کی خدمت میں پہنچے تو دونوں صاحب گاؤں کے باہر بیر کے ایک درخت تلے پاک صاف جگہ پر جا بیٹھے، نمازیں بھی وہیں ادا کیں اور اپنی دلی مرادیں بھی پوری کیں یعنی سرّ ہائے باری تعالیٰ سے ایک دوسرے کو آگاہ کیا اور مردانِ خدا کے اَسرار مُنکشف کیے جن سے نامحرم واقف نہیں۔

حضرت صاحب اسیر قدس سرہٗ میں ایسا اثر تھا کہ لوگ گروہ در گروہ آپ کے پیچھے پھرتے تھے۔ دونوں دوست چاشت تک اسی خلوت میں ہم نشیں رہے، اس اثناء میں لوگ کثیر تعداد میں جو حضرت صاحب اسیر کی زیارت کے مشتاق و خواہش مند تھے، اس درخت کے گرد حلقہ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔

حضرت صاحب اسیر نے فرمایا: ہمارے ہم نام کو بلاؤ۔

عام لوگ تو اس مبہم بات کو نہ سمجھ سکے، پس میرے والد ماجد نے فرمایا کہ حضرت صاحب اسیر میرے فرزند کو یاد فرماتے ہیں (مطلب یہ کہ حضرت صاحب اسیر کا اسم مبارک محکم الدین تھا اور میرے والد بزرگوار کا نام بھی بچپن میں قطب الدین تھا) دایا نے گھر جا کر میری جدۂ ماجدہ سے عرض کیا کہ حضرت محکم الدین صاحب آپ کے صاحبزادے کو یاد فرماتے ہیں، انہوں نے اپنے بیٹے کا کرتہ اتار کر بالکل برہنہ کر کے بچہ دایا کے حوالے کیا، جو عورتیں حاضر مجلس تھیں انہوں نے حیران ہو کر استفسار کیا کہ ایک بزرگ کی خدمت میں اپنے بچے کو برہنہ کر کے کیوں بھیجتی ہیں۔

فرمایا: ''اس واسطے کہ ولی اللہ کا دستِ مبارک میرے بچے کے برہنہ بدن پر لگے نا کہ کپڑے پر''

میرے والد ماجد فرماتے تھے کہ بیٹا! حضرت صاحب اسیر نے مجھے اپنے مبارک ہاتھوں میں لیا اور مجھے اپنی گود میں بٹھایا اور میرے تمام بدن پر ہاتھ پھیر کر فرمایا:

''یہ لڑکا نیک اور کامیاب ہوگا اور اس کی عمر بہت زیادہ ہوگی''۔

مزید فرمایا: اس وقت کا دیکھا ہوا حلیہ مبارک اور چہرۂ منور مجھے اب تک یاد ہے۔

حکمِ مجاہدہ

حضرت شیخ سلطان غلام باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد نے حکم دیا کہ جاؤ کوہِ غونڈ پر جا کر مجاہدہ کرو، گزشتہ اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ علیہم) بھی اسی پہاڑ پر جا کر چلہ کشی کرتے تھے اور یادِ الٰہی میں مشغول ہوا کرتے تھے، اس لیے یہ قدیم ہی سے بابرکت مقام ہے۔ میں دست بستہ اٹھ بیٹھا۔

فرمایا: اتنا عرصہ وہیں معتکف رہ کر عباداتِ الٰہی میں مصروف رہنا اور فلاں دن فارغ ہو کر لوٹنا اور دریا سے گزر کر شہر کلور کوٹ میں اپنے جدِ بزرگوار کے مرید فلاں

شخص کے گھر جانا، وہ درویش گھوڑا لیے تمہارا منتظر کھڑا ہوگا اور لوٹتے وقت سوار ہو کر خدمت گاروں کے ہمراہ آنا۔

چونکہ حکم تھا اس واسطے تنہا پا پیادہ روانہ ہو گیا۔

صاحبِ دل درویشوں کا یہ حال ہے کہ ناز و نعمت میں پلا ہوا اکلوتا بیٹا، جس کے لیے اعلیٰ قسم کے گھوڑوں سے بھرا اصطبل موجود، انواع و اقسام کی نعمتیں دستیاب، لنگر فیض اثر سے کثیر لوگ فیضیاب، اللہ تعالیٰ کا دیا بہت کچھ لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ کے بھروسے اور نگہبانی میں بیٹے کو دور دراز علاقۂ غیر میں پہاڑ پر روانہ فرما دیا۔ راستے دشوار گزار اور منزلیں کٹھن، چولستان کا جنگل، راہ میں ہزار مشکلیں اور خطرات مگر یہ اللہ والے ہیں اور اللہ والوں کی یہی شان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے مشکلات کو خاطر میں نہیں لاتے، اللہ والوں کی شان تو یہ ہے کہ بے خطر آتشِ نمرود میں کود پڑا کرتے ہیں۔

القصہ آپ قدس سرہٗ نے سفر و سیاحت اور ریاضت و مجاہدات کی منزل طے فرمائی لیکن آپ نے ان اَسرار کو ظاہر نہ فرمایا کہ کن اشغال میں مشغول رہے، صرف اس قدر فرمایا کہ میں حکم کے موافق عمل کرتا رہا اور مقررہ دن کلور کوٹ درویش کے ہاں پہنچا تو اسے گھوڑا لیے اپنا منتظر پایا۔

دوسرے دن جب میں اپنے والد بزرگوار کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو فرمایا:

> ”بیٹا! ایک دن تمہارے جدِ امجد نے مجھے اجازت مرحمت فرمائی کہ رات کو دریا کے کنارے فلاں عبادت کیا کرو“۔

نیز ایک روز ازراہِ شفقت فرمایا:

بیٹا ایک دن میں اپنے والد ماجد (حضرت شیخ حافظ سلطان محمد قدس سرہٗ) کی خدمت میں ملتمس ہوا کہ مجھے تہجد کی نماز میں ناغہ ہو جاتا ہے، کسی ایسے شخص سے

اجازت لینی چاہیے جس نے کبھی ناغہ نہ کیا ہو اور یہ بھی آپ کی شفقت پر منحصر ہے۔

فرمایا: اچھا بتائیں گے۔

ایک دن ایک درویش کو حکم دیا کہ فلاں فلاں گھوڑی پر زین ڈال کر لاؤ۔

درویش نے حسب الحکم تعمیل کی۔

فرمایا: دونوں ایک ایک گھوڑی پر سوار ہو جاؤ، اور ڈیرہ اسمٰعیل خان کے قریب کے گاؤں بگوانی میں میاں جوسا نامی درویش کے پاس چلے جاؤ، اسے حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کی زبان حق بیان سے تہجد کی اجازت حاصل ہے۔

میں درویش کے ہمراہ منازل طے کرتا ہوا مذکورہ گاؤں میں پہنچا اور میاں جوسا درویش کلال (کمہار، کوزہ گر) کا پتہ پوچھا۔

ملاقات پر میں نے دیکھا کہ درویش مذکور نورانی چہرہ والا معمر آدمی ہے، میں اس کی زیارت سے بہرہ ور ہوا، اس کی خیریت معلوم کی اور اپنی بتائی۔

اُس نے آنے کی وجہ دریافت کی تو میں نے اپنا مقصد بیان کیا۔ وہ سنتے ہی میرے قدموں میں گر پڑا اور کہنے لگا:

> "حضرت میں آپ کا غلام اور خدمت گار ہوں، جو کچھ ہے آپ ہی کی جناب سے عطا ہوا ہے، آپ رات یہیں آرام کریں، تہجد کے وقت وضو کروانے کے لیے حاضرِ خدمت ہو جاؤں گا"۔

رات اس کی مہمانداری کے بعد میں سو گیا، میں گہری نیند سویا ہوا تھا کہ وہ ایک ہاتھ میں پانی کا کوزہ لیے دوسرے ہاتھ سے میرے پاؤں سہلانے لگا، بیدار ہو کر میں نے یہ منظر دیکھا، میں اٹھا اور وضو کر کے مصلّٰی پر بیٹھ گیا، اس نے میرے پاس بیٹھ کر نمازِ تہجد کی اجازت دی اور ترتیب سمجھائی، چنانچہ میں نے نمازِ تہجد ادا کی، صبح رخصت ہو کر حسب سابق منزلیں طے کرتے کرتے والد مکرم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور میاں جوسا کے تمام احوال عرض عرض کیے۔

اس کے بعد پھر دلی شفقت کے سبب فرمایا:

"بیٹا! جس شب نمازِ تہجد کی ادائی میں مجھے دیر یا سستی ہو جائے فوراً میاں جو سا کوزہ بدست میرے پاؤں سہلا کر تہجد کے لیے بیدار اور تیار کر دیتے ہیں، ان کی روحانیت کے یُمن (برکت) سے میری غفلت دور ہو جاتی ہے اور اللہ رب العزت سے نمازِ تہجد کی توفیق حاصل ہو جاتی ہے، کسی دیگر مشغولیت کی وجہ سے اگر دیر سے سوؤں تو بھی وقت مقررہ پر آنکھ کھل جاتی ہے"۔

مزید فرمایا: بیٹا! ایک دن مجھے والد بزرگوار نے حکم دیا:

> "اے غلام باہو! فلاں درویش کو ہمراہ لے کر لسکانی والہ میں قاضی نور احمد صاحب کی خدمت میں جاؤ اور ان سے عمل کی اجازت کے لیے التماس کرو اور غازی جحیانہ کے لیے جو لیّہ کمال خاں میں قید ہے، کی رہائی کے لیے دعا کی درخواست کرو، پھر اپنی والدہ کے لیے ضیق النفس (تنگی سانس) کا علاج دریافت کرنا نیز اپنے نزلہ کا علاج بھی پوچھنا"۔

میں فی الفور آداب بجا لا کر سوار ہو گیا اور فاصلہ طے کرتا ہوا تقریباً ڈیڑھ پہر دن چڑھے لسکانی والہ جا پہنچا، دیکھا تو قاضی صاحب مسجد اور خانقاہ میں نہ تھے۔

میں نے دریافت کیا کہ حضرت کہاں ہیں؟

لوگوں نے بتایا: گھر تشریف لے گئے ہیں۔

میں نے کہا: ہمارے آنے کی اطلاع کرو۔

لوگوں نے کہا: بے فائدہ ہے، حضرت کا معمول ہے کہ وقتِ مقررہ سے قبل تشریف نہیں لاتے۔

میں نے کہا: ہم شوقِ زیارت میں بہت فاصلہ طے کر کے دور سے آئے ہیں۔

وہ کہنے لگے: ہم اطلاع کیے دیتے ہیں لیکن کچھ فائدہ نہیں ہو گا کیونکہ بادشاہ تیمور شاہ درّانی بے وقت حاضر ہوئے تھے تو انہیں بھی مقررہ وقت تک منتظر رہنا پڑا تھا

اور حضرت قاضی صاحب نمازِ ظہر کے وقت تشریف لائے تھے تب بادشاہ نے زیارت و زمین بوسی کا شرف حاصل کیا تھا۔

آخرکار پڑوس کی ایک خاتون نے ہمارے آنے کی اطلاع کی تو آپ معلوم ہوتے ہی باہر جلوہ افروز ہوئے اور تا دیر ہمارے ساتھ مجلس کی، پھر مہمانداری کی خاطر حرم سرا میں تشریف لے گئے۔

خدمت گار عورتیں جو اندر سے آئیں، کہنے لگیں:

> ”حضرت قاضی صاحب نے اندر جا کر اپنے اہلِ خانہ کو فرمایا ہے کہ آج ایک خوبصورت نوجوان فلاں شخص کا فرزند میری ملاقات کے لیے علاقہ چناب سے اپنے جد امجد حضرت سلطان العارفین، سلطان باہو قدس سرہٗ کی خانقاہ سے آیا ہے، اللہ تعالیٰ اسے ہر آفت اور بدنگاہی سے محفوظ رکھے کہ اس سے پہلے ایسا حسین اور پسندیدہ جوان کبھی نہیں دیکھا“۔

جن لوگوں نے حضرت قاضی صاحب کا بے وقت جلوہ افروز ہونا دیکھا یا سنا، انہیں بہت تعجب اور حیرت ہوئی کہ حضرت قاضی صاحب بادشاہ کی ملاقات کے لیے بے وقت تشریف نہ لائے اور اس شخص کو نا صرف اسی وقت شرفِ ملاقات سے نوازا بلکہ دیر تک ہم نشیں رہے۔

جب میں دوپہر کے وقت محوِ آرام ہوا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت قاضی صاحب مجھے اپنے حرم سرا میں لے گئے ہیں۔

حضرت قاضی صاحب نمازِ ظہر کے وقت باہر تشریف لائے تو میں نے حاضرِ خدمت ہو کر جو ضروری باتیں تھیں دریافت کیں۔ میری والدہ صاحبہ کے تنگیٔ سانس کے لیے فرمایا کہ سرسوں کا تیل ناک میں ڈالنا، اور میرے نزلے کے لیے فرمایا کہ بغیر میٹھے کے دودھ مت پینا خواہ گڑ ہی ملے کیونکہ میٹھا ملا ہوا دودھ انسان کے لیے اکسیر ہے، مزید فرمایا: حکیم نے جو آپ کے کاکل پر داغ دیا ہے غلطی کی ہے کیونکہ اس

سے آپ کا دماغ کمزور ہو گیا ہے، اب پرہیز کیا کریں یعنی کچا گھی نہ کھائیں اور جو مرغن چیز پکائیں، اس سے پہلے اجوائن یا کوئی اور خشک چیز ضرور کھالیا کریں اور کھانے کے دو تین گھڑی (تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹے) بعد پانی پیا کریں، مرغن کھانے کے ساتھ ہی پانی پینے کی عادت ترک کر دیں۔

جب میں میاں غازی ججیانہ کے لیے دعا کے واسطے ملتمس ہوا تو آپ نے دعا کے لیے اپنے دستِ مبارک نہ اٹھائے اور فرمایا:

"اسے کہو: سوتے وقت دو سو (۲۰۰) مرتبہ درود شریف پڑھ لیا کرے"

الحمد للّٰہ رب العٰلمین ان بزرگوں کی توجہ سے میاں غازی ججیانہ نے قید سے رہائی پائی، والدہ صاحبہ کی ناک میں سرسوں کا تیل ڈالنے سے بفضلہٖ تعالیٰ انہیں شفا ہو گئی۔

میرے والد مکرم نے قاضی صاحب سے عمل کی اجازت حاصل کرنے کے متعلق پوچھا تو میں نے عرض کیا:

میں نے انہیں بابرکت اور صاحبِ کمال دیکھ کر دریافت نہیں کیا۔

فرمایا: بیٹا! عمل بھی کمالیت کی علامت ہے۔

میں نے خواب میں قاضی صاحب کا مجھے اپنے حرم سرا میں لے جانا عرض کیا تو فرمایا:

بیٹا غلام باہو! تیری اولاد میں سے کسی کا نکاح قاضی صاحب کے خاندان میں ہو گا۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا جیسا فرمایا، یعنی میرے فرزند میاں خدایار کی شادی اسی خاندان میں ہوئی۔

حضرت شیخ سلطان حامد ابن شیخ سلطان غلام باہو رحمۃ اللہ علیہما تحریر فرماتے ہیں:

مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ میرے والد گرامی قدس سرہٗ کی یہ عادت تھی کہ بغیر میٹھے کے دودھ نہیں پیا کرتے تھے اور اگر کسی قسم کا میٹھا دستیاب نہ ہوتا تو گڑ ہی پر

اکتفا فرماتے حتیٰ کہ یہ عادت پختہ ہوگئی' اگر مصری' چینی' شکر وغیرہ موجود ہوں تو بھی گڑ ڈال کر پیتے۔ میں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا: بیٹا! ایک مقبول شخص کی زبانی میں نے سنا ہے کہ دودھ میٹھا ڈال کر پیو خواہ گڑ ہی ہو' اور یہ مجھے فائدہ بھی دیتا ہے۔

آپ ہر موسم خریف (خزاں) کے آغاز میں سونف کے چاول کوٹے ہوئے اور سونٹھ مدبر یعنی رات کو صاف پانی میں بھگوئی ہوئی گھی میں بھون کر کوٹ چھان کر برابر شکر سفید (کھانڈ) ملا کر اس کا سفوف حاضرین کو عنایت فرمایا کرتے اور جو بچ جاتا وہ اپنے پاس رکھتے' پھر یہ سفوف تھوڑا تھوڑا اگاہ بگاہ بلاضرورت خود بھی استعمال فرماتے اور دوستوں اور اہل وعیال کو بھی دیتے۔

میں نے عرض کیا:

حضرت آپ اتنی محبت سے یہ نسخہ تیار کرتے ہیں اور خود باقاعدہ استعمال نہ کر کے ہر شخص کو بغیر ضرورت عنایت فرماتے ہیں۔

فرمایا: بیٹا! یہ نسخہ مجھے حضرت نور محمد چیلا صاحب کلاں علیہ الرحمہ نے خفقانِ بلغمی اور ریحی بیماریوں کے لیے تہِ دل سے عنایت فرمایا تھا کہ ہر فصلِ خریف کے آغاز میں تیار کر کے رکھیں اور کھایا کریں بہت مفید ہے' سو بیٹا! میں اللہ والوں کے فرمان پر عمل پیرا ہوتا ہوں۔

ایک مرتبہ تنہائی میں آپ پر رقت طاری ہوگئی تو مجھے فرمایا:

بیٹا سلطان حامد!

''میں نے تین مردانِ خدا کو مجنوں کی طرح عشقِ الٰہی میں ایسا کمزور اور دبلا دیکھا ہے کہ ہڈیوں پر صرف چمڑا ہی چمڑا ہے گوشت کا نام تک نہیں''۔

میں نے استفسار کیا: حضرت! وہ کون سے ہیں؟

فرمایا: ایک حضرت قاضی نور احمد صاحب لنکانی والا' دوسرے حضرت سیّد

لطان اعظم شاہ صاحب دندی والاؒ پھر آپ خاموش ہو گئے تو میں نے پوچھا کہ ضرت! تیسرے صاحب کون ہیں؟

آپ زارزار روئے اور دیر تک خاموش رہ کر فرمایا:

"مجھ مسکین کے والد ماجد شیخ حافظ سلطان محمد قدس سرہٗ"۔

حضرت شیخ سلطان غلام باہو قدس سرہٗ کا وصال

آپ نے ١٢٦٣ ہجری کو پانچویں جمادی الآخر سوموار (پیر) کے روز وقتِ عصر جان جاں آفریں کے سپرد کی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ!

تمام رات حاضرین کے ساتھ اسمِ اللہ ذات اور کلمہ طیب کا ذکر جاری رہا۔

* * *

سجادہ نشین پنجم

حضرت شیخ سلطان حافظ صالح محمد قدس سرہٗ

حضرت شیخ سلطان حامد قدس سرہٗ نے ان کے متعلق تحریر فرمایا:

''اللہ تعالیٰ اس ذاتِ ملکی، منبعِ فیوضات، مصدرِ حسنات کو تادیر زندہ رکھے، صاحبِ استقامتِ اعلیٰ ہیں، خاص اللہ تعالیٰ کی خاطر عبادت و ریاضت کرتے ہیں جن میں فخر، تکبر یا خودپسندی کی بوتک نہیں آتی، آپ فروتن خاکی، خالص بندۂ خدا، صاحبِ وقار و متخلق باخلاقِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) نفس کش و روح پرور درویش، فقیروں اور مسکینوں کے خادم، دردمندوں اور محتاجوں کے ہمدرد و حاجت روا، بے حرص، بے ہوا و بے طمع، اگرچہ ظاہر میں صاحبِ اسباب و تسخیرات لیکن حقیقت میں سب کچھ راہِ خدا میں دے دیتے ہیں، صوفی باصفا، اعلیٰ درجہ کے مؤحد، صاحب شرع و ورع، طریقت کے تمام راستے طے کیے ہوئے، حقیقتوں کے محقق، معارف کے عارف، معنوی رموز کے نکتہ دان، علم لدنی کے عالم، حافظِ قرآن اور فصیح البیان، صاحبِ جمال و صاحبِ قوتِ روحانی، مسند نشینِ فیض رسانی، جو کچھ آپ کے فیض منزل دل میں آتا ہے بحکمِ الٰہی ویسا ہی ہو جاتا ہے''۔

(تادمِ تحریر "مناقب سلطانی" پانچویں سجادہ نشین بقیدِ حیات تھے)

نوٹ: بعد کے سجادہ نشینوں کے احوال جاننے کے لیے خانوادۂ حضرت سلطان العارفین، سلطان باہو قدس سرہٗ کے چشم و چراغ جناب ڈاکٹر سلطان الطاف علی صاحب کی کتب مطالعہ فرمائیں۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں جن بزرگوں کا ذکر ملتا ہے ان کے نام

حضرت غوث الاعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت ابوسعید ابو الخیرؒ، حجۃ الاسلام حضرت امام محمد الغزالیؒ، حضرت ابوسعید خرزیؒ، حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ، حضرت خواجہ شمس تبریزؒ، حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ، حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ، حافظ شیرازیؒ، حضرت غوث الملک مخدوم بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ، حضرت شاہ رکنِ عالمؒ، محبوبِ الٰہی حضرت خواجہ سید نظام الدین اولیاءؒ، نظامی گنجویؒ، حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ، حضرت رابعہ بصریؒ، حضرت خواجہ شفیق بلخیؒ، حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ، حضرت ابوبکر واسطیؒ، حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ، حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ، صاحب تبریزیؒ، مرغوب تبریزیؒ، خاقانیؒ، حضرت خواجہ حسن بصریؒ، حضرت عبداللہ انصاریؒ، حضرت عبداللہ ابن عباس (رحمۃ اللہ علیہم و رضی اللہ عنہم)۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف

صاحب ''مناقب سلطانی'' کے مطابق!

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً ایک سو چالیس کتب عربی و فارسی میں تصنیف کیں، لیکن ان میں سے بیشتر کتب محفوظ نہ رہ سکیں، حضرت نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانے میں درویشوں کے قلمی نسخوں سے تقریباً ایک سو کے لگ بھگ کتابوں کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو سکے لیکن جو فارسی کتب دستیاب

ہیں ان کی تعداد پنجابی (ابیاتِ باہو) کے علاوہ تیس کے قریب ہے جن کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) اَسرارِ قادری
(۲) امیر الکونین
(۳) اورنگ شاہی
(۴) توفیق الہدایت
(۵) تیغ برہنہ
(۶) جامع الاَسرار
(۷) حجت الاَسرار
(۸) دیدار بخش
(۹) دیوانِ باہو
(۱۰) رسالہ روحی
(۱۱) سلطان الوہم
(۱۲) شمس العارفین
(۱۳) عقل بیدار
(۱۴) عین العارفین
(۱۵) عین الفقر
(۱۶) فضل اللقاء
(۱۷) قربِ دیدار
(۱۸) کشفُ الاَسرار
(۱۹) کلید التوحید صغیر
(۲۰) کلید التوحید کبیر
(۲۱) کلیدِ جنت
(۲۲) گنج الاَسرار
(۲۳) مجالسۃ النبی
(۲۴) محبت الاَسرار
(۲۵) محکم الفقراء
(۲۶) محک الفقر صغیر
(۲۷) محک الفقر کبیر
(۲۸) مفتاح العارفین
(۲۹) نور الہدیٰ صغیر
(۳۰) نور الہدیٰ کبیر

اور پنجابی زبان میں مشہور و معروف ''ابیاتِ باہو''۔

ابیاتِ باہو

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی پنجابی صوفیانہ شاعری کا حسین وجمیل مرقع ''ابیاتِ باہو'' خواص وعوام میں معروف ومقبول ہے جس طرح آپ کی دیگر فارسی تصانیف بلند پایہ ہیں اسی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کا پنجابی صوفیانہ کلام بھی

منفرد مقام کا حامل ہے، عام لوگ جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نثری تصانیفِ تصوف سے محض علمی استعداد کے فقدان کے باعث مستفید نہیں ہو سکتے، خصوصاً ہمارے دیہاتوں میں رہنے والے، پس ان کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام ایک نعمتِ بے بہا سے کم نہیں، (عام مشاہدہ ہے کہ) وہ لوگ اسے سنتے، پڑھتے اور سمجھنے کی کوشش ضرور کرتے ہیں، ''ابیاتِ باہُو'' کے اکثر مصرعے تو ضرب المثل بن چکے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اس صوفیانہ پنجابی کلام میں:

وحدانیت وعشقِ الٰہی، تعریف وتوصیف ومحبت واطاعتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، محبت و مدحِ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ، کلمہ طیبہ کہ اہمیت و اَسرار، طلبِ حق ومنزلِ حق، اَسرار ورموزِ تصوف، مقام واہمیتِ مرشدِ کامل، دنیا پرست و ریاکار علماء وقُراء وفقراء کی مذمت، دنیاوی عارضی زندگی کے کھیل تماشا ہونے اور اس پر فریفتہ ہو کر آخرت کی اصل زندگی سے اعراض کرنے کی مذمت، نجس دنیا کی ظاہری دل فریبی وخوبصورتی کی نقاب کشائی اور اس کی اصلیت کی رونمائی کے علاوہ متعدد ایسے مضامین ملتے ہیں جو انسان کے دل کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام میں عشقِ حقیقی کی اہمیت کو اکثر مقامات پر بیان فرمایا ہے اور سلامتیٔ عشق کو سلامتیٔ ایمان پر فوقیت دی ہے کیونکہ ایمان کی حد ہو سکتی ہے، کہ ایمان کی انتہا جنت ہے لیکن عشق کی انتہا کوئی نہیں، عشق لا انتہا ہے حتیٰ کہ مکان ولامکاں بھی عشق کی وسعتوں میں سما سکتے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کئی ابیات میں حضور غوث الثقلین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے بے پناہ عقیدت ومحبت کا اظہار کیا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کی ذاتِ والا صفات کو اپنی عقیدتوں اور محبتوں کا مرکز ومحور تسلیم کیا ہے اور صاف

محسوس ہوتا ہے کہ سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ کی محبت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وجود میں خون کی طرح گردش کرتی ہے۔

الغرض! ''ابیاتِ باہو'' میں بہت سی حقیقتوں کا بیان ہے، تلخ بھی اور شیریں بھی، پس یہ ہمارے سامنے ایک آئینہ ہے اور ہم اس میں..................!!!

* * *

فرمان باہو رحمۃ اللہ علیہ:

"اگر تُو آئے تو دروازہ کھلا ہے نہ آئے تو اللہ بے نیاز ہے"

رنگِ تصوّف

(خصوصاً) حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ
کی کتب سے منتخب اقتباسات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حمد

''تمام محامد پروردگارِ عالم کو زیبا و لائق ہیں جس کی ذات کو ہمیشگی ہے اور جس کی شان زندے کو مردے اور مردے کو زندہ سے نکالنا ہے''۔

یُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَیُخۡرِجُ الۡمَیِّتَ مِنَ الۡحَیِّ ۔(۱۹:۳۰)

''وہ زندہ کو نکالتا ہے مردے سے اور مردے کو نکالتا ہے زندہ سے''۔

لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ ۚ وَھُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ○(۱۱:۴۲)

''اس جیسا کوئی نہیں اور وہی سنتا دیکھتا ہے''

نعت

''درود لامحدود جناب سیّد السادات پر جنہیں کل مخلوقات پر شرف ہے اور جو ہدایت اور دین حق کے اولوالعزم رسول ہیں اور جن کی شان میں خداوند کریم نے فرمایا ہے:

لَوۡلَاکَ لَمَا خَلَقۡتُ اَفۡلَاکَ:

(یعنی) ''اے حبیب! اگر تم نہ ہوتے تو ہم زمین و آسمان کبھی نہ بناتے''۔(حدیث قدسی)

اور جن کی شان میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَیَغۡفِرۡلَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ○(۳۱:۳)

''اے محبوب! تم فرما دو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ' اللہ تمہیں دوست رکھے گا' تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے''۔ (عین الفقر کلاں)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سیدنا حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویری ثم لاہوری رقمطراز ہیں:

حضرت محمد بن فضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علوم تین طرح کے ہیں: (۱) علم من اللہ (۲) علم مع اللہ (۳) علم باللہ' اس کو علمِ معرفت کہتے ہیں۔

علم من اللہ کا نام علمِ شریعت ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے ہماری طرف احکام نازل کر کے اس کی ادائی ہم پر لازم قرار دی ہے۔

علم مع اللہ کا نام علمِ مقامات' علم طریقِ حق اور اولیائے کرام کے درجات کا بیان ہے لہٰذا اس کی معرفت' شریعت کی پیروی کے بغیر صحیح نہیں ہوتی' اس طرح شریعت کی پیروی اظہار مقامات کے بغیر درست نہیں۔

حضرت ابوعلی ثقفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

العلم حیوٰۃ القلب من الجھل ونور العین من الظلمۃ ۔

''جہالت اور تاریکی کے مقابلے میں علم دل کی زندگی اور آنکھوں کا نور ہے''۔

مطلب یہ کہ جہالت کے خاتمہ سے دل کی حیات اور کفر کی تاریکی دور ہونے سے آنکھ کی روشنی یقینی ہے' جس کو معرفت کا علم نہیں اس کا دل جہل سے مردہ ہے اور جس کو شریعت کا علم نہیں اس کا دل نادانی کا مریض ہے۔

پس کافروں کے دل مردہ ہیں کیونکہ وہ خدا کی معرفت سے بے بہرہ ہیں' اہل غفلت کا دل بیمار ہے کیونکہ وہ اللہ کے فرمان سے بہت دور ہیں۔

حضرت ابوبکر ورّاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جس نے صرف علم کلام پر اکتفا کیا اور زہد نہ کیا وہ زندیق ہے اور جس نے علم فقہ پر قناعت کی اور تقویٰ اختیار نہ کیا تو وہ فاسق ہے''۔

ان کا مفہوم یہ ہے کہ:

''جس نے صرف توحید کی عبارتوں کا ہی علم اختیار کیا اور زہد نہ کیا وہ زندیق بن جاتا ہے اور جس نے بغیر پرہیزگاری کے علم فقہ و شریعت کو پسند کیا وہ فاسق و فاجر بن جاتا ہے''۔

مطلب یہ کہ بغیر درستیٔ معاملہ و مجاہدہ' مجرد توحید جبر ہے۔

علم فقہ یعنی شریعت کی احتیاط کا نام ''تقویٰ'' ہے جو اسے بغیر ورع و تقویٰ کے پسند کرتا ہے اور رخصت و تاویل اور تعلق و شبہات کے درپے ہو کر مجتہدین عظام کے مذہب سے نکل جاتا ہے وہ جلد ہی بآسانی فسق کے گڑھے میں گر پڑتا ہے اور ان باتوں کا ظہور بر بنائے غفلت ہوتا ہے۔

شیخ المشائخ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی قدس سرہٗ نے کیا خوب فرمایا ہے:

''تین قسم کے لوگوں کی صحبت سے بچو' ایک غافل علماء سے' دوسرے مداہنت (خوشامد' چرب زبانی) کرنے والے فقراء سے' تیسرے جاہل صوفیاء سے''۔

غافل علماء وہ ہیں جنہوں نے دنیا کو اپنے دل کا قبلہ بنا رکھا ہے اور شریعت میں آسانی کے متلاشی رہتے ہیں' حکمرانوں کی پرستش کرتے' ظالموں کا دامن پکڑتے' ان کے دروازوں کا طواف کرتے ہیں' خلق میں عزت و جاہ کو اپنی محراب گردانتے ہیں' اپنے غرور و تکبر اور اپنی خود پسندی پر فریفتہ ہوتے ہیں' دانستہ اپنی باتوں میں رقت و سوز پیدا کرتے ہیں' ائمہ اور پیشواؤں کے بارے میں زبانِ طعن دراز کرتے ہیں' بزرگانِ دین کی تحقیر کرتے ہیں' اگر ان کے ترازو کے پلڑے میں

دونوں جہان کی نعمتیں رکھ دو تب بھی وہ اپنی مذموم حرکتوں سے باز نہ آئیں گے، کینہ و حسد کو انہوں نے اپنا شعارِ مذہب قرار دے لیا ہے، بھلا ان باتوں کا علم سے کیا تعلق؟

علم تو ایسی صفت ہے جس سے جہل و نادانی کی باتین اربابِ علم کے دلوں سے فنا ہو جاتی ہیں۔

مداہنت کرنے والے فقراء وہ ہیں جو ہر کام اپنی خواہش کے مطابق کرتے ہیں، اگرچہ وہ باطل ہی کیوں نہ ہو، وہ اس کی تعریف و مدح کرتے رہیں گے اور جب کوئی کام ان کی خواہش کے خلاف ہوتا ہے چاہے وہ حق ہی کیوں نہ ہو تو وہ اس کی مذمت کرتے ہیں اور مخلوق سے ایسا سلوک کرتے ہیں جس میں جاہ و مرتبہ کی طمع ہوتی ہے اور عمل باطل پر خلق سے مداہنت کرتے ہیں۔

جاہل صوفیاء وہ ہیں، جن کا کوئی شیخ و مرشد نہ ہو اور کسی بزرگ سے انہوں نے تعلیم و ادب حاصل نہ کیا ہو، مخلوقِ خدا کے درمیان بن بلائے مہمان کی طرح خود بخود کود کر پہنچ گئے ہوں، انہوں نے زمانہ کی ملامت کا مزہ تک نہیں چکھا، اندھے پن سے، بزرگ کے کپڑے پہن لیے اور بے حرمتی سے خوشی کے رستے پڑ کر ان کی صحبت اختیار کر لی، غرض کہ وہ خودستائی میں مبتلا ہو کر حق و باطل کی راہ میں قوتِ امتیاز سے بیگانہ ہیں۔

یہ تین گروہ ہیں جن کو شیخ کامل ہمیشہ یاد رکھے اور اپنے مریدوں کو ان کی صحبت سے بچنے کی تلقین کرے کیونکہ یہ تینوں گروہ اپنے دعاوی میں جھوٹے ہیں اور ان کی روش ناقص و نامکمل اور گمراہ کرنے والی ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ''میں نے تیس سال تک مجاہدہ کیا مگر مجھے علم اور اس کی پیروی سے زیادہ مشکل کوئی اور چیز نظر نہیں آئی''۔

ان کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ طبیعت کے نزدیک علم کے مطابق عمل کرنے کے مقابلہ میں آگ پر پاؤں رکھنا زیادہ آسان ہے اور جاہل کے دل پر ہزار بار پل صراط سے گزرنا اس سے زیادہ آسان ہے کہ ایک علمی مسئلہ سیکھے، فاسق کے لیے جہنم میں خیمہ نصب کرنا اس سے زیادہ محبوب ہے کہ وہ کسی ایک علمی مسئلہ پر عمل پیرا ہو۔

(کشف المحجوب)

* * *

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَصَوُّف کیا چیز ہے؟

جہلا کا یہ خیال ہے کہ تصوف نہ کوئی شے ہے اور نہ اس کا وجود قائم ہو سکتا ہے بلکہ ایک قوتِ روحانی کا نام تصوف رکھ لیا گیا ہے۔ جس کی اصل وجہ یہ ہے کہ انسان جس چیز کو نہیں دیکھ سکتا اور جو چیز اس کی عقل کے اندازہ سے باہر ہوتی ہے اس پر اس کو مشکل سے یقین حاصل ہوتا ہے۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> "میں کہتا ہوں تصوف ایسی چیز نہیں ہے کہ ہر شخص اس کے مذاق سے آشنا ہو سکے' اس کی لذت تو کچھ متصوفین ہی جان سکتے ہیں جنہوں نے اپنی جانِ عزیز اس راہ میں قربان کر دی ہے اور خدا کے محبوبین میں شمار کیے گئے ہیں"۔

بعض کہتے ہیں کہ تصورات کی مشق سے قوتِ مقناطیسی کو کسی خیال مقدس کی طرف متوجہ کرنے سے جو حالت پیدا ہوتی ہے اس کو تصوف کہتے ہیں' زیادہ تر اس وجہ سے کہ معنیٔ خدا شناسی کا اچھا ذریعہ ہے۔

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کی یہ تعریف فرمائی ہے:

> "تصوف حقائق کا پانا اور پکڑنا اور دقائق کا کہنا اور جو کچھ خلائق کے ہاتھ میں ہے اس کی طرف نظر نہ کرنا اور اس سے ناامید ہو جانا ہے"۔

حضرت ابوحفص حداد رحمۃ اللہ علیہ نے اس علم کی تعریف لفظِ "ہمہ اوست" سے فرمائی ہے' دوسرے موقع پر آپ فرماتے ہیں:

''تصوف یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ تیری ہستی فنا کر دے اور اپنی ہستی کے ساتھ زندہ کر دے یعنی حیاتِ ابدی عطا فرمائے''۔

تیسرے موقع پر آپ فرماتے ہیں:

''تصوف وہ ہے کہ سارے علائقِ نفسانی کو قطع کر کے خدائے پاک کے ساتھ ہو رہے''۔

چوتھے موقع پر اس کی تعریف یہ فرمائی کہ:

''تصوف خلقت کے التفات سے دل صاف کرنے اور طبیعت سے مفارقت کرنے اوصافِ بشریت کے نکال دینے' خواہشاتِ نفسانی کے دور ہونے اور روحانی صفات کے حاصل ہو جانے سے علومِ حقیقی کے ساتھ بلند ہونے اور جو عمل اللہ تعالیٰ کی طرف بلند کرنے والا ہو' اس پر کاربند رہنے اور تمام امت کو نصیحت کرنے والا' وفا بجا لانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے اتباع کرنے کا نام تصوف ہے''

حضرت خواجہ ابو محمد مرتعش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''تصوف حسن خُلق کا نام ہے''۔

حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''تصوف نہ علوم ہے نہ رسوم' کیونکہ اگر علوم ہوتا تو پڑھنے سے حاصل ہوتا اور اگر رسوم ہوتا تو مجاہدہ کے ساتھ حاصل ہوتا بلکہ تصوف نام اخلاق کا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے خُلق کے ساتھ ہر ایک سے پیش آنا' یہ تصوف نہ رسوم سے ہاتھ آتا ہے نہ علوم سے حاصل ہوتا ہے بلکہ تصوف

''ترک جملہ ہائے نفس است برائے نصیب حق''

یعنی تصوف تمام حظوظِ نفسانیہ کو محض خدا کی رضا جوئی کے واسطے ترک کرنے کا نام ہے''۔ (محک الفقر کلاں)

تصوف کی حقیقت

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"اے طالب! تصوف کے معنی مطلق توحید جاننے کے ہیں اور دوسرے معنی تصوف کے صفائی دل کے ہیں اور تصوف کا علم چار سلک پر منسلک ہے کہ جس مقام میں چار گواہ اور چار راستے ہیں"۔

اب ہر ایک سلک کی تعریف ملاحظہ ہو:

اوّل سلک' سلوکِ تصوف میں خاص الخاص ہے جس کا تعلق شریعت سے ہے اور دوسرا سلک' سلوکِ تصوف میں بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے اس کا مقام' مقامِ طریعت سے ہے' تیسرا سلک' سلوکِ تصوف میں حقائقِ نکات سے ہے' جس کا تعلق مقامِ حقیقت ہے اور چوتھا سلک تصوف میں توحید سے ہے جس کا تعلق مقامِ معرفت سے ہے"۔

فرماتے ہیں:

"چونکہ علم تصوف علمِ توحید سے ہے' علم توحید کا تعلق علم فقہ سے ہے اور علم فقہ کا تعلق علمِ حیا سے ہے اور علمِ حیا کا تعلق محبتِ الٰہی اور دردِ محبت کے ساتھ ہے"۔

اس سے معلوم ہوا کہ علم تصوف ہر علم پر اولیٰ ہے' اس واسطے کے علم تصوف توحید بالا ایمان ہے۔ (محک الفقر کلاں)

حروفِ "تصوف" کے معنی

پس اے طالبِ صادق!

تجھ کو معلوم ہو کہ مسلکِ سلوک معرفتِ مولیٰ کی راہ ہے' پس جو کوئی طالبِ مولیٰ تصوف سے واقف نہیں وہ سراسر گمراہ ہے' تصوف کے چار حرف ہیں: ت' ص' و' ف

ت سے مراد یہ ہے کہ راہِ مولیٰ میں اپنے آپ کو تصرف کرے۔

ص سے مراد صراطِ مستقیم ہے یعنی سیدھی راہ پر چلنا۔

واؤ سے مراد وعدہ خلافی نہ کرنا اور

ف سے مراد فتح الغیب اور فنا فی النفس ہونا ہے۔

پس جو کوئی ان حروف کے معنی سے واقف نہیں اور ان کا عامل نہیں وہ ہرگز تصوف سے آشنا نہیں ہے۔

دوسرے معنی تصوف کے یہ ہیں کہ تصوف اسم اللہ سے ہے یعنی علم الف سے اور الف سے مراد آیہ ''عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ'' ہے یعنی سکھلا دیئے آدم (علیہ السلام) کو کل اسم۔

اور صوفیاء کرام فرماتے ہیں یہاں کل اسم سے مراد ''کل علم، کل عقل اور کل درجات'' ہیں کہ جو قال سے حال کی طرف لے جائیں کہ جن کے ظاہر اور باطن مراتب مولیٰ کے ساتھ ہیں جیسا کہ خود ارشاد ہوتا ہے:

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔(٦:١١٥)

''اور پوری ہے تیرے رب کی بات سچ اور انصاف میں اس کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی ہے سنتا جانتا''۔

پس اے طالب!

عارف باللہ معرفت مع اللہ ایسا چاہیے جیسا کہ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ السامی فرماتے ہیں کہ

''میں تیس برس تک خدا کے ساتھ ہم کلام رہا اور مخلوق سمجھتی تھی کہ ہمارے ساتھ ہم کلام ہے''۔

چونکہ عارف کا قال اور ہے اور حال اور ہے جیسا کہ قصہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا سورۂ کہف میں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ایک کشتی

کو توڑ ڈالا اور ایک نوجوان کو مار ڈالا اور ایک ٹیڑھی (گرنے والی) دیوار سیدھی کر دی، پس حضرت خضر علیہ السلام کا کام "راہ" پر تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نظر "گناہ" پر تھی، پس اسی طرح عارف ہر حال اور ہر مقام سے خبردار ہوتا ہے اور احوالِ ماضی و مستقبل اس کی نگاہ میں ہوتے ہیں۔

از نگاہِ نیم روشن آہِ من   درمیانِ کفر و ایماں راہِ من

اور حدیث "الایمان بین الخوف والرجآء" اس کی مؤید ہے، یعنی ایمان درمیان خوف اور امید کے ہے۔ (محک الفقر کلاں)

"سیدنا حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویری ثم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ○ (الفرقان:۶۳)

"اور رحمٰن کے وہ بندے کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے (بے ہودہ، خلافِ ادب و تہذیب) بات کرتے ہیں تو (وہ) کہتے ہیں: بس سلام (یعنی سلام متارکت)"

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من سمع صوت اهل التصوف فلا يومن علىٰ دعائهم كتب عند الله من الغافلين ۔

"جو صوفیاء کی آواز سنے اور ان کی دعا پر آمین نہ کہے تو وہ اللہ کے نزدیک غافلوں میں شمار ہوگا"۔

اہل علم حضرات نے اسمِ تصوف کی تحقیق میں بہت کچھ کہا ہے اور کتابیں تصنیف کی ہیں۔

چنانچہ اہل علم کی ایک جماعت کہتی ہے کہ صوفی کو صوفی اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ صوف (پشمینہ) کا لباس پہنتے ہیں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ اوّل صف میں ہوتے ہیں اور ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ یہ ''اصحابِ صفہ'' کی نیابت کرتے ہیں، بعض نے کہا کہ یہ نام صفا سے ماخوذ ہے۔

غرضکہ ہر وجہ تسمیہ میں طریقت کے بکثرت لطائف ہیں لیکن اگر لغوی معنی کا اعتبار کیا جائے تو معنی بعید از مفہوم ہو جاتا ہے۔

چونکہ ہر حالت میں ظاہر و باطن کی صفائی محمود و پسندیدہ ہے اور اس کی ضد کدورت سے اجتناب کرنا مقصود ہے جیسا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ذہب صفو الدنیا وبقی کدرھا۔ (بخاری شریف)

''دنیا کی پاکیزگی جاتی رہی اور اس کی کدورت باقی ہے''

گویا صوفی میں لطیف و پاکیزہ چیزوں کے نام سے اس کی صفائی مراد ہے، چونکہ صوفیاء کرام اپنے اخلاق و معاملات کو مہذب و پاکیزہ بنا کر طبعی آفتوں سے نفرت کرتے ہیں، اس بناء پر انہیں ''صوفی'' کہا جاتا ہے۔

صوفیاء کی جماعت کے لیے یہ نام اسماءِ اعلام یعنی مخصوص و معین ناموں میں سے ہے اس لیے کہ ان کے خطرات ان کے ان معاملات کے مقابلہ میں جسے وہ مخفی رکھتے ہیں بہت بڑے ہیں تا کہ ان کا نام اسی سے ماخوذ سمجھا جائے۔

نیز یہ کہ:

ان الصفا صفة الصدیق

ان اردت صوفیا علی التحقیق

''حق و صداقت کی راہ میں اگر صوفی بننا چاہو تو جان لو کہ صوفی ہونا حضرت صدیق اکبر کی صفت ہے''

صفائے باطن کے لیے کچھ اصول اور فروع ہیں، ایک اصل تو یہ ہے کہ دل کو غیر

سے خالی کرے اور فرع یہ ہے کہ مکر و فریب سے بھرپور دنیا کو دل سے خالی کر دے، یہ دونوں صفتیں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہیں، اسی لیے آپ طریقت کے رہنماؤں کے امام ہیں، آپ کا قلب مبارک اغیار سے خالی تھا۔

من نظر الی الخلق هلك

ومن رجع الی الحق ملك

"جس نے مخلوق پر نظر ڈالی وہ ہلاک ہوا، اور جس نے حق کی طرف رجوع کیا وہ مالک ہوا"۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دوسری شان کہ آپ کا قلب مبارک دنیائے غدار سے خالی تھا، اس کی کیفیت یہ ہے کہ آپ کے پاس جتنا مال و منال اور غلام وغیرہ تھے، سب کو راہِ خدا میں دے کر ایک کمبل اوڑھ کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گئے۔

اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا:

ما خلفت لعيالك؟ فقال الله ورسوله ۔

اے صدیق! تم نے اپنے گھر والوں کے لیے چھوڑا؟

عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تم نے اپنے مال میں سے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؟ انہوں نے عرض کیا: بہت بڑا خزانہ اور بے حد و غایت مال و منال چھوڑا ہے۔

فرمایا: وہ کیا؟ عرض کیا:

"ایک تو اللہ کی محبت اور دوسرے اس کے رسول کی متابعت"۔ (کشف المحجوب)

معرفتِ الٰہی

سیدنا حضرت داتا گنج قدس سرہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ (الانعام:۹۱)

''اور (یہود) نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسے چاہیے تھی''

(یعنی اللہ کی معرفت سے محروم رہے۔)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لو عرفتم اللّٰه حق معرفته لمشيتم على البعور والزالت بدعائكم الجبال ۔

''اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت کماحقہٗ حاصل ہوتی تو تم دریاؤں پر خشک قدم چلتے اور تمہاری دعاؤں سے پہاڑی اپنی جگہ سے ٹل جاتے''

نیز سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

معرفت کی اقسام

معرفت الٰہی کی دو قسمیں ہیں: ایک علمی اور دوسری حالی۔

معرفت علمی تو دنیا و آخرت کی تمام نیکیوں کی جڑ ہے جو بندے کے لیے ہمہ وقت اور ہر حالت میں تمام چیزوں سے زیادہ بہتر ہے۔

معرفت علمی کے دلائل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ (اَیْ لِيَعْرِفُوْنَ) ۔(۵۶:۵۱)

''ہم نے جن و انس کو اپنی معرفت ہی کے لیے پیدا کیا ہے مگر اکثر لوگ اس سے ناواقف اور روگرداں ہیں''۔

لیکن وہ حضرات جن کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ فرما کر دنیاوی تاریکیوں سے محفوظ رکھا اور ان کے دلوں کو زندہ و تابندہ بنایا ان میں سے ایک سیدنا حضرت عمرؓ بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے حال کی خبر دیتے ہوئے حق تعالیٰ نے فرمایا:

وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ (يَعْنِيْ عُمَرَ)

"اور ہم نے ان کے لیے نور مقرر کیا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتے ہیں (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ)"

اور اللہ تعالیٰ نے جن کے دلوں پر مہر لگائی اور دنیاوی تاریکیوں میں مبتلا کیا ان میں سے ایک ابوجہل لعین کے حال کی خبر دیتے ہوئے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ط (يَعْنِيْ اَبُوْ جَهْلٍ) ۔ (انعام:۱۲۲)

"کون ہے اس کی مثل جو تاریکیوں میں ہے جو کبھی اس سے نکلتا ہی نہیں (یعنی ابوجہل لعنۃ اللہ علیہ)"

لہٰذا معرفت کی حقیقت یہ ہے کہ دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ زندہ ہو اور اس کا باطن ماسوی اللہ سے خالی ہو اور ہر ایک کی قدر و منزلت معرفت سے ہے اور جسے معرفت نہیں وہ بے قیمت ہے، اسی لیے تمام علماء و فقہاء علم کی صحت اور درستی کو معرفتِ الٰہی کے ساتھ موسوم کرتے ہیں اور تمام مشائخ طریقت، حال کی صحت اور اس کی درستی کو معرفتِ الٰہی سے تعبیر کرتے ہیں اور اسی بناء پر وہ معرفت کو علم سے افضل کہتے ہیں کیونکہ صحتِ حال، صحتِ علم کے بغیر ممکن نہیں اور صحتِ علم کے لیے صحتِ حال لازمی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ بندہ اس وقت تک "عارف" نہیں ہو سکتا جب تک کہ عالم حق نہ ہو، البتہ عالم کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ عارف نہ ہو، جو لوگ اس معنی اور حقیقت سے ناواقف اور بے خبر ہیں خواہ کسی طبقہ سے متعلق ہوں ان سے مناظرہ کرنا بے فائدہ ہے، یہی وہ لوگ ہیں جو طریقت کے منکر ہیں اور طبقۂ صوفیاء ان سے جدا ہے۔ (کشف المحجوب)

عالم بے عمل معرفتِ الٰہی سے بے خبر ہے

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

مجھے ان لوگوں کی حالت پر تعجب آتا ہے جو عالم بے عمل اور معرفتِ الٰہی سے بے خبر اور اہلِ نفس ہیں، نفس شیطان کا بادشاہ ہے اور شیطان نفس کا وزیر ہے، اہلِ نفس کو شیطان معرفتِ الٰہی سے باز رکھتا ہے اور حرص و ہوا، ظاہر پرستی اور رُو و ریا میں مبتلا کرتا ہے۔ اکثر علماء یہ کہتے ہیں:

> "اس زمانہ میں شیخ ولی اللہ جو لائق ارشاد ہو کوئی نہیں اور کوئی مرشد لائقِ توفیق نہیں، مرشد یا وسیلہ صرف علم فقہ کی کتابوں کو سمجھنا چاہیے"۔

لیکن وہ غلطی پر ہیں، علم ایک روشن راستہ ہے، وسیلہ مرشد ذکر، فکر کا لشکر لے کر نفس، شیطان اور دنیاوی حوادث سے طلب کی حفاظت کرتا ہے۔

کیا تجھے علم نہیں کہ شیطان علم میں تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کو علم ظاہری حاصل نہ تھا، شیطان کی زبان پر علم ظاہری تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کو علم باطنی یعنی معرفتِ الٰہی کا علم تھا، اسی لیے عز و شرف میں فرشتوں سے بڑھ گئے تھے۔

قولہ تعالیٰ:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ۔

"اور اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو تمام نام سکھا دیئے"

پس ظاہری علم شیطان کو رد اور دفع کرنے کے لیے ہے۔

علم باطنی سے اللہ تعالیٰ کی توحید، قرب اور معرفت حاصل ہوتی ہے۔

(کلید التوحید کلاں)

توحید

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ توحید کے بارے میں فرماتے ہیں:

> "دو واجب الوجود کا ہونا عقلاً محال ہے، اگر دو واجب الوجود ہوں تو ان میں مابہ الامتیاز کچھ ہونا چاہیے اور کچھ مابہ الاشتراک، ورنہ سب طرح سے

وہ دونوں ایک ہی ہیں دو نہیں ہو سکتے، اور اگر ہوں تو ان کو دو کہنا بے معنی ہے"۔

نیز:

"اگر سلسلۂ اعداد پر خیال کیا جائے تو واحد کا مرتبہ وحدت میں ایک ہی ہے کہ جس سے مجموعۂ اعداد کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، دو واحد حیثیت واحدہ میں متصور نہیں ہو سکتے، پس جب تک کوئی دلیل مخالف اس کے ثابت نہ ہو، سلسلۂ کائنات میں خلاف اس کے تجویز کرنا خلافِ دانش ہے"۔ (محک الفقر کلاں)

توحید کے معنی

حکایت ہے کہ کسی بزرگ نے حضارِ مجلس سے سوال کیا:

توحید کیا ہے؟

پس ایک عورت نے جواب دیا: "التوحید ھو الواحد" توحید ایک ہے۔

بزرگ نے فرمایا: جواب خوب دیا۔

اے عورت! کس کام میں مشغول ہے؟

جواب دیا کہ کھیتی کے کام میں مشغول ہوں۔ بزرگ نے فرمایا کہ کھیتی مردوں کا کام ہے اور تجھ پر اسباب زراعت کے میں نہیں دیکھتا، پس تو کس طرح کھیتی کرتی ہے؟ عورت نے کہا: میں نے اپنے نفس کو بیل بنایا ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور جفت رانی کرتی ہوں اور اپنے سینہ کو زمین بنایا ہے اور معرفت اور عبادت کا بیج بوتی ہوں اور اپنے تمام کھیت کی رات بھر جاگ کر نگہبانی کرتی ہوں اور گریہ وزاری سے پانی دیتی ہوں۔

جب بزرگ نے یہ کیفیت سنی تو فرمایا:

اے عورت! باغ میں بوستان سے بھی الفت ہے؟

عورت نے کہا: ہاں!

حدیث: خلق اللّٰہ عشر بساتین فی القلوب المؤمنین ۔

"اللہ تعالیٰ نے دس باغ مؤمنوں کے دل میں پیدا کیے"۔

اوّل باغ توحید، دوسرا باغ علم، تیسرا باغ حلم، چوتھا باغ تواضع، پانچواں باغ سخاوت، چھٹا باغ توکل، ساتواں باغ قسمت، آٹھواں باغ سنت، نواں باغ خوف، دسواں باغ رجا یا رضا۔

پھر شرطِ حفاظت باغ کی یہ ہے کہ جب صبح ہو اپنے باغ کے اندر باغباں تلاش کرے اور جو خار و خس ہو اس کو جھاڑے اور باہر ڈالے اور سوائے نہالِ اصلی اور شوقِ اصلی کے کچھ نہ چھوڑے جیسا کہ جو مومن توحید کے باغ میں آتا ہے، کفر اور شرک کا خار باہر کرتا ہے اور جب باغ علم میں آتا ہے، سرکشی اور بے ادبی کا خار نکال دیتا ہے اور جب باغِ تواضع میں آتا ہے، نخوت اور غرور کا خار دور کرتا ہے اور جب باغِ سخاوت میں آتا ہے، بخل اور حرص کا خار علیحدہ کرتا ہے اور جب باغ توکل میں آتا ہے، لالچ اور حسد کا خار جدا کرتا ہے اور جب باغ سنت میں آتا ہے، بدعت اور ریاء کے خار باہر گرا دیتا ہے اور باغ خوف میں آ کر نخوت اور غرور اور بے ہمتی کے خار کو دور کرتا ہے اور جب باغِ رجاء میں آتا ہے، غیبت اور رشوت کے خار باہر ڈال دیتا ہے۔ جب اس عورت نے ان دس باغوں کو بیان کیا تو بزرگ نے ایک آہ بھری۔

عورت نے کہا:

اے شیخ! تو بیمار ہو گیا یا کوئی درد تجھ کو پہنچا ہے کہ آہ بھرتا ہے؟

شیخ نے کہا: سچ ہے، میرے کام میں اچھا مرض ہے، میرے کام میں توجہ کر۔

عورت نے کہا: اے شیخ! تقویٰ کی ہڑ (ہلیلہ) لا اور اپنے دونوں لب مضبوط بند کر آنسوؤں کا پانی ندامت کے اخلاص کے ساتھ اس میں ڈال کہ بدعملی اور نافرمانی کیوں کی اور پیٹ کی دیگ میں بھر کر اور اس کے نیچے عشق کی آگ جلا اور ہر صبح و

شام اس دوا سے غریبی کا زہر کھاتا کہ صحتِ کامل پائے اور دنیا کی محنتوں سے خلاصی پائے مجرب نسخہ ہے۔

جواب مصنف باھو فانی ھو کہتا ہے کہ آدمی کا وجود اللہ تعالیٰ کی کان ہے اور اس کان میں پتھر ہے دل کے پتھر میں لعل ہے بے بہا کہ اس کو قدرتِ الٰہی کا خزانہ کہتے ہیں جیسا کہ آفتاب کی نظر ہمیشہ پہاڑ پر پڑتی ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت عارفوں کے دل پر اور یا یہ کہ آدمی کا وجود مثل ظلمات کے ہے اور ظلمات میں آبِ حیات اور آبِ حیات کا طالب سکندر چاہیے اور مرشد مثل حضرت خضر علیہ السلام کے اور نفس مثل مادہ اسپ کے ہے۔

جب کہ حضرت خضر علیہ السلام سکندر کو ظلمات میں لے گئے اور حضرت علیہ السلام نے فرمایا:

> ”اے یارو! آبِ حیات کسی نے نہ پیا ہے لیکن مصلحت یہ ہے کہ آبِ حیات کے گرد جو پتھر پڑے ہیں اٹھا لو پس جو لوگ حضرت خضر کا فرمانا بجا لائے وہ پتھر اٹھا لائے اور ظلمات سے باہر آئے۔
>
> پس حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: ان پتھروں کو توڑ دو جب انہوں نے توڑے تو ان میں سے لعل بے بہا نکلے اور جو لائے تھے ان کو بھی افسوس ہوا کہ بہت سے کیوں نہ اٹھائے اور جو ان پتھروں کو نہ لائے تھے انہوں نے اپنے سر پر خاک ڈالی“۔

پس مثل دنیا کے بھی ظلمات ہے اور فقر مثل پتھر کے لعل کا بھرا ہوا اور اس کی حقیقت قیامت کے روز معلوم ہو گی اور دل اور دل کے ذکر کی وہاں امداد کرے گی اگر اس مرتبہ پر پہنچے۔

نفس سے باخبر رہ اور معصیت سے اگرچہ تھوڑے ہوں ڈبو دیتے ہیں۔ نفس اور خنثیٰ کو پیشاب بھی ایک جا آیا ہے اور سفلہ کو دنیا کے اسباب عقبیٰ سے زیادہ اچھے

ہیں جیسے کہ چوہیا کو گوبر کی بو عنبر کی خوشبو سے بہتر ہے۔ (محک الفقر کلاں)

فقر و درویشی

سیدنا حضرت داتا گنج بخش قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ راہِ حق میں درویشی کا عظیم مرتبہ ہے اور درویشوں کو بڑے خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (۲:۲۷۳)

"ان فقیروں کے لیے جو راہِ خدا میں روکے گئے' زمین میں چل نہیں سکتے' نادان انہیں تونگر سمجھے بچنے کے سبب"۔

(۲) ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ (۱۶:۷۵)

"اللہ نے ایک کہاوت بیان فرمائی' ایک بندہ ہے دوسرے کی مِلک آپ کچھ مقدور نہیں رکھتا"۔

(۳) تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا (۳۲:۱۶)

"ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خواب گاہوں سے اور اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے اور اُمید کرتے"۔

نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے بھی فقر و توکل کو پسند فرمایا' چنانچہ ارشاد ہے:

اللهم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرة المساکین۔

"اے اللہ! مجھے مسکینی میں زندہ رکھ اور مجھے مسکینی میں موت دے اور قیامت کے روز مجھے مساکین کے گروہ میں اٹھا"۔ (ترمذی)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا:

"میرے محبوبوں کو میرے قریب لاؤ، فرشتے عرض کریں گے: کون تیرے محبوب ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: وہ مسکین فقراء ہیں"۔

اس قسم کی بکثرت آیات و احادیث ہیں جو حد شہرت کو پہنچی ہوئی ہیں، ان کے اثبات کی حاجت نہیں اور نہ دلائل صحت کی ضرورت کیونکہ ایک ایسا وقت بھی گزرا ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقراؤ مہاجرین میں جلوہ افروز تھے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت ایسی بھی تھی جنہوں نے اللہ کی عبادت اور بندگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہنے کے لیے سب سے کنارہ کش ہو کر تمام معاملات سے یکسوئی حاصل کر لی اور اپنا رزق اللہ تعالیٰ کی عطاء پر چھوڑ کر مسجد نبوی شریف میں اقامت اختیار کر لی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان صحابہ کے ساتھ صحبت و قیام پر مامور فرمایا جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (۵۲:۶)

"جو (صحابہ) صبح و شام اپنے رب کی عبادت کرتے اور اس کی رضا چاہتے ہیں انہیں نہ چھوڑیئے"۔

اور

وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (۲۸:۱۸)

"اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں کیا تم دنیا کی زندگانی کا سنگار چاہو گے"۔

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول رہا کہ ان صحابہ میں سے کسی ایک کو جہاں کہیں بھی دیکھتے تو آپ فرماتے:

''یہ وہ حضرات ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے تاکید فرمائی ہے''۔

(کشف المحجوب)

فقراء کی فضیلت

حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد الغزالی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے:

''اس امت کے سب سے بہترین لوگ فقراء ہیں اور سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے کمزور لوگ ہیں''۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''میری دو باتیں ہیں جو انہیں پسند کرتا ہے وہ مجھے پسند کرتا ہے جو انہیں بُرا سمجھتا ہے وہ مجھے بُرا سمجھتا ہے: (۱) فقر (۲) جہاد''۔

روایت ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

''اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو میں پہاڑ سونے کا بنا دوں جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ساتھ رہے''۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد فرمایا:

''اے جبرائیل! یہ دنیا تو اس کا گھر ہے جس کا آخر میں کوئی گھر نہ ہو، یہ اس کی دولت ہے جس کے پاس آخر میں کوئی دولت نہ ہو اور اسے وہی جمع کرتا ہے جس کے پاس عقل نہ ہو''۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ آپ کو اسی حق و صداقت پر قائم رکھے۔

روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سفر کے دوران ایک ایسے شخص کے پاس

سے گزرے جو کمبل لپیٹے سو رہا تھا' آپ نے اسے جگا کر فرمایا:

"اے سونے والے! اُٹھ اور اللہ کو یاد کر' اس شخص نے کہا: آپ مجھ سے اور کیا چاہتے ہیں؟ میں نے دنیا کو دنیا داروں کے لیے چھوڑ دیا ہے' آپ نے فرمایا: تو پھر اے میرے دوست! سو جا"

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام ایک ایسے شخص کے قریب سے گزرے جو اینٹ کا تکیہ بنائے کمبل میں لپٹا ہوا زمین پر سو رہا تھا' اس کی داڑھی اور تمام چہرہ گرد آلود ہو رہا تھا۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی:

"یا اللہ! تیرا یہ بندہ دنیا میں برباد ہو گیا' اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی اور فرمایا: "تمہیں پتہ نہیں جب میں کسی بندے پر اپنے کرم کے دروازے مکمل طور پر کھول دیتا ہوں تو اس کے دل سے دنیا کی محبت ختم کر دیتا ہوں"۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: جب تو فقر کو آتا دیکھے تو کہنا: خوش آمدید! اے نیکوں کے لباس"۔

حضرت عطاء الخراسانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

"اللہ تعالیٰ کے ایک نبی کا دریا کے پاس سے گزر ہوا' وہاں انہوں نے دیکھا ایک شخص مچھلیوں کا شکار کر رہا ہے' اس نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر دریا میں جال پھینکا مگر کوئی مچھلی نہ پھنسی' انہیں نبی کا گزر ایک دوسرے شخص کے پاس سے ہوا جو مچھلیوں کا شکار کر رہا تھا' اس نے شیطان کا نام لے کر جال پھینکا' جب کھینچا تو وہ مچھلیوں سے بھرا ہوا نکلا' اللہ کے نبی نے بارگاہِ رب العزت میں عرض کی: اے عالم الغیب! اس میں کیا راز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ میرے نبی کو ان دو شخصوں کا مقام

آخرت دکھلاؤ' جب انہوں نے پہلے شخص کا اللہ تعالیٰ کے حضور عزت و وقار اور دوسرے شخص کی بے حرمتی دیکھی تو بے ساختہ کہہ اٹھے: اے الٰہ العٰلمین! میں تیری تقسیم پر راضی ہوں''۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

اطلعت فی الجنة فرأیت اکثر اهلها الفقراء واطلعت فی النار فرأیت اکثر اهلها الاغنیاء والنساء .

''میں نے جنت کو دیکھا' اس میں اکثر فقراء تھے' میں نے جہنم کو دیکھا اس میں اکثر مال دار اور عورتیں تھیں''۔

ایک روایت میں ہے کہ میں نے پوچھا: مال دار کہاں ہیں؟ تو مجھے بتایا گیا: انہیں مال داری نے گرفتار کر رکھا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:

فرایت اکثر اهل النار النساء فقلت: ما شانهن؟ فقیل شغلهن الاحمران' الذهب والزعفران .

''میں نے جہنم میں اکثر عورتوں کو دیکھ کر کہا: ایسا کیوں ہے؟ تو مجھے بتایا گیا' یہ ان کی سونے اور خوشبوؤں سے محبت کی وجہ سے ہے''۔

حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تحفة المؤمن فی الدنیا الفقر .

''فقر دنیا میں مؤمن کا تحفہ ہے''۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت رضی اللہ عنہم سے روایت ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی انسان سے محبت کرتا ہے تو اسے آزمائش میں ڈال دیتا ہے اور جب کسی سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے تو اس کے لیے ذخیرہ کر دیتا ہے۔ پوچھا گیا: حضور! ذخیرہ کیسے ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا:

"اس انسان کے مال اور اولاد میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہتا"۔

حدیث شریف میں ہے:

اذا رأیت الفقر مقبل قل: مرحبا بشعار الصالحین واذا رأیت الغنیٰ مقبلا قل ذنب عجلت عقوبة۔

"جب تو فقر کو اپنی جانب متوجہ پائے تو اسے خوش آمدید کہہ اور کہہ کہ اے نیکوں کی علامت! پھر اس کا خیر مقدم کرو اور جب تم مال و دولت کو اپنی طرف آتا دیکھو تو کہو: دنیا میں مجھے یہ کسی گناہ کی جلدی سزا مل رہی ہے"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا:

"الٰہی! مخلوق میں تیرے دوست کون سے ہیں تاکہ میں ان سے محبت کروں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فقیر اور فقیر"۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے:

"میں فقر کو دوست رکھتا ہوں اور مالداری سے نفرت کرتا ہوں"۔

آپ علیہ السلام کو اے مسکین! کہہ کر بلایا جاتا سب ناموں سے اچھا لگتا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے:

"قیامت کے دن ایک بندے کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے اس طرح معذرت کرے گا جیسے دنیا میں ایک شخص دوسرے سے معذرت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا: مجھے میری عزت و جلال کی قسم! میں نے تجھ سے دنیا کو تیری بے قدری کی وجہ سے نہیں پھیرا تھا بلکہ اس عزت اور اکرام کے سبب جو میں نے تیرے لیے تیار کی تھی، تجھے دنیا سے محروم رکھا۔ اے میرے بندے! لوگوں کی ان جماعتوں میں جاؤ جس کسی نے بھی میری رضامندی کی خاطر تجھے کھلایا پلایا، لباس پہنایا،

اس کا ہاتھ پکڑ لو وہ تمہارا ہے، لوگ اس دن پسینہ میں غرق ہوں گے اور وہ صفوں کو چیرتا ہوا ان کو تلاش کر کے جنت میں لے جائے گا"۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"فقراء کو پہچانو اور ان سے بھلائی کرو، ان کے پاس دولت ہے، عرض کی گئی: حضور! ان کے پاس کون سی دولت ہے؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہو گا، اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: جس نے تمہیں کھلایا پلایا ہو، کپڑا پہنایا ہو اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے جنت میں لے جاؤ"۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسے شخص کے پاس سے گزر ہوا جس کے پاس مال ومتاعِ دنیا سے کچھ نہیں تھا، آپ نے فرمایا:

لو قسم نور ھذا علی اھل الارض لوسعھم ۔

"اگر اس کا نور تمام دنیا والوں میں تقسیم کیا جائے تو پورا ہو جائے گا"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کیا میں تمہیں جنتی بادشاہوں کے متعلق نہ بتاؤں؟ عرض کی گئی: ضرور بتائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ہر وہ شخص جسے کمزور و ناتواں سمجھا گیا، غبار آلود پریشان بالوں والا، دو پھٹی پرانی چادروں والا، جسے کوئی خاطر میں نہیں لاتا ہے اگر وہ (کسی بات میں) اللہ کی قسم کھا لے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو ضرور پورا کرتا ہے"۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"حضور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے حسنِ ظن رکھتے تھے، ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمران! تمہارا میرے نزدیک ایک خاص مقام ہے، کیا تم میری بیٹی فاطمہ کی عیادت کو چلو گے؟ میں نے کہا:

میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں ضرور چلوں گا' چنانچہ ہم روانہ ہو گئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ پر پہنچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازہ کھٹکھٹایا اور سلام کے بعد اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: تشریف لایئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میرے ساتھ ایک اور شخص بھی ہے۔ پوچھا گیا: حضور! دوسرا کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمران! حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بولیں: رب ذوالجلال کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا' میں صرف ایک چادر سے تمام جسم چھپائے ہوئے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست اقدس سے اشارے سے فرمایا: تم ایسے ایسے پردہ کر لو انہوں نے عرض کیا: اس طرح میرا جسم تو ڈھک جاتا ہے مگر سر نہیں چھپتا۔ آپ نے ان کی طرف ایک پرانی چادر پھینکی اور فرمایا: تم اس سے سر ڈھانپ لو اس کے بعد آپ گھر میں داخل ہوئے اور سلام کے بعد پوچھا: بیٹی کیسی ہو؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: حضور! مجھے دوہری تکلیف ہے' ایک بیماری کی تکلیف اور دوسرے بھوک کی تکلیف' میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جسے کھا کر بھوک مٹا سکوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر اشکبار ہو گئے اور فرمایا: بیٹی! گھبراؤ نہیں! اللہ کی قسم! میرا اللہ کے ہاں تم سے زیادہ مرتبہ ہے مگر میں نے تین دن سے کچھ نہیں کھایا' اگر میں اللہ تعالیٰ سے مانگوں تو مجھے ضرور کھلائے مگر میں نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی ہے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

"خوش ہو جاؤ! تم جنتی عورتوں کی سردار ہو"۔

انہوں نے پوچھا: حضرت آسیہ اور مریم کہاں ہوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آسیہ اپنے زمانے کی عورتوں کی اور تم اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہو' تم جنت کے ایسے محلات میں رہو گی جن میں کوئی عیب' کوئی دکھ اور کوئی تکلیف نہیں ہو گی' پھر فرمایا: اپنے چچا زاد کے ساتھ خوش رہو' میں نے تمہاری شادی دنیا اور آخرت کے سردار کے ساتھ کی ہے"۔

سیدنا حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب لوگ فقراء سے دشمنی رکھیں' دنیاوی شان و شوکت کا اظہار کریں اور روپیہ جمع کرنے پر حریص ہو جائیں تو اللہ تعالی ان پر چار مصیبتیں نازل فرماتا ہے:

(۱) قحط سالی (۲) ظالم بادشاہ (۳) خائن حاکم (۴) دشمنوں کی ہیبت"۔

☆ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک درہم والے سے دو درہم والے کا حساب زیادہ ہو گا۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے:

"جو مال دار کی عزت اور فقیر کی توہین کرتا ہے' وہ ملعون ہے"۔

☆ حضرت لقمان رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"بوسیدہ کپڑوں کی وجہ سے کسی کو حقیر نہ سمجھو کیونکہ اس کا اور تمہارا رب ایک ہے"۔

☆ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں ایک فقیر آیا تو آپ نے اسے فرمایا:

"آگے آ جاؤ! اگر تم مال دار ہوتے تو میں تمہیں آگے بڑھنے کی اجازت نہ

دیتا"۔

اُن کی فقراء سے بے پناہ محبت دیکھ کر ان کے مال دار دوست یہ تمنا کرتے کہ کاش! ہم بھی فقیر ہوتے۔

☆ حضرت مؤمل رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سفیان ثوری (رحمۃ اللہ علیہ) کی مجلس میں فقیر سے زیادہ باعزت اور مال دار سے زیادہ ذلیل کسی کو نہیں دیکھا۔ (مکاشفۃ القلوب)

فرمانِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم: "فقر میرا فخر ہے"

حدیث: الفقر فخری و الفقر منی ۔

"فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے"۔

اکثر کافر، جھوٹے اور منافق بآواز بلند کہا کرتے تھے: "**یا محمد فقیر**" جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فقر محمد کے لیے باعثِ فخر ہے کیونکہ فقر کے سبب سے اللہ تعالیٰ سے یگانگت اور اہل حرص و ہوا لوگوں سے بیگانگت ہوتی ہے۔

ہر کہ باشد پسند خالق پاک   ورنہ باشد پسند خلق چہ باک
(جو شخص خالق کو پسند ہو اگر وہ خلقت کو پسند نہ بھی ہو تو کیا مضائقہ ہے)

(کلید التوحید کلاں)

فقر کے مقامات

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"فقر کے ستر ہزار مقامات ہیں، فقیر جب تک ان مقامات کو طے نہیں کرتا فقر کا تماشا نہ خود دیکھتا ہے اور نہ دوسروں کو دکھا سکتا ہے، اسے فقیر کہنا غلط ہے، درحقیقت وہ فقیر نہیں بلکہ وہ صرف اپنے نفس کے لیے فقیر بنتا ہے نہ کہ خدا کے لیے، کیونکہ جہاں خزانہ ہے وہاں بلائے مار ہے اور

جہاں گل ہے وہاں خار ہے اور جب فقیر ان مقامات سے گزر کر عرش تک پہنچتا ہے تو تمام افراد کو جانتا ہے اور ہر ایک کے مرتبہ کو پہچانتا ہے، مذہب سلوک میں فقیر اسی کو کہتے ہیں اور جب وہ عرش و کرسی سے بھی گزر جاتا ہے تو اس کا مقام کسی کے فہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا بلکہ وہ سِرّ ہوتا ہے درمیان عابد و معبود کے، جس کا کشف کسی بشر سے ممکن نہیں مگر اللہ تعالیٰ کہ عالم علی الاطلاق ہے، جس پر چاہے یہ راز ظاہر کر سکتا ہے''۔

فقر باہو کہتا ہے:

''سوارِ براق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کو تشریف لے گئے اور جبرائیل علیہ السلام نے مقام سدرۃ المنتہیٰ میں جلوہ دار صورتِ کونین میں آراستہ اور اٹھارہ ہزار عالم کو پیراستہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ایستادہ کیا، اس کے بعد آپ مقام ''قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی'' میں پہنچے تو ارشاد ہوا:

اے محمد! اٹھارہ ہزار عالم کا تماشا تم نے دیکھا اور تمام موجودات کو ہم نے تمہارے سپرد کیا، تمہیں اس میں سے کیا پسند آیا اور اس میں سے تمہیں کس چیز کی خواہش ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: پروردگار! مجھے تو صرف اسمِ ذات اور تیری محبت پسند ہے اور تجھے میں تجھ سے چاہتا ہوں۔

ارشاد ہوا کہ اے حبیب!

میری محبت کس چیز میں ہے اور کس چیز کو میں چاہتا اور دوست رکھتا ہوں اور میرے اور اس کے درمیان حجاب نہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا:

رب کریم! وہ چیز فنا فی اللہ بقا باللہ ہے۔

چنانچہ آپ دعا فرمایا کرتے تھے:

اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین ۔

”اے پروردگار! مجھے مسکینی میں زندہ رکھ اور مسکینی میں موت دے اور قیامت کے روز مجھے مساکین کے گروہ سے اٹھا“۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سید القوم خادم الفقراء ۔

”فقراء کا خادم قوم کا سردار ہے“۔

دوسری حدیث ہے:

اذا تم الفقر فھو اللہ ۔

”جب فقر تمام ہوتا ہے وہی اللہ ہے“۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۔ (۴۷:۳۸)

”اللہ غنی (بے نیاز) ہے اور تم سب فقیر (محتاج) ہو“۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا نہ کہ اضطراری۔

جب اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ:

اے حبیب! تمہیں کیا چیز ناپسند ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: اے رب کریم! جو چیز تجھے ناپسند ہے۔

ارشاد ہوا: ہمیں کیا چیز ناپسند ہے؟

عرض کیا: دنیا، کہ تیرے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی اس کی عزت نہیں جو کوئی اسے پسند کرے تیری بارگاہ میں وہ ناپسندیدہ ہے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

الدنیا ملعون وما فیھا ملعون الا بذکر اللّٰہ تعالیٰ ۔

”دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب ملعون ہے سوا اللہ تعالیٰ کے ذکر کے“۔

(عین الفقر کلاں)

فقیر کی سانس ذکر ہوا کرتی ہے

حضرت باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

”فقیر کا نفس نہیں ہوتا (سانس ہوا کرتی ہے) اور وہ ہر وقت ذاکر رہتی ہے اور ذکر کی ٹھنڈک دل کی تپش کو تسلی دیتی ہے اور اس طرح فقیر کا کوئی دم ذکر اللہ سے خالی نہیں ہوتا اور جس کا دل مردہ اور نفس افسردہ ہو وہ صاحبِ نفسِ امارہ ہے“۔ (عین الفقر کلاں)

فقر فنا و فقر بقا و فقر منتہیٰ

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

فقر کی تین قسمیں ہیں:

اوّل: فقر فنا لا الٰہ، دوم: فقر بقا الا اللّٰہ اثبات، سوم: فقر منتہیٰ محمد رسول اللّٰہ ۔

اس مقام میں اللہ تعالیٰ سے یگانگی ہوتی ہے اور جو شخص اہل دنیا سے یگانہ ہے وہ اللہ تعالیٰ سے بیگانہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے یگانگی حاصل نہیں ہوتی تاوقتیکہ نیست نہ ہو جائے اور مقامِ ربوبیت میں نہ پہنچے۔

اور یاد رہے کہ انسان کے وجود میں چار لذتیں ہیں اور چاروں فانی ہیں:

اوّل: لذاتِ اکل وشرب

دوم: لذتِ جماع

سوم: لذتِ حکومت

چہارم: لذتِ علم وفضیلت

اور ایک پانچویں لذت اور ہے جو فانی نہیں اور ہمیشہ باقی رہتی ہے اور وہ لذتِ محبت و اسرارِ حق تعالیٰ ہے، جب یہ لذت انسان کے وجود میں غالب ہوتی ہے تو وہ چاروں لذتیں مغلوب ہو جاتی ہیں اور اسے سوائے اس کے اور کوئی لذت اچھی نہیں معلوم ہوتی، جس طرح بیمار کھانا کھانے سے گھبراتا ہے، اسی طرح ان چاروں لذتوں سے اس کی طبیعت ناخوش ہوتی ہے، اسی طرح انسان کے وجود میں دس چیزیں اور ہیں، نو ایک طرف ہیں اور ایک تنہا ان سب کے برابر، چنانچہ دو کان، دو آنکھیں، دو ہاتھ، دو پاؤں، ایک زبان اور دسواں شکم ہے جب شکم بھوکا ہوتا ہے تو یہ نو سیر ہوتے ہیں اور جب شکم سیر ہوتا ہے تو یہ بھوکے ہو جاتے ہیں مگر جس کا نفس، نفسِ مطمئنہ کا تابع ہے وہ شخص بھوکا ہو یا سیر ہو اسے ان نو سے کچھ خطرہ نہیں کیونکہ اس کی چشم باطن روشن ہے۔ (عین الفقر کلاں)

حضرت عبداللہ بن مفضل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

یارسول اللہ! خدا کی قسم، میں آپ کو محبوب رکھتا ہوں۔ فرمایا: دیکھ کیا کہہ رہا ہے؟

عرض کیا: خدا کی قسم، واقعی میں آپ کو محبوب رکھتا ہوں اور یہ تین مرتبہ کہا۔

فرمایا: اگر تو واقعی مجھ کو محبوب رکھتا ہے تو فقر و فاقہ کے لیے تیار ہو جا کیونکہ جو مجھ کو محبوب رکھتا ہے، فقر و فاقہ بہت جلد اس کی طرف آتا ہے۔

(جگر گوشہ رسول بحوالہ ترمذی شریف)

شرحِ فقر، اہلِ ہوا اور اہلِ خدا

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

”واضح رہے کہ اگر کوئی شخص عرشِ اکبر پر نماز پڑھے اور ہمیشہ لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرتا رہے تو بھی عارف باللہ فقیر نہیں بنتا، اگر کوئی شخص دونوں جہان کا نظارہ

پشت ناخن پر کرے اور نفس کو ریاضت، مجاہدہ اور حیلہ سے مار ڈالے، ہر ایک مؤکل فرشتے کو مسخر کرے، تمام انبیاء اور اولیاء اللہ کی روحوں کی مجلس اور ملاقات اسے حاصل ہو اور صاحبِ کشف و کرامت ہو اور عزّ وجاہ کے تمام مراتب اسے حاصل ہوں تو بھی وہ فقیر عارف باللہ نہیں بن سکتا، اگر کوئی شخص عرش سے اوپر ستر سالہ راہ کے برابر چلا جائے تو بھی وہ ہوائے نفس میں مبتلا ہے، عارف فقیر نہیں۔ عارف باللہ وہی ہے جو قرب رحمانی میں فنا فی اللہ ہے، لاہوت لامکاں کا رہنے والا ہے، بے سر حضور میں آ جاتا ہے، بغیر زبان کے اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتا ہے اور ہمیشہ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر رہتا ہے۔

جس شخص کو معرفت فقرِ الٰہی نہیں، اسے فقر کی آگاہی نہیں، فقیر کو راہِ حضوری حاصل ہوتی ہے، حضوری راہ کے لیے مشاہدۂ حضوری گواہ ہے، وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا منظورِ نظر ہوتا ہے، یہ مراتب اس شخص کے ہیں جو اَسرار کی انتہا کو پہنچ گیا ہو، جس کی روح بمنزلہ وحی ہو، مشرف مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہو اور مقام اَسرار میں ہو جو سراسر توحید مطلق ہے"۔ (امیر الکونین)

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من عرف اللّٰہ لا یخفی علیہ شیء فی الارض ولا فی السماء۔

"جو اللہ تعالیٰ کو پہچان لیتا ہے اس سے زمین و آسمان کی کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں رہتی"۔ (امیر الکونین)

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو مزید فرماتے ہیں:

"اے عقلمند عزیز!

ذرا گورستان میں اہل قبور کی طرف نگاہ کر، ان کے احوال سے واقف ہو، تجھے بھی چند روز کے بعد یہیں آنا ہے اس لیے تو معرفت وصالِ الٰہی حاصل کر لے کیونکہ

وقت ایک کاٹنے والی تلوار کی طرح ہے' اس چند روزہ زندگی کو غنیمت جان' اگر تو اس سے مستفید ہوگا تو بہتر ہوگا کیونکہ تو نفسانی ہے اور جو نفسانی ہے اُسے آخر فنا ہونا ہے"۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۔(۳:۱۸۵)

"ہر ایک ذی روح نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے"۔ (امیر الکونین)

معراج الفقر

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

جان کہ فقر کے تین حرف ہیں: ف' ق' ر۔ حرف "ف" سے فناء نفس اور فاقہ' چنانچہ حدیث پاک ہے:

معراج الفقير ليلة الفاقة ۔

"فقیر کی معراج فاقہ کی رات ہے"۔

یعنی اپنی روزی دوسرے مسلمان کو دے دے اور فاقہ کو ذائقہ جانے' اور حرف "ق" سے قوی ہو دین میں اور حرف "ر" سے رنج کو گنج جانے اور گنج (خزانہ) نہ لے' جس نے فقر میں قدم رکھا اور پھر اس سے منہ پھیرا اور دنیا میں متوجہ ہوا تو .... حرف "ف" ' فضیحت' حرف "ق" ' قہر خدا اور حرف "ر" سے رُو دونوں طرف سے پھرا۔ (نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم)۔ (محک الفقر کلاں)

نیز: فقر کے تین حرف ہیں: ف' ق' ر۔ حرف "ف" سے فیض' فضل' فیاضِ حق سے' اور حرف "ق" سے قیامت دل سے فراموش نہ ہو' اللہ کے قرب کے ساتھ اور قناعت کے ساتھ اور نفس پر قوی اور قادر ہو' اور حرف "ر" سے رتبہ کو اختیار نہ کرے سوائے حق کی رضا کے۔ (محک الفقر کلاں)

فقر کے اعلیٰ مراتب

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یہ فقر کے انتہائی مراتب ہیں، اکثر لوگ فقر کے نام کو پہنچے ہیں، بعض لوگ الہام کے فقر تک پہنچے ہیں، بعض نے فقر میں گویا ابھی قدم رکھا ہے، بعض نے دنیاوی ترقی، عزت و مرتبہ کے لیے طالبی مریدی کا سلسلہ جاری کیا ہے، روضے اور خانقاہیں بنوائی ہیں، ہزاروں میں سے کوئی ایک آدھ ایسا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے فقر کے انتہائی مرتبے پر پہنچا ہے، میرا یہ قال میرے حال پر صدق ہے، ایسے ہی آدمی کو فقیر کہتے ہیں جس کی قید میں اٹھارہ ہزار عالم ہوں۔

قولہ تعالیٰ: اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ۔(۱۳:۴۹)

"بے شک جو تم میں زیادہ متقی ہے وہی اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا ہے"۔ (کلید التوحید کلاں)

مقام فقر فنا فی اللہ

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"فقراء کا وجود پارے کی طرح ہوتا ہے، اگر تھوڑی سی حرکت بھی اسے دی جائے تو ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے کہ ان ٹکڑوں کا شمار نہیں ہو سکتا، لیکن تو اس بات پر بھی غرور نہ کرنا کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا کھیل تماشا ہے، یہ کوئی عین توحید نہیں ہے، محض کرامات کا کرشمہ ہے۔

اکثر آدمی کہتے ہیں کہ فقر مشکل ہے، وہ غلط کہتے ہیں، فقر مشکل نہیں بلکہ ہر مشکل کے لیے مشکل کشا ہے، جو فقر صاحب تصرف دارین ہے اور جسے جمالی اور جلالی نظر حاصل ہے، اس کی شان میں یہ آیت وارد ہے:

قولہ تعالیٰ: وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْھُمْ تُرِیْدُ زِیْنَۃَ

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج (۱۸:۲۸)

''اور اپنی جان ان سے مانوس رکھ جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں کیا تم دنیا کی زندگی کا سنگار چاہو گے''۔ (نور الہدیٰ خورد)

نیز: ''اے طالب اللہ! سچ کہنا' کیا تو نے

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۔ (۳:۹۲)

''تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو''۔

کو نہیں چکھا ہے' شاید تو نے 'فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ'' (اللہ کی طرف بھاگو) کو ''فَفِرُّوْا مِنَ اللّٰهِ'' (اللہ تعالیٰ سے بھاگو) سمجھا ہے' اور

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ○ (۵۰:۱۶)

''ہم دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں''

کے مرتبے کو نہیں پہنچا ہے اور چشمِ باطن اور نور اللہ سے

وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ط اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۔(۵۱:۲۱)

''اور وہ تمہاری جانوں میں ہے کیا تم نہیں دیکھتے''۔

وَهُوَ مَعَكُمْ ۔(۵۷:۴)

''اور وہ تمہارے ساتھ ہے''۔ (نور الہدیٰ خورد)

ابتدائے فقر اور انتہائے فقر

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''ابتدائے فقر اشک ہیں اور انتہائے فقر عشق ہے' ابتدائے فقر تصور ہے اور انتہائے فقر تصرف ہے' فقیر وہی ہے کہ فقیر کا وجود شریعت میں پنہاں ہو' اگرچہ مقامِ الست میں ہو اور اس کا مکان لامکاں ہو' ابتدائے فقر علم الیقین عین الیقین ہے اور

انتہائے فقر حق الیقین ہے، ابتدائے فقر منتہیٰ ہے اور انتہائے فقر فنا ہے "مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا" (موت سے پہلے مر جاؤ) پھر جب کوئی مر جاتا ہے تو اس سے تمام چیزیں ساقط ہو جاتی ہیں، پس تمام چیزوں سے قطع تعلقات کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کامل کرے اور اپنے فرائضِ مقررہ میں کوئی نقصان نہ آنے دے، خواہ وہ فرض وقتی ہو یا دائمی ہو، ایک ماہی یا ششماہی یا فصلی ہو یا سالانہ اور سب سے زیادہ ضروری یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ حاضر و ناظر جانے، اپنے گھر بار کو اس کی راہ میں صرف کر دے، ابتدائے فقر صدق و یقین ہے اور انتہائے فقر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم نشینی ہے"۔

(عین الفقر کلاں)

"اللہ تعالیٰ کی محبت بمنزلہ چراغ کے ہے اور رعایتِ خلق و کشف و کرامات بمنزلہ آندھی کے ہے، جو فقیر اس چراغ کو شریعت کے گھر میں محفوظ نہ رکھے گا وہ چراغ روشن نہیں رکھ سکتا، کشف و کرامات کی آندھی اسے بجھا دے گی، اسی طرح پانچ چیزیں ہیں کہ اگر فقیر ان پانچ چیزوں کو بند نہ رکھے تو اس پر راہِ فقر کشادہ نہیں ہو سکتی، وہ پانچ چیزیں حواسِ خمسہ ظاہری ہیں، پانچوں حواس رہزن ہیں، اوّل سامعہ، دوم باصرہ، سوم ذائقہ، چہارم شامہ، پنجم لامسہ، بلکہ تمام قوتوں کے متعلق جو جو گناہ ہو سکتے ہیں سب سے قطعی توبہ کرے، مثلاً جو باتیں کہ سننے کے قابل نہیں ہیں کہ شریعت ان سے ممانعت کرتی ہے، انہیں نہ سنے، اسی طرح جن چیزوں کے دیکھنے کی ممانعت ہے انہیں نہ دیکھے اور جو باتیں ناگفتنی ہیں انہیں زبان سے نہ نکالے، نامحرم کو ہاتھ نہ لگائے، گناہ کے کاموں میں اپنا قدم نہ رکھے، عالم، فاضل، قاضی، مفتی، حاکم، بادشاہ، ہزاروں کام شریعت کے مطابق کرتے ہیں مگر ایک اپنے نفس کو مارنا، اسے قید کرنا، اس پر محاسبہ کرنا بہت مشکل کام ہے، جس نے یہ کام کر لیا اس نے فقر کا میدان فتح کر لیا، فقراء شب و روز اپنے نفس پر تجسّس (جستجو، تلاش) اور محاسبہ کرتے رہتے ہیں اور قاضیءِ عشق ان پر نفس کشی کا حکم کرتا ہے اور حاکمِ ذکر و فکر اخلاص کی زنجیر میں باندھ کر اسے قید کرنے

کا حکم دیتا ہے اور شریعت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بندگی اور عبادت کا طوق اس کی گردن میں ڈالتی ہے' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

> ''میری امت پر ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ وہ نماز بھی پڑھتے ہوں گے اور تلاوتِ قرآن مجید بھی کریں گے مگر ان کے دل ایمان سے خالی ہوں گے''۔ (عین الفقر)

نیز: ''فقر' میراثِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس لیے کہ فقیر کی ابتداء شریعت ہے اور اس کی انتہاء بھی شریعت ہے' یہی فقیر کامل و مکمل ہے' سرّ و اَسرار' حال و اَحوال' سُکر و مستی' قبض و بسط' عشق و محبت کسی میں وہ شریعت سے باہر قدم نہیں رکھتا اور اگر کسی وقت بھی شریعت سے باہر ہو جائے تو مراتبِ خاص اس سے سلب ہو جاتے ہیں' فقیر کو چاہیے کہ ہر مقام پر خیال رکھے اور کسی جگہ بھٹک نہ جائے اور روزی کے پیچھے بھی سرگرداں اور پریشاں نہ ہو' خدا رازق ہے وہ روزی پہنچائے گا''۔ (عین الفقر)

فقر دو قسم کا ہے

(۱) مخلوقات کو پسند کرنے والا فقر

(۲) خالق کو پسند کرنے والا فقر

فقر کے دو گواہ ہیں

ایک گواہ اللہ تعالیٰ کے امر کی تعظیم ''التعظیم لامر اللہ'' دوسرا گواہ' اللہ تعالیٰ کی مخلوقات پر شفقت کرنا ہے۔

تخلقوا باخلاق اللہ ۔

''اپنے میں اللہ تعالیٰ کے اخلاق پیدا کرو''۔

کیونکہ اخلاق کو نصف اسلام کہا گیا ہے۔

قولہ تعالیٰ: **اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ ۝** (۴:۶۸)

''بے شک تمہاری خُو بُو (خُلق) بڑی شان کی ہے''۔

خلق عظیم، قلبِ سلیم، بحق تسلیم، صراطِ مستقیم کا مرتبہ ہے اور یہی لوگ انعام یافتہ ''اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ'' کے مصداق ہیں۔ (نور الہدیٰ)

شرحِ فقر

''فقر کل جہان کی روشنی، مثل آفتاب فیض بخش ہے اور ہر جان میں ہمیشہ جانِ عزیز اور آنکھوں کے نور کی مثل موجود ہے، یہ بھی سن لو کہ بہت سے (خود نما فقر کے دعویٰ دار) لباسِ فقر پہن کر (دربدر) خوار ہیں، ہزاروں میں سے کوئی ایک ہی ہو گا جس کے لیے بہشت، محبت عشق، سرشت گلشنِ نو بہار کی مانند معطر ہو گی، فقر مشکل کشا اور عین نما کو کہتے ہیں، یہ خود پسند اہلِ ہوا فقیر نہیں ہیں بلکہ وہ ''کچھ بھی نہیں'' ہیں کیونکہ انہوں نے ہیچ ہیچ دنیا سے دل لگا رکھا ہے''۔ (نور الہدیٰ)

فقر کا آخری مرتبہ

''فقر کا آخری مرتبہ یہ ہے کہ دونوں جہان کو توجہ سے طے کر لیتا ہے اور تصور سے اپنے ایک ہاتھ کی مٹھی کے تصرف میں لے آتا ہے اور کونین کا تماشہ اپنے ناخن کی پشت پر کرنے لگتا ہے، وہ یکبارگی نفس کو قتل کر کے کونین کے تماشے سے گزر جاتا ہے اور عین کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ پر راضی ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر راضی ہو جاتا ہے'' (رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ وَرَضُوۡا عَنۡہُ) (نور الہدیٰ)

انتہائے فقر

''فقراء کی ابتداء اور انتہاء ایک ہوتی ہے، وہ ہمیشہ حضوری اور قرب میں یکتا ہوتے ہیں اور فقر کا آخری مرتبہ یہ ہے کہ

''ناسوت سے باہر نکلنا اور لاہوت میں داخل ہونا
فناء سے باہر نکلنا اور لقاء میں داخل ہونا''

بارہ چابیاں

حضرت سلطان الفقر سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"فقیر اسی واسطے سب پر غالب ہے کہ اس کے پاس حسبِ ذیل بارہ چابیاں ہوتی ہیں: (۱) صحت کی چابی (۲) رحمت کی چابی (۳) کشائش رزق کی چابی (۴) تنگیٔ رزق کی چابی (۵) ربع مسکوں کی خشکی وتری، ساتوں ولایتوں، ملک سلیمانی اور تمام روئے زمین پر کی چیزوں کو اپنے قبضہ میں لانے کی چابی (۶) انبیاء اللہ، اولیاء اللہ، غوث، قطب اور تمام اہل درجات کو اپنی قید میں لانے کی چابی (۷) مؤکل فرشتوں کی چابی (۸) تمام مخلوقات جن، دیو پری، وحوش، طیور کو اپنے قبضہ میں لانے کی چابی (۹) مقامِ ازل کی چابی (۱۰) مقامِ ابد کی چابی (۱۱) مقامِ عقبٰی کی چابی (۱۲) مقامِ معرفتِ مولیٰ فنا فی اللہ لامکاں کی چابی۔

ان بارہ چابیوں میں سے ہر ایک مع بارہ علم، بارہ حکمت، بارہ علم جن کے متعلق "العلم نتیجة من الحلم" "علم حلم کا نتیجہ ہے" آیا ہے۔ بارہ ذکر و فکر، بارہ قبض بسط، بارہ سکر صحو، بارہ دعوت جن سے ایک لحظہ میں تمام مطالب حاصل ہوتے ہیں۔ بارہ مذکور مشاہد حضور، بارہ سلک سلوک جن سے ایک لحظہ میں انبیاء اللہ اور اولیاء اللہ کی مجلس میں پہنچ سکتے ہیں، بارہ مکاشفے، بارہ محاسبے، بارہ دلیل، بارہ وہم و خیال، بارہ معرفت وصال، بارہ الہام، بارہ تجلیات، بارہ غرق اور بارہ فنا فی اللہ اسم اللہ ذات اور کلمہ طیبہ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کے تصور سے حکم خدا اور اجازتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہو سکتی ہے، اعمال دعوتِ ختمِ قرآن اور اسم اعظم کے پڑھنے سے ہر ایک مقام کا قفل مذکورہ بالا چابیوں سے کھل سکتا ہے جس فقیر کے پاس یہ چابیاں ہوں وہ الٰہی خزانوں کا مالک، عارف باللہ اور صاحبِ قرب و توحید ہوتا ہے ورنہ بے قوت و بے کلید فقیر محض مقلد ہے، فقیر ہونا آسان کام نہیں فقر میں پروردگار کے اسرارِ عظیم کا مشاہدہ ہوتا ہے"۔ (کلید التوحید کلاں)

''یہ لوگ فقیر نہیں جو کتوں کی طرح ہر ایک دروازہ سے لقمہ لقمہ لیتے ہیں یہ بدمذہب، اہل بدعت اور بدنظر ہیں، یہ لوگ تارک الصلوٰۃ، خبیث، شیطان ثانی، شراب خور، معرفتِ الٰہی سے بے خبر ہیں، جو شخص ان کو دوست رکھتا ہے وہ شیطان کا دوست ہے ان کی دوستی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی ہے، اہل بدعت، نفس پرست اور ہوا و ہوس والے ہیں۔

قولہ تعالیٰ: اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ (۲:۲۶۹)

''شیطان تمہیں فقر سے ڈراتا اور بُرے کاموں کا حکم کرتا ہے''۔

حدیث: المبتدع کلاب النار ۔

''اہلِ بدعت آگ کے کتے ہیں''۔

حدیث: لا تجلسوا مع اهل البدعة ۔

''اہلِ بدعت سے ہم مجلسی نہ کرو''۔ (کلید التوحید کلاں)

علماء اور فقراء کا فرق

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''پس اے طالب! تجھ کو معلوم ہو کہ علماء و فقراء میں کیا فرق ہے؟ اس کی تشریح بھی تجھ کو بتلاتا ہوں یعنی علماء و صاحبِ ادب اور صاحبِ شرع اور وارثِ انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اور فقراء تارک الدنیا، فارغِ عقبیٰ، صاحبِ ذکر و فکر، خلق مجسم، فدائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور غریقِ دریائے وحدت و معرفت ہوتے ہیں، علماء رات دن مطالعۂ علم کی تکرار میں قیل و قال رکھتے ہیں اور فقراء خدا کے ساتھ اپنا حال بے حال رکھتے ہیں، پس عالم مبتدی کا علم ذکر میں اور فقیر کا حضوری میں، پس معلوم ہوا کہ انتہاء میں ذکر حضوری کے واسطے ہے، اس سے معلوم ہوا کہ علماء کے واسطے اعلیٰ درجات ہیں، قولہ تعالیٰ:

وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (۱۱:۵۸)

''اور ان کے جن کو علم دیا گیا' درجے بلند فرمائے گا''۔

اب رہے فقراء کے درجات' وہ قربِ حق تعالیٰ کے ساتھ ہیں' قولہ تعالیٰ:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ إِذَا نَسِيْتَ ۔ (۱۸:۲۴)

''یاد کر اپنے رب کو جبکہ بھول جائے''۔

(یعنی) اسم اللہ کے ساتھ غریق وحدت ہیں' پس اے طالبِ صادق! جاننا چاہیے کہ درجات ذات کے واسطے ہیں اور ذاتِ خاص اولیاء اللہ کے نصیب میں ہے' پس جو طالبِ مولیٰ معرفتِ الٰہی کی طلب کرے وہ شخص شیخ المشائخ' عالم و فاضل اور متقی و محقق و محرمِ اَسرار ہے اور جو مولیٰ کی طلب نہ کرے وہ حرص و حسد و عُجب میں مبتلا ہے اس کو کسی کا فیضِ صحبت نفع نہیں دے سکتا خواہ کیسا ہی فقیر مست اور عالم ہوشیار ہو' ہرگز ہرگز وہ فیض یاب نہیں ہو سکتا۔ (محک الفقر کلاں)

فقراءِ معرفت کا بیان

''پس اے طالب صادق! اب میں تجھ کو بتاتا ہوں کہ فقیر اس کو کہتے ہیں کہ جو شریعت کا عالم اور طریقت کا شہسوار ہو' مقامِ حقیقت کا ناظر' مقامِ معرفت کا جاننے والا اور دنیا کا بوجھ اٹھانے والا ہو' جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے: ''مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ '' (یعنی) ''پاک ہے تو تیری معرفت جیسی کہ چاہیے تھی' ہم نے حاصل نہ کی'' جو معرفت کا مقام بے پایاں اور بے انتہاء ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا' اور دوسری حدیث میں ہے: ''سُبْحَانَكَ مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ '' (یعنی) ''پاک ہے تو ہم نے تیری عبادت نہیں کی جیسی کہ عبادت کرنی چاہیے تھی''۔

فقراء کی خدمت

''پس اے طالبِ صادق! اب میں تجھ کو وہ مسئلہ بتاتا ہوں کہ جو فقیر کو بطور خیرات کچھ دے' اگر فقیر اس کو مخلوق کی طرف سے جانے تو نقصان ہے اگر خدا کی طرف سے سمجھے تو دلیلِ عرفان ہے''۔ (محک الفقر کلاں)

نیز: ”جو فقراء کہتے ہیں کہ ہم نے دنیا کو ترک کر دیا ہے مگر مثل پروانہ چراغ اس کے گرد پھرتے ہیں اور تعلقاتِ دنیا کی نسبت کہتے ہیں کہ ہم نے اس کے علائق کو تیغ ہمت سے کاٹا ہے' ایسے لوگ حرص و آز میں مبتلا ہیں' پس اے طالبِ صادق! تجھ کو معلوم ہو کہ حق تعالیٰ نے مؤمنوں' عارفوں' انبیاء و اولیاء بلکہ جمیع مسلمانوں کی روح کو محض عبادت کے واسطے پیدا کیا ہے نہ کہ زر و مال جمع کرنے کی غرض سے کہ جو لوگ طمع دنیا میں مبتلا ہیں وہ دنیا و آخرت سے بے خبر ہیں“۔ (محک الفقر کلاں)

فقراء کے مقام

”اے طالبِ صادق! اب میں تجھ کو فقراء کے مقامات سے آگاہی دیتا ہوں کہ ایسے درویشوں کے چار مقام ہیں:

(۱) مقام ان کا دل ہے جس کو وہ ہمیشہ خدا کے ساتھ مشغول رکھتے ہیں
(۲) مقام ان کا سکوت ہے کہ ہر ایک کے سامنے وہ اپنی زبان نہیں کھولتے
(۳) مقام ان کا مسجد ہے جہاں شیطان کا گزر نہیں ہوتا
(۴) مقام ان کا قبر ہے جہاں وہ آسودہ ہوتے ہیں

اور بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ مقامِ قبر قیامت کی حقیقت کے دریافت کرنے کا نام ہے' اور اے طالبِ صادق! جو فقراء بہت کھاتے اور سوتے ہیں وہ مردہ دل ہیں اور اللہ تعالیٰ کی معرفت سے بے خبر ہیں“۔ (محک الفقر کلاں)

معرفت مولیٰ اڑھائی قدم کے فاصلہ پر ہے

”پس اے طالب! اب میں تجھ کو بتاتا ہوں کہ معرفت مولیٰ اڑھائی قدم کے فاصلہ پر ہے یعنی ایک قدم عالمِ ازل سے اٹھایا اور دنیا کے سر پر رکھا اور دوسرا قدم دنیا سے اٹھایا اور عقبیٰ کے سر پر رکھا اور عقبیٰ میں سر سے گزرا اور مقامِ بہشت کے دروازہ پر پہنچا اور حق تعالیٰ کی ندا سنی'

قولہ تعالیٰ: فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ ۙ وَادْخُلِيْ فِيْ جَنَّتِيْ ۔ (۸:۲۹، ۳۰)

"پس داخل ہو میرے بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں"۔

اور نیم قدم سے مراد بقائے رب العالمین سے مشرف ہونا ہے، پس اے طالب! اس نیم قدم پر وہ شخص پہنچتا ہے کہ جو نفس کو رازِ رب العالمین کی تلوار سے قتل کرے اور رازِ رب، ریاضت سے بہتر ہے"۔ (محک الفقر کلاں)

راز اور ریاضت؟

"پس اے طالب! اب میں تجھ کو بتلاتا ہوں کہ راز کیا ہے اور ریاضت کس کو کہتے ہیں، راز سے ہماری مراد کیا ہے؟

راز اطمینان خاطر کو کہتے ہیں کہ جو جمال یار کے ساتھ ہو اور ریاضت سے مراد یہ ہے کہ جو رعایت خلق کے ساتھ ہو، چونکہ صاحبِ راز کی نظر اللہ تعالیٰ پر ہوتی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے:

ناظراں را بر نظر ہا شد اللہ لعنتے بر مال دنیا، حب و جاہ

دوسرے راز کا تعلق مقامِ فقر سے ہے جس میں سراسر راز اور اَسرار ہیں، اسی واسطے کہا ہے کہ انسان خود راز حقیقت ہے، قولہ تعالیٰ:

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ○ (۵۰:۱۶)

"اور ہم دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ قریب ہیں"۔

اور بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ فقر ایک دریائے ناپیدا کنار ہے، بعض اس سے ثابت اتر گئے اور بعض اس میں گر کر مر گئے"۔ (محک الفقر کلاں)

حکایت

"بیان کرتے ہیں کہ ایک وزیر کے دل میں فراقِ (فکر، خیال، دھن) الٰہی پیدا ہوا اس وقت اس وزیر نے قلمدان وزارت کو رکھ دیا اور

خدمتِ بادشاہی کو ترک کر دیا، بالاستقلال کوچۂ فقر میں قدم رکھا، پس ایک مدت کے بعد بادشاہ کو وزیر سے ملاقات کا اتفاق ہوا، بادشاہ نے کہا: اے وزیر! تو نے میری خدمت کو کیوں ترک کیا؟ وزیر نے کہا: اے بادشاہ! تجھ میں پانچ خصلتیں تھیں جن میں پہلی یہ تھی کہ تو کھانا کھاتا تھا اور مجھ کو نہیں دیتا تھا، اب میں اس بادشاہ کی خدمت میں ہوں کہ جو خود نہیں کھاتا اور مجھ کو کھلاتا ہے، دوسری یہ کہ تیرے روبرو تمام دن کھڑا رہتا تھا اور تو نہیں کہتا تھا کہ بیٹھ جا! اب میں ایسے خداوند کی خدمت کرتا ہوں کہ چار رکعت میں کھڑا ہو کر پڑھتا ہوں تو دو مرتبہ حکم ہوتا ہے کہ بیٹھ جا! تا کہ یہ خدمت تجھ پر آسان ہو، تیسری یہ کہ تو تمام رات سوتا تھا اور میں تیری محافظت میں پھرتا تھا، اور تو یہ نہیں کہتا تھا کہ تھوڑی دیر کو تو بھی آرام کر لے، اب میں ایسے مالک کی خدمت کرتا ہوں کہ وہ خود نہیں سوتا اور میں سوتا ہوں بلکہ وہ میری محافظت کرتا ہے، چوتھی یہ کہ تو مر جائے گا مگر میں اب اس پروردگار کی خدمت میں ہوں کہ جس کو موت نہیں ہے، اور وہ مجھ کو اپنے ذکر سے زندہ رکھتا ہے، پانچویں یہ کہ میں تجھ سے خوف کرتا تھا کہ اگر مجھ سے کوئی قصور ہو جائے گا تو تو مجھ کو سزا دے گا، اب میں اس خداوندِ عالم کی خدمت میں ہوں کہ اگر کوئی قصور مجھ سے سرزد ہو جائے تو جس وقت توبہ کرتا ہوں وہ معاف کر دیتا ہے"۔

(محک الفقر کلاں)

فقیر کامل

"پس اے طالب! فقیر کامل وہ ہے جس قدر وہ تصرف کرے وہ کم نہ ہو، بلکہ دنیا و آخرت میں اللہ کو بس اور ماسوائے اللہ کو ہوس جانے"۔ (محک الفقر کلاں)

حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

خلق اللّٰہ تعالٰی کل شیء من طین الارض و خلقت الفقرآء من طین الجنۃ ۔

"اللہ تعالٰی نے تمام چیزوں کو تو زمین پر کی مٹی سے پیدا کیا لیکن فقراء کو جنت کی مٹی سے پیدا کیا"۔

نیز فرمایا:

خلقت العلمآء من صدری و خلقت السادات من صلبی و خلقت الفقرآء من نور اللّٰہ تعالٰی ۔

"علماء میرے سینے سے، سادات میری پیٹھ سے اور فقراء نورِ الٰہی سے پیدا کیے گئے ہیں"۔ (قرب دیدار)

صفت درویشی

"پس اے طالب صادق! اب میں تجھ کو صفت درویشی کی خبر دیتا ہوں کہ قرآن شریف میں جو آیت صفت درویشی کی بابت ہے، قولہ تعالٰی:

وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا (۸:۷۶)

"اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو"۔

فقیری......؟ خانہ ویرانی

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"فقیری کیا ہے؟ خانہ ویرانی کا نام ہے، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کو کبھی آباد نہیں کیا، جو کچھ آتا سب راہِ خدا میں صرف کر دیتے، بعض وقت ان کے گھر میں چراغ روشن کرنے کے لیے روغن تک نہ ہوتا اور کبھی فرش کے لیے بوریا بھی نہ ہوتا، اسے فقیری کہتے ہیں، جو کچھ اللہ دے، اللہ ہی کو دے دے اور جو کچھ کہ اللہ دلائے وہ بھی اللہ ہی کو دے دے"۔

(عین الفقر کلاں)

شیخ الاسلام خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

”درویشی دراصل وہ تھی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی کہ اختیار سے فقر قبول کیا اور گودڑی پہنی، جب پہنی تو حکم ہوا کہ حجابِ عظمت سے لے کر آسمان تک کے سارے فرشتے گودڑی پہنیں، جب سب نے پہنی تو سجدے میں سر رکھ کر عرض کی کہ اے پروردگار! ہمیں مطلع فرما کہ کس کی موافقت میں ہم نے یہ گودڑی پہنی ہے؟

فرمایا گیا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی موافقت میں جو میرا حبیب ہے اور جس نے آج گودڑی پہنی ہے“۔

خواجہ گنج شکر قدس سرہٗ نے مزید فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درویشی قبول نہ فرماتے تو درویشی کی برکت اس جہان میں نہ ہوتی اور کوئی زندہ نہ رہتا، سب ہلاک ہو جاتے۔

پھر فرمایا:

”ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: دنیا اور اہل دنیا کس بات (بنیاد) پر قائم ہیں؟ فرمایا: درویشوں کے قدموں کی برکت سے، اے عیسیٰ! اگر درویش جہان میں نہ ہوتے یا زمین انہیں قبول نہ کرتی تو دولت مندوں کو میرا قہر نگل جاتا اور سب کو ہلاک کر دیتا“۔

خواجہ گنج شکر قدس سرہٗ نے مزید فرمایا کہ اگر محبت ہے تو یہی درویشوں کی محبت ہے، جب شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز کے جماعت خانے میں کوئی درویش نہ آتا تو فرماتے کہ آج نعمت مجھ سے لے لی گئی ہے کہ کوئی درویش نہیں آیا“۔

خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ جبریل علیہ السلام

نے حاضرِ بارگاہ ہو کر یہ فرمانِ الٰہی سنایا کہ:

''اے میرے حبیب! جو لوگ فقیروں سے محبت کرتے ہیں اور ان کو اپنے پاس بٹھاتے ہیں تو ان کے ساتھ دوستی کر اور ان سے مل بیٹھ''۔

پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''صابر درویش کی دو رکعت نماز کو شاکر دولت مندوں کی ستر رکعتوں پر شرف حاصل ہے' شاکر دولت مند وہ ہوتا ہے جو اپنا مال' اسباب راہِ خدا میں صرف کر دے''۔

مزید فرمایا: ''حضرت سلیمان صلوٰۃ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی کہ جب افطار کا وقت ہوتا تو مسجد کے دروازے پر جا بیٹھتے' جو بھوکا درویش ہوتا اس کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے اور پھر واپس جاتے''۔

پھر فرمایا: ''قیامت کے دن درویشوں سے معذرت کی جائے گی اور دولت مندوں سے حساب لیا جائے گا''۔

شیخ الاسلام خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''قیامت کے دن بعض ایسے آدمی ہوں گے جنہوں نے دین میں طاعتِ الٰہی' نماز' روزہ وغیرہ سب کچھ کیا ہو گا لیکن دوزخ میں جانے کا حکم ہو گا' وہ عرض کریں گے' ہم نے تو دنیا میں نیک عمل کیے پھر کیوں دوزخ میں بھیجا جاتا ہے؟ حکم ہو گا کہ تم نے دنیا میں درویشوں سے روگردانی کی۔

بعض آدمی ایسے ہوں گے جنہوں نے دنیا میں کوئی نیک عمل نہیں کیا ہو گا بلکہ گناہ در گناہ کرتے رہے' ان کے لیے بہشت میں جانے کا حکم ہو گا' وہ حیران رہ جائیں گے کہ ہم نے تو کوئی نیک عمل نہیں کیا پھر کس سبب سے ہمیں بہشت کا حکم ہوا ہے' فرمانِ باری تعالیٰ ہو گا کہ گو تم نے دنیا میں

گناہ کیے ہیں لیکن تمہارے دلوں میں درویشوں کی محبت تھی اور تم نے ان سے نیک سلوک کیا جس کی برکت سے تمہیں جنت جانا نصیب ہوا' کوئی راحت درویشوں کی محبت سے بڑھ کر نہیں' لیکن یہ ہے دشوار کام' فاقہ کی رات درویش کے لیے معراج کی رات ہوتی ہے''۔

پھر فرمایا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا:

''اے موسیٰ! اگر درویشوں کی دعاء نہ ہوتی تو ہم سارے شہروں اور مقاموں کو برباد کر دیتے' تمام جہان انہیں کی برکت سے قائم ہے''۔

مزید فرمایا:

''درویش کو کسی شہر سے آزردہ دل ہو کر نہیں جانا چاہیے' نہیں تو وہ شہر برباد ہو جائے گا''۔

پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ

''اَلدُّنْیَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ'' ''دنیا آخرت کی کھیتی ہے'' تو اس سے مراد یہ ہے کہ صدقہ دو کہ آخرت میں تمہارے کام آئے' چنانچہ مثل مشہور ہے کہ جیسا بوؤ گے ویسا کاٹو گے' پھر فرمایا کہ درویشی اس بات کا نام ہے جو شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھی کہ صبح سے شام تک جو آتا بغیر کچھ کھائے نہ جاتا''۔

(اسرار الاولیاء)

حضرت خواجہ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اے درویش! درویشی اسی کا نام ہے جو حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی' جب درویش مراقبہ میں سر نیچا کرتا ہے تو اٹھارہ ہزار عالم کو دیکھ آتا ہے اور جب قدم زنی کرتا ہے تو عرش سے تحت الثریٰ تک پھرتا ہے' یہ درویشوں کا پہلا مرتبہ ہے''۔ **(اسرار الاولیاء)**

کند ہم جنس باہم جنس پرواز

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

"اللہ کے دوست اہلِ ذکر اللہ اور فقیرانِ فنا فی اللہ ہیں کہ اپنے اہل و عیال، مادر و پدر، مال و اسباب، درہم و دینار، دنیا و مافیہا کو تماشوں کا منظر جانتے ہیں اور اس سے انہیں کچھ پسند نہیں آتا، وہ کسی چیز کی ملکیت سے خوش نہیں ہوتے "لَا یَمْلِکُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا" "قیامت کے دن بڑے بڑوں کو بھی مخاطب ہونے کی جرأت نہ ہوگی" جو کوئی باوجود فقر کے بجز اللہ تعالیٰ کے طلب کرے یا اس سے اپنی ملکیت گردانے پورا کافر ہو جاتا ہے، اسے مقاماتِ فقر اور درویشی سے کچھ حصہ نہیں ہے، کتا ایک ادنیٰ جانور ہے اس کی نہ کوئی ملکیت ہوتی ہے اور نہ سکونت کے لیے کوئی خاص جگہ، اسی طرح انسان کو چاہیے کہ جانور سے ہی سبق حاصل کر کے زیادہ نہیں تو اس سے کم بھی نہ رہے اور اپنے آپ کو "الوقف لا یملک" کا مصداق بنائے، جس طرح مسجد کسی کی ملکیت نہیں ہوتی، اسی طرح فقیر بھی ہر ایک چیز کی ملکیت سے آزاد ہوتا ہے۔ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ"۔ (عین الفقر کلاں)

فقیری اور درویشی

"فقیری اور درویشی ایک بڑی چیز ہے، یہ مرتبہ اللہ تعالیٰ پیغمبروں، اولیاء اور فقراء کے سوا اور کسی کو عطا نہیں فرماتا" دنیا بندے کو رب تعالیٰ سے باز رکھتی ہے، کسی فقیر نے اب تک خدائی کا دعویٰ نہیں کیا، جو کچھ کیا ہے اہلِ دنیا نے کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی واسطے اپنے پاس کچھ نہ رکھا بلکہ جو کچھ آپ نے پایا اسے راہِ خدا میں ہی صرف کر دیا کہ مبادا میں اہل دنیا میں شمار ہو جاؤں، امام المسلمین امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے باوجود تشددِ بادشاہ کے منصب قضا کو ایک روز بھی پسند نہیں کیا کہ مبادا قیامت کے روز قاضیوں کی صفوں میں کھڑا کیا جاؤں"۔ (عین الفقر کلاں)

اسلام کے طریقے

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں:

''پس اے طالبِ صادق! ''جزاك اللّٰه خيرا '' تجھ کو معلوم ہو کہ مسلمان ہونے کے واسطے بزرگوں نے دو طریقے مقرر کیے ہیں' ان میں ایک ظاہر اور ایک باطن اور ان میں پانچ پانچ سبب ہیں' اوّل کلمہ طیب ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم' 'اور بنائے باطن تصدیق القلب اور دوسرے بنائے ظاہر پنج وقتی نماز اور بنائے باطن نمازِ دائمی تیرے بنائے ظاہر روزۂ ماہِ رمضان اور بنائے باطن اللہ تعالیٰ کی رضامندی یعنی ہر بلا پر صابر ہونا' چوتھے بنائے ظاہر زکوٰۃِ مال اور بنائے باطن زکوٰۃِ جان یعنی قرب وصال کے ساتھ' پانچویں بنائے ظاہر حج باصواب اور بنائے باطن حاجی بے حجاب' چونکہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ حاجی ظاہر' حاجیٔ الحرم ہے اور حاجیٔ باطن' حاجی الکرم ہے' چونکہ حاجیٔ ظاہر متوجہ عرصات کی طرف ہے اور حاجی باطن وحدانیت مَعَ اللہ ہے یعنی ذاتِ خدا میں مستغرق رہتا ہے' عرفاء فرماتے ہیں کہ ظاہر کعبہ سے مراد کعبۂ ابراہیم علیہ السلام ہے جس کی تعمیر آب وگِل سے ہوئی اور کعبۂ باطن سے مراد' جان و دل ہے جس کی تشبیہ عرشِ اعظم سے ہے''۔ (محک الفقر)

حضرت شاہ محمد پیر شاہ چشتی صابری قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''نماز دو قسم کی ہے' اوّل یہ کہ جس میں تعین وقت اور رکوع وسجود کی شرط ہے جیسے نماز پنجگانہ' اگر اس نماز کے نمازی نے ''ان تعبد اللّٰه كالك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك '' کو دل میں قائم کر کے نماز ادا کی ہے یعنی ساتھ مشاہدہ یا بمراقبہ تو بے شک یہ نماز مقبول وموجب فلاح دارین ہے اور جس کی نماز اس شان کی نہیں تو بقول شخصے ''مجرا برباد گناہ لازم'' یعنی اگر نماز پنجگانہ بغیر مشاہدہ و مراقبہ کے ہے تو وہ بے سود اور برباد ہے' حدیث شریف میں وارد ہوا ہے: ''لا صلوٰۃ الا بحضور

القلب "نہیں ہوتی نماز بغیر حضوریٔ قلب کے" اگر بطور مراقبہ کے نماز کو ادا کیا تو حضورِ قلب ہوا" "اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ" "نماز مومنوں کی معراج ہے" اگر ساتھ مشاہدہ کے نماز کو ادا کیا تو معراج سے مشرف ہوا" وارد ہوا ہے"۔

"دوسری قسم صلوٰۃِ دائمی ہے، اذکارِ الٰہی میں سے ایک ذکر کا نام صلوٰۃ دائمی ہے اور یہ ذکر باسمِ ذات کیا جاتا ہے، اصطلاحِ صوفیاءِ کرام میں ذکر بمعنی یادِ الٰہی اور صلوٰۃ بمعنی نماز اور دائمی بمعنی ہمیشہ ہے یعنی ذکر بذکر اسم ذات ہمیشہ اور ہر وقت نماز میں ہے اور اس نماز میں تعین وقت و رکوع و سجود وغیرہ کی شرط نہیں ہے، اس نماز کا نمازی بلا تعین وقت و بغیر رکوع و سجود ہر وقت اپنی نماز میں مشغول رہتا ہے، اس کو ذکر اللہ دائمی کہتے ہیں اور اس کا نام نامی "صلوٰۃ دائمی" ہے اور یہ نماز جمیع عبادات سے افضل و بہتر شمار کی گئی ہے، غرض صوفیاء کرام ذکر اللہ دوامی کو "صلوٰۃ دائمی" ارشاد فرماتے ہیں اور یہ بھی فرمان ہے کہ اس نماز میں اطمینانِ قلب بدرجہ غایت نصیب ہوتا ہے"۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝

(۲۸:۱۳)

یعنی: "دلوں کا اطمینان اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہے خبردار ہو اللہ تعالیٰ کی یاد میں اطمینان قلوب ہے"۔

کما قال اللہ تعالیٰ:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۔ (۴۵:۲۹)

"بے شک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بُری بات سے اور بے شک اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے"۔

وہ نماز یہی ہے جس میں اطمینانِ قلب ہوتا ہے یعنی اس نماز کے نمازی کا قلب

کبھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں رہتا اور حالب قلبی کسی طرح اور کسی حال میں متغیر نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنی اصلی حالت پر قائم و برقرار رہتا ہے"۔ (نظام التوحید)

اقسام علم

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> "علم دو قسم کا ہے: ایک ظاہری دوسرا باطنی، ظاہری عالم زبانی علوم کے عالم ہوتے ہیں اور انہیں وجود کا علم ہوتا ہے لیکن باطنی، قلب کے عالم ہوتے ہیں، جس شخص کو علمِ باطنی اور معرفت و توحیدِ الٰہی پورے پورے حاصل ہیں اسے ظاہری علوم کی کیا ضرورت ہے، مطلب یہ کہ ظاہر علم دلالت اور راستی کا گواہ اور راستے کا نگہبان ہے، رفیق طریق اور رفیق باتوفیق علم باطنی ہے، جس طرح علمِ ظاہر ہے اسی طرح علمِ باطن ہے، علمِ ظاہر بمنزلہ نمک ہے اور علمِ باطن بمنزلہ طعام، جس طرح طعام میں نمک جذب ہو جاتا ہے اسی طرح علمِ باطنی میں علمِ ظاہری گم ہو جاتا ہے، علمِ ظاہری چراغ کی طرح ہے اور علمِ باطنی آفتاب کی طرح، علمِ ظاہری دودھ ہے تو علمِ باطنی مکھن و گھی، علمِ ظاہری بدن ہے تو علمِ باطنی روح ہے، علمِ ظاہری زراعت ہے تو علمِ باطنی غلہ ہے، علمِ ظاہری تیس سالہ محنت و مشقت کے بعد کہیں نصیب ہوتا ہے لیکن علمِ باطنی "اسمِ اللہ ذات" کے حاضرات سے ایک لحظہ میں حاصل ہو سکتا ہے بشرطیکہ مرشد کامل ہو"۔ (امیر الکونین)

ظاہری و باطنی علوم

"ظاہری علم چودہ ہیں اور باطنی ستر کروڑ تین لاکھ پچاس ہزار پانچ سو اکتیس ہیں، چنانچہ ذکر و فکر کے ہزاروں ہی علم ہیں اور عالَم مُلک کے بھی ہزار ہا عالم ہیں، باطنی علوم کے لکھنے کے لیے کئی دفتر چاہئیں کیونکہ یہ علوم بے شمار ہیں، مرشد کامل پہلے ہی

روز میں یہ سارے علوم سکھا دیتا ہے جس سے طالب تمام کلّی و جزوی علوم میں روشن ضمیر، صاحبِ عیاں اور مکاں لاہوت کا عارف بن جاتا ہے، یہ عالم، فقیر نفس پر حکمران کا پہلا سبق ہوتا ہے، ایسا شخص دونوں جہان کا تماشا پشتِ ناخن پر دیکھ سکتا ہے اور خود صاحبِ نظر ہوتا ہے اور اسے توحید و معرفت کی پوری تحصیل اور تفسیر با تاثیر حاصل ہوتی ہے"۔ (امیر الکونین)

احکام شریعت

حضرت سلطان العارفین، سلطان باہو قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں:

"پس اے طالب صادق! اب میں تجھ کو احکامِ شریعت بتلاتا ہوں، یعنی کہ ہر بندۂ مومن کو چاہیے کہ جب کوچۂ درویشی میں قدم رکھے تو پابندیٔ شریعت کے ساتھ رہے اور قرآن و حدیث پر عمل رکھے اور صحبتِ علماء و فقراء کو اختیار کرے، پس جس امر کے واسطے شریعت کا حکم ہو اس کو اختیار کرے اور جس سے شریعت منع کرے اس سے بیزار رہے اور درمیان میں اس کے کسی حجت شیطانی اور نفسانی کو دخل نہ دے، مثل شرک و کفر و فتنہ و فساد کے، جس طرح کہ حسد اور نفاق اور کبر و عُجب اور الفاظِ ناشائستہ وغیرہ اور مثل اس کے۔

اے طالب صادق! تجھ کو یہ بتلاتا ہوں کہ شریعت کون سی چیز کا حکم دیتی ہے، جس کی اطاعت تجھ پر فرض ہے، پس تجھ کو چاہیے کہ دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلام اللہ اور حدیث اور فقر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور صبر و شکر و توکل و اطمینان و غنا اور حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری سے مضبوط کر اور ثابت قدم ہو"۔

قول مصنف (حضرت باہو):

طالب العلم خیر من الف زاهد و حافظ و عابد ۔

(یعنی) علم کا طالب ہزار زاہدوں، حافظوں اور عابدوں سے بہتر ہے، اس واسطے کہ ذکر و فکر، طریقت و حقیقت و معرفت، مشاہدۂ نور اللہ اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

تک پابندئ شریعت سے ظاہر ہوتے ہیں اور جاہل سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ دو حکمت سے خالی نہیں ہوتا' ایک خطراتِ شیطانی سے دوسرا استدراجِ پریشانی سے۔

(محک الفقر کلاں)

ذکرِ لسانی و قلبی و روحی و سرّی و جہری

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''یار ہے کہ کلمہ طیبہ افضل ذکر ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

مثل الذی یذکر ربه والذی لا یذکر ربه مثل الحی والمیت ۔

''اس شخص کی مثال جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا زندے اور مردے جیسی ہے''۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جس کلام پر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مفارقت کی' یہ ہے کہ میں نے آپ سے عرض کی: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا عمل زیادہ مرغوب ہے؟ فرمایا: مرتے دم تک اللہ تعالیٰ کا ذکر زبان پر جاری رکھنا''۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں تمہیں تمہارے اعمال میں سے ایک عمل سب سے عمدہ نہ بتادوں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت پسندیدہ ہو اور جس سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارے مراتب بہت بلند ہو جائیں اور جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں سونا چاندی خرچ کرنے سے کہیں بہتر ہو' دشمنوں سے تمہارے اس جہاد سے بہتر جس میں تم انہیں قتل کرو وہ تمہیں شہید کر دیں' بلند و اعلیٰ ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! فرمایئے! وہ کون سا عمل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیشہ ذکر الٰہی''۔

ایک اور حدیث میں ہے:

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: ما صدقة افضل من ذکر اللہ تعالیٰ۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی صدقہ بھی ذکر اللہ سے افضل نہیں"۔

حدیث: "جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کیے بغیر وہاں سے اٹھ جائیں تو یہ سمجھ کہ وہ دنیا کے مردار گدھے بیٹھے تھے اور یومِ قیامت ان کو اپنے اس کام سے بڑی ندامت وحسرت ہوگی"۔

حدیث: "اہل جنت کو سب سے زیادہ حسرت اس وقت پر ہوگی جو انہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر گزارا"۔

حدیث: "اللہ تعالیٰ کا ذکر اس کثرت سے کیا کرو کہ منافقین کہیں کہ یہ تو دیوانہ ہے"۔

حدیث: "جن لوگوں کی زبان ہمیشہ ذکر الٰہی سے تر رہتی ہے وہ جنت میں (مسرت وانبساط سے) ہنستے ہوئے داخل ہوں گے"۔

(حدیث قدسی) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "میں اس بندے کے ساتھ ہوں جو میرے ذکر میں اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتا ہے"۔

(حدیث قدسی) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہو جاتا ہوں، اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے کسی مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس کی مجلس سے بہتر مجلس (فرشتوں کی) میں یاد کرتا ہوں"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لکل شیء مصقلة و مصقلة القلب ذکر اللّٰہ تعالٰی ۔

''حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز کے لیے صیقل ہوتی ہے اور قلب کی صیقل ذکر اللہ ہے''۔

ایک اور حدیث میں ہے:

افضل العباد عند اللّٰہ الذاکرون ۔

''لوگوں میں بہتر وہی ہیں جو ذکر اللہ کیا کرتے ہیں''۔ (عین الفقر کلاں)

اَسمائے الٰہی کا وِرد

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جو شخص اللہ تعالٰی کے ننانوے اسماء میں سے کسی اسم کو تصور و تصرف میں لائے، وہ اسم الٰہی اس شخص کے دل سے سیاہی، کدورت اور زنگار دور کر دیتا ہے جو دل اس طرح صاف ہو جاتا ہے اس پر معرفتِ الٰہی منکشف ہوتی ہے، ایسا دل ذکر پروردگار سے پُرنور اور اللہ تعالٰی کا منظور نظر ہوتا ہے''۔ (کلید التوحید کلاں)

حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے مراتب

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''واضح رہے کہ حضرت پیر دستگیر، محبوبِ سبحانی، شیر یزدانی حضرت شاہ محی الدین جیلانی قدس سرہٗ العزیز اور آپ کے طالب اور مرید ہمیشہ وحدانیت اور مشاہدۂ معرفت اور قربِ الٰہی میں غرق رہتے ہیں اور صاحبِ وصال و حضور ہیں، غوث اور قطب آپ کے مریدوں کے مقابلہ میں عاجز و مفلس اور اس بارگاہ کے سائل ہیں، جس کو کوئی مرتبہ نصیب ہوا، انہیں سے ہوا، ان کا منکر دونوں جہان میں مردود و احمق اور پریشان ہے، رجعت کھاتا ہے، حضرت پیر دستگیر کے مراتب گہرے دریا کی مانند

ہیں، جس کو اس دریا سے ایک قطرہ نصیب ہو جاتا ہے وہ سیراب ہو جاتا ہے جو آپ کے مرید کو جذبہ دکھلائے وہ خود سلب ہو جاتا ہے اور بیمار ہو کر تھوڑے دنوں میں مر جاتا ہے، حضرت پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کا دشمن یا تو رافضی شیطان ہوتا ہے یا خارجی خبیث یا منافق جو فقر اور معرفتِ الٰہی سے محروم ہو، آپ کا دشمن جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے، آپ کا دشمن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا دشمن ہے، آپ چاروں اصحاب کے محبّ، اہلِ سنت و جماعت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب تھے، آپ کا ظاہر و باطن اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت سے ایک لحظہ بھی فارغ نہ تھا، اللہ بس باقی ہوس"۔

(کلید التوحید کلاں)

حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے مرید کا درجہ

حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"واضح رہے کہ حضرت پیر دستگیر رضی اللہ عنہ کے ادنیٰ سے ادنیٰ اور ناقص مرید کا مرتبہ غوث، قطب سے بڑھ کر ہوتا ہے کیونکہ وہ لوگ سچے دل سے آپ کے مرید ہیں، انہیں آپ اسم اللہ ذات کے حاضرات اور کلمہ طیبہ "لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰـہِ " کی ضرب سے ظاہری، باطنی، تصور، تصرف اور قوت کے ذریعہ وحدانیت کے لازوال میدان میں لا کر اللہ تعالیٰ کا منظورِ نظر بنا کر مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچا دیتے ہیں جس سے وہ کاملوں، عارفوں، واصلوں اور اولیاء اللہ کو جاننے لگ جاتے ہیں جنہیں بعض اہلِ باطن بھی نہیں جانتے، آپ کے مریدوں اور طالبوں کو مرتے وقت مرتبۂ حضوری حاصل ہو جاتا ہے اور زور زور سے "لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰـہِ " کہنے لگتے ہیں یا مرتے وقت ان کے وجود میں اسم اللہ ذات کا ذکر جاری ہو جاتا ہے اور غلبہ کرتا ہے قادری کے وجود میں محبتِ الٰہی جوش مارتی ہے۔

اے برادر! گر ہمے خواہی بہ عقبیٰ سروری
باش در دنیا تو طالب آستانۂ قادری

"اے بھائی! اگر تو عاقبت کی سرداری چاہتا ہے تو دنیا میں کسی قادری کے آستانہ کا طالب بن"۔

حدیث: من مات فی حب اللّٰہ فقد مات شہیدا ۔

"جو شخص محبت الٰہی میں مر جاتا ہے وہ شہید کی موت مرتا ہے"۔

جس میں یہ صفت نہ ہو اسے قادری نہیں کہہ سکتے۔

حضرت غوث الاعظم شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کا قول مبارک ہے:

لا یموت مریدی الا علی الایمان ۔

"میرا مرید ایمان پر دنیا سے رخصت ہوتا ہے"۔ (کلید التوحید کلاں)

حضرت غوث الاعظم قدس سرہٗ کی مدح

حضرت سلطان العارفین، سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"جاننا چاہیے کہ حضرت مادرزاد ولی اللہ، فقیر فنا فی اللہ، وزیر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، عارف اللہ تعالیٰ کے، محبوب اللہ تعالیٰ کے پیر دستگیر محی الدین قطب بقا باللہ، اور غوث الاعظم خطاب اس سبب سے کہ طالبان اور مریدان سروری قادری کو اوّل روز سے اسم اعظم نصیب، اور مجلسِ حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حبیب غالب الاولیاء بنا دیتے ہیں۔

اس طریق سے مرید اور طالب باطن صفا، ہمیشہ حضور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہیں، سروری قادری صاحب ہدایت اور راز دان عنایت بے غایت ہیں اور دنیا و عقبیٰ سے بے غم ہیں، دونوں جہان کا تماشا کرتے ہیں، ہر ایک دم میں صاحب جود و کرم ہیں۔ کشف و کرامات سے ننگ رکھتے ہیں، ان کی نظر ہمیشہ خدا کی

وحدانیت پر ہے، یہی بادشاہ ہیں کہ اسرارِ معرفت الٰہی سے آگاہ ہیں ۔

غوث و قطب و پیر باشد زیرِ پیر   پیر باید ایں چنیں مالک امیر
آں وزیرِ مصطفیٰ داں با خدا   ہر مقامے زیرِ کامش کردہ پا
غوث، قطبے شد مریدش، از مریدانِ مرید   ہر کہ منکر شد ازیں مطلق بداں او را یزید
بندہ باہو ہمچو گوید ہر کہ میراں شد غلام   ہم جلیس شد محمد برو دوزخ حرام

اور یہ مراتب بھی سروری قادری کے ہیں، جس شخص کو اوّل، خاتم النبیین، رسول رب العالمین نواز دیتے ہیں، پھر باطن میں حوالۂ حضرت شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کرتے ہیں اور حضرت غوث پاک اس کو نوازتے ہیں اور اپنے آپ سے دور نہیں کرتے۔ (محک الفقر کلاں)

حقیقتِ سلوک

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

”سنو! مسلک سلوک کیا چیز ہے؟ مجاہدہ اور مشاہدہ کسے کہتے ہیں؟ ریاضت راز کس بات کا نام ہے اور قرب و وصال، محبت، طلب جمعیت و معرفت فنا فی اللہ بقا باللہ کیا چیز ہے اور فقر فیض، نعمت و عظمت اور مشرف دیدار نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہونا، اٹھارہ ہزار عالم کا جزوی و کلی علم ہونا کیا ہے اور وہ کیا ہے جس سے طالب کو ہر مطلب یکبارگی ہاتھ آ جاتا ہے چنانچہ جس وقت چاہے دیدار پُرانوار سے مشرف ہو جائے اور جب چاہے مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر جاں نثار ہو جائے، اولیاء اللہ کی قبروں یا انبیاء علیہم السلام کی قبروں یا شہیدوں کی قبروں سے ہر ایک روح سے ملاقات کرنا اور معرفت کے مراتب، استغراق، وحدانیت، مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضور، ہر ایک روحانی سے ملاقات و مصافحہ وغیرہ۔

اسم اللہ ذات اور اسم سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور ”لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ“ اور اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں اور آیاتِ قرآنی کے تصور

سے حاصل ہوتی ہیں، جو مرشد ایک دم سے ایک قدم پر یہ تمام باتیں نہیں دکھلا سکتا وہ مرشد ہی نہیں، پیغمبروں کا مرتبہ سب سے بڑھ کر ہوا ہے پھر بھی انہیں فقر کی آرزو تھی، وہ اللہ تعالیٰ سے فقر کی التجاء کیا کرتے تھے بلکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو خلاصۂ موجودات میں وہ فقر پر فخر فرمایا کرتے تھے، جو ناقص مرشد فقر کے مرتبہ پر نہیں پہنچا خواہ وہ کتنی ہی ریاضت کرے، راز فقر سے بے خبر رہتا ہے خواہ مجاہدہ میں مشغول ہو، فقر کے انکشاف سے بے بہرہ رہتا ہے خواہ وہ کرامات دکھائے فقر کے کرم سے محروم سے رہتا ہے۔

فقر کا مرتبہ حاصل کرنا سخت مشکل بلکہ محال ہے، فقر کا مرتبہ یہ ہے کہ سے قرب الٰہی کا وصل حاصل ہو، فنا فی اللہ ہو، نور الٰہی میں مستغرق ہو، اللہ تعالیٰ کا منظورِ نظر ہو اور ہمیشہ مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر رہے۔ وہی شخص فقر کا مرتبہ حاصل کر سکتا ہے جو ارشاد و ہدایت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم والے کی بیعت کرے اور اس سے تعلیم و تلقین حال کرے اور خود فیض بخش ہو، فقر کے مرتبے پر پہنچنا آسان کام نہیں، فقر میں اَسرارِ الٰہی کا مشاہدہ اور معرفت الٰہی درکار ہے، مجھے ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جو خود تو مقامِ فضیحت میں ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں: فقر فیض اور نصیحت کا"۔ (کلید التوحید کلاں)

حقیقتِ قلب

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"واضح رہے کہ دل ایک گھر ہے جو دل ہمیشہ نظر الٰہی کا منظور ہے وہ خانہ نور ہے، اس دل میں سات الٰہی خزانے ہیں: گنج ایمان، گنج علم، گنج تصدیق، گنج توفیق، گنج محبت، گنج فقر، گنج معرفت و توحید الٰہی، ان سات خزانوں کی حفاظت کے لیے ان کے گرد سات قلعے ہیں، ہر قلعہ میں نورِ الٰہی کے ستر ہزار لشکر ہیں، وہ سات قلعے یہ ہیں۔ جو سات روز میں دل کے گرد آراستہ کیے جاتے ہیں جن کے سبب موت میں خطراتِ شیطانی، ہوائے نفسانی، حادثاتِ دنیاوی اور وہم و وسوسہ سے دنیا و آخرت میں اللہ

تعالیٰ کی پناہ میں رہنا ہے یہ مراتب ان شخصوں کو حاصل ہیں جو اہل مشاہدہ و حضور ہیں اور "فنا فی اللہ عارف باللہ" ہیں وہ سات قلعے حسب ذیل ہیں:

"پہلا اسم اللّٰہ کے تصور کا قلعہ دوسرا اسم لِلّٰہ کا قلعہ تیسرا اسم لہ کے تصور کا قلعہ چوتھا اسم ھو کے تصور کا قلعہ پانچواں اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور کا قلعہ چھٹا اسم فقر کے تصور کا قلعہ ساتواں کلمہ طیب "لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کے تصور کا قلعہ قلبی ذاکر وہ ہے جو ان سات قلعوں سے گزر کر ولایت قلب میں داخل ہو کر سات الٰہی خزانے جو ولایت دل میں ہیں بغیر تکلیف و ریاضت اپنے قبضے میں لائے ایسے شخص کو صاحب ولایت قطب کہتے ہیں"۔ (کلید التوحید کلاں)

مرشدِ کامل کی تعریف

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"کامل مرشد وہ ہے جو طالب کے ہر حال' ہر فعل اور ہر قول سے واقف اور آگاہ ہو طالب کے قرب و وصال' خطرات اور وہم سے باخبر ہو اور ایسا ہوشیار ہو کہ گویا طالب کی گردن پر سوار ہے' چنانچہ بات بات میں دم بدم اس کی نگہداشت کرے' ایسے باطن آباد مرشد کو طالب ظاہر و باطن میں حاضر جانتا ہے' اسم اللہ ذات کے حاضرات کے سبب وہ صاحبِ اعتقاد ہو جاتا ہے"۔ (کلید التوحید کلاں)

مرشدِ خام اور مرشدِ کامل

"جس مرشد کی نگاہ سے طالب دیوانہ' مجنون و مجذوب ہو جائے یا اس کی نظر سے طالب کو حسن پرستی اور راگ رنگ بھلا معلوم ہو یا ظاہری علم بھول جائے یا ظاہری عبودیت سے دل سرد ہو جائے یا باطن بغیر حضوریٔ مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہو یا ورد و وظائف اور دعوت چھوڑ دے یا تلاوتِ قرآنی لذت نہ دے یا علمِ فقہ کی طرف رجوع نہ کرے' ایسا مرشد قہر جلالیت کا مبتدی' متردّد اور بے جمعیت ہے جس کا یہ طریقہ ہو وہ خام ہے' اس سے نہ کلام کر نہ مل بیٹھ۔

کامل مرشد کے طالب بھی کامل ہوتے ہیں وہ ہمیشہ شوق میں مسرور رہتے ہیں، یہ لوگ بزرگ نہیں جو ظاہر و باطن میں بے قوت ہیں، بے شریعت ہیں اور آباء واجداد کی کرامت پر مغرور ہیں، واقعی جو مرشد نہ حضوری ہے نہ قبوری ہے وہ نفس پرست اور مقہوری ہے، جو کامل مرشد اپنے کسی طالب پر مہربانی کرتا ہے، اسے دفعۃً بلا ریاضت و رنج اپنے مرتبے کے برابر کر دیتا ہے، کامل کی ایک ہی نگاہ کافی ہوتی ہے، کامل کی توجہ حضرت خضر علیہ السلام سے بہتر ہوتی ہے، ان کی نگاہ سے مٹی بھی سونا ہو جاتی ہے جو فقیر حق الیقین کے مراتب پر اور منصف و حق شناس ہے وہ دونوں جہان کا امین ہے کیونکہ امین اللہ، ولی اللہ، اہل اللہ اور عارف باللہ فقیر کو ایسی قوت حاصل ہوتی ہے کہ زمین کو کمان کی طرح کھینچ کر مشرق اور مغرب کا کونہ ملا دے اور زمین کی کمان کے کونے ملا کر قضا کا تیر قدرتِ خدا سے تمام جہان پر ایسا مارے کہ سارا جہان قحط یا ناگہانی موت کے تیر سے مر جائے"۔ (کلید التوحید کلاں)

مرشد کی شناخت

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جاننا چاہیے کہ مرشد "صراف" اور "زرگر" کے مثل ہو کہ ہر ایک سچ اور جھوٹ کو نظر سے پرکھ لے۔ جان لے کہ دل ریاضت سے اور معدہ خالی رکھنے سے پاک ہوتا ہے اور ریاضت سے طیر اور سیر اور مشاہدۂ زمین و آسمان کے طبقات، ماہ سے ماہی تک اڑنا مکھی کا مرتبہ ہے اور پانی پر چلنا خس و خاشاک کا مرتبہ ہے اور یہ دونوں مرتبے حبسِ دم سے پیدا ہوتے ہیں اور حبس، کفار کی رسم سے عبث ہے اور سیر اور طیر اور مشاہدۂ آسمانی کے مراتب زندیق اور کفار بھی رکھتے ہیں، ان کو مراتب ہدایت اور غوثیت و قطبیت نہیں کہہ سکتے بلکہ مطلع استدراج ہے اور غوث و قطب بھی دو قسم ہیں، غوث اور قطب گو ریاضت کے ساتھ ہو یہ مراتب اسم ذات سے حاصل ہوتے ہیں، پس جو راہ کہ کفار کی ہو اس سے خلاف چاہیے، وہی مرد ہے جو خلاف کفار کے کرے

اور قدم شریعت میں مضبوط مارے اور باطن میں ''حضور'' محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو اور جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیں اس پر عمل کرے اور بال بھر بھی خلاف نہ کرے، خدا کو حاضر و ناظر جانے اور خدا کے خوف سے کانپے''۔

(محک الفقر کلاں)

مُرشدِ کامل کی شناخت

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''کامل مرشد کی شناخت یہ ہے کہ اگر طالب کو حسب ذیل آٹھ چیزیں عطا کرے تو خطاء نہ کرے، اگر کرے تو مردود ہو جائے، وہ آٹھ چیزیں یہ ہیں: اوّل سچ بولنا، دوسرا حلال کھانا، تیسرا طاعت، چوتھا ہمت و توفیق، ہمت اس بات کا نام ہے کہ حرص و ہوا چھوڑ دے اور توفیق کا یہ مطلب ہے کہ ان چیزوں کو ترک کرے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

چار چیزیں باطنی یہ ہیں: اوّل ذکر زوال، ذکر زوال کا یہ مطلب ہے کہ مشرق سے مغرب تک خاص و عام، طالب مرید، تمام اہل دین، بادشاہ دنیا، امراء وغیرہ اس کی طرف رجوع کریں اور اس کے فرمانبردار اور غلام بن جائیں لیکن یہ بات بھی فقیر کی نگاہ میں بہت ادنیٰ ہے ایسے شخص کو خلقِ خدا کا ولی کہتے ہیں نا کہ اللہ تعالیٰ کا ولی۔

دوسرے ذکرِ کمال: ذکر کمال کا یہ مطلب ہے کہ زمین اور آسمان کے تمام فرشتے، عرش اٹھانے والے فرشتے، چاروں مقرب فرشتے اور کل مؤکلات اس کے فرمانبردار ہو جائیں اور ہر کام میں اس کی مدد کریں، خبریں دیں اور اسے باطنی توجہ سے یہ دکھائی دے کہ اس کے گرد فرشتوں کے لشکر کھڑے ہیں، یہ مرتبہ بھی فقیر کے نزدیک بہت ادنیٰ ہے کیونکہ ایسا ہونے سے وہ فرشتوں کا ولی ہوا نہ کہ اللہ تعالیٰ کا ولی۔

تیسرے ذکر حال: ذکر حال کا یہ مطلب ہے کہ ازل سے ابد تک کے تمام انبیاء

و اولیاء و اہلِ مراتب مؤمن، مسلمان میں سے ہر ایک سے مصافحہ کرے اور ان کی مجلسوں میں داخل ہو یہ مرتبہ بھی فقیر کی نظر میں حقیر ہے کیونکہ ایسا کرنے سے وہ روحوں کا ولی ہوا نہ کہ اللہ تعالیٰ کا ولی۔

چوتھے ذکرِ احوال: ذکر احوال کا مطلب یہ ہے کہ غرق فی التوحید اور نورِ حضور کے لازوال مراتب پر پہنچ جائے، جو شخص ان مراتب پر پہنچ جاتا ہے، اس کا وجود پاک ہو جاتا ہے اور طالب انسان اللہ تعالیٰ کی معرفت اور مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لائق ہو جاتا ہے۔

کامل مرشد پہلے ہی دن طالب کو وہ تعلیم و تلقین کرتا ہے جس سے وہ اَسرارِ ربانی سے واقف اور مشاہدۂ لامکاں میں مستغرق ہو جاتا ہے جو دل کے اندر پوشیدہ اور چھپا ہوا ہے، یہ مراتب اس شخص کے ہیں جو ولی اللہ، عارف باللہ، ولی اللہ فقیر فنا فی اللہ، واصل حق اور باقی باللہ ہو"۔ (کلید التوحید کلاں)

مرشد کامل کا سبق

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"جو مرشد اسم اللہ ذات کے حاضرات، تصور اور اسم محمد سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور کلمۂ طیبہ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کے تصور سے ان تینوں مرتبوں کا سبق نہیں دیتا اور ان سے با نصیب نہیں کرتا اسے کامل مرشد نہیں کہہ سکتے اور ایسے مرشد کا طالب بے جمعیت اور پریشان ہوتا ہے"۔ (کلید التوحید کلاں)

کامل مرشد کی علامت

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"کامل مرشد کی علامت یہ ہے کہ طالب کو پہلے ہی دن تمام دنیا کا تصرف غنایت کرائے جس سے اس کا دل دنیا کی طرف سے سرد ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اسے حاصل ہو جائے جو شخص غنایت کی انتہاء کو پہنچ جاتا ہے اسے پوری پوری

ہدایت حاصل ہوتی ہے، مردود ہے کہ اگر دنیاوی علم اسے حاصل ہو جائے تو وہ اسے دست بدست کسی اور کے حوالے کرے، مرشد جب دنیا کا عمل بخشتا ہے تو اس واسطے کہ طالب کا دل غنی ہو جائے اور اسے ہدایت کی توفیق حاصل ہو۔

غنایت میں چار چیزیں ہیں، اوّل سنگ پارس جس کے چھونے سے لوہا سونا ہو جاتا ہے، اس واسطے فقیر لایحتاج ہوتا ہے، دوسری زمین کے اندر کے تمام خزانے معلوم ہو جاتے ہیں جس قدر چاہے نکال کر خرچ کرے، اس واسطے فقیر دنیا میں لایحتاج ہو جاتا ہے، تیسری علم کیمیا، اسے مؤکلوں کے ذریعہ سکھلایا جاتا ہے، اس واسطے فقیر دنیا میں لایحتاج ہو جاتا ہے، چوتھی اس کی نگاہوں سے مٹی سونا بن جاتی ہے جو پھر مٹی نہیں ہو سکتا، جس قدر چاہے خرچ کرے، یہ اسم اعظم کی برکت سے ہوتی ہے اس واسطے فقیر دنیا میں لایحتاج ہوتا ہے۔

مرشد، طالب اللہ کو اسم اللہ ذات کے تصور و حاضرات سے مذکورہ بالا باتیں عطاء کرتا ہے اس واسطے شروع ہی میں اس کے نفس کو جمعیت حاصل ہوتی ہے اور وہ حرص و ہوا کو چھوڑ دیتا ہے۔

اے طالب! اس ادنیٰ درجے پر مغرور نہ ہو جانا، مرشد سے قربِ معرفت کا حاصل کرنا، منظور نظر الٰہی ہونا، غرق فنا فی اللہ ہونا اور مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی حضوری سے مشرف ہونا طلب کر اور یہ التماس کر کہ کسی طرح ذکر مذکور اور مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نصیب ہو، وہ لوگ فقیر نہیں جو دنیاوی درم و دام اور فتنہ و فضیحت کی طلب میں لگے رہتے ہیں۔

حدیث: "ترك الدنيا الا دنيا" اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ بعض لوگ اس واسطے تارک الدنیا ہوتے ہیں کہ انہیں دنیا حاصل ہو یعنی ان کی عزت بہت زیادہ ہو جائے، خلقت ان کی جانب دوڑی آئے اور دنیاوی مال جمع کریں۔ واضح رہے کہ بعض فقیر کہا کرتے ہیں کہ ہمیں دین اور دنیا دونوں عطاء ہوئی ہیں لیکن یاد رہے کہ یہ

''نفسِ لمّارہ'' کا مکر وفریب اور شیطانی حیلہ ہے کیونکہ دنیا ترک کرنا سَرِ عبادت اور عطاء ہے اور دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے' وہ بڑے احمق ہیں جو خطاء کو عطاء خیال کرتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے:

ترك الدنيا راس كل عبادة وحب الدنيا راس كل خطيئة ۔

''دنیا کا چھوڑنا تمام عبادتوں کا سَر ہے اِور دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے''۔

قولہ تعالیٰ: مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ (۴:۷۷)

''دنیا متاعِ قلیل ہے''۔

دنیاوی مراتب' منافق اور بخیل کو حاصل ہوتے ہیں جو ربِ جلیل کی معرفت سے محروم ہوتا ہے۔

حدیث: حب الدنيا والدين لا يسمع فی قلب عبد المؤمن كالماء والنار فی اناء واحد ۔

''دنیا اور دین دونوں کی محبت مؤمن آدمی کے دل میں نہیں سما سکتی جس طرح کہ ایک برتن میں آگ اور پانی یکجا نہیں ہو سکتے''۔

انسان کے وجود میں دنیاوی حرص کی آگ بمنزلہ بیماری ہے۔

قولہ تعالیٰ:

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا (۲:۱۰)

''ان کے دلوں میں ایک بیماری ہے جسے اللہ تعالیٰ نے زیادہ کر دیا ہے''۔

اور توکل ایک نورانی پانی ہے جس سے یہ بیماری رفع ہو جاتی ہے۔

قولہ تعالیٰ:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (۶۵:۳)

"جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے وہ اس کے لیے کافی ہوتا ہے"۔

؎ نترسد عارفاں دائم
لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَائِم

(عارف لوگ کبھی نہیں ڈرتے، انہیں ملامت کرنے والے کی ملامت کا ڈر نہیں ہوتا)

اہل دنیا منافق، مشرک اور نفس پرست ہیں کہ نماز بھی دکھلاوے کے لیے پڑھتے ہیں۔

نفس پلید و جامہ پاک، چہ سود
در دل ہمہ شرک است، سجدہ بر خاک، چہ سود

(جب نفس پلید ہو اور کپڑا پاک ہو، کیا فائدہ؟ دل میں شرک بھرا ہو تو خاک پر سجدہ کرنے کا کیا فائدہ؟) (کلید التوحید کلاں)

مرشد کامل اور طالب صادق

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"واضح رہے کہ مرشد کامل، صادق طالب اللہ کو ایک دم، ایک قدم، ایک مراقبہ، ایک توجہ، ایک نظر، ایک استغراق، ایک تفکر، ایک تصور اور ایک تصرف سے چھ چلے، چھ خلوتیں اور چھ مجاہدے میں یکتا کر دیتا ہے اور انتہا تک پہنچا دیتا ہے، اس کے ساتوں اعضاء کو اس طرح پاک اور پاکیزہ بنا دیتا ہے کہ پھر اسے چلہ اور ریاضت کی ضرورت نہیں رہتی، چھ چلے حسب ذیل ہیں:

تماشائے ازل کی خلوت کا چلہ، تماشائے شکم مادر، دنیا میں عمر بھر کی خلوت، تماشائے قبر، تماشائے حشر و تماشائے ابد عقبیٰ اور بہشت کی خلوت کا چلہ۔ ان سب کو آزما کر پھر ان سے نکالتا ہے، پھر طالب کا وجود لایموت بقاء ولقاء سے مشرف ہونے کے لائق ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے دل میں کسی قسم کا افسوس یا حسرت باقی نہیں رہتی،

عمر بھر کے مطالعۂ علوم سے ایک دم کا وصال اور مشاہدۂ حضوری اچھا ہے"۔

(امیر الکونین)

"جس شخص کا باطن باتوفیق ہے اسے ٹھیک مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوتی ہے جس کی یہ حالت ہو پھر اسے دونوں ہاتھوں میں تسبیح لے کر ورد و وظائف پڑھنے کی کیا حاجت ہے، جس کے قلب کی زبان جاری ہو، انوارِ دیدار سے مشرف و اور اس کا قلب حضورِ الٰہی میں ہو تو اسے تسبیح پھرانے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ صاحب قلب مرشد صرف ایک ہی نگاہ سے حضورِ قربِ الٰہی تک پہنچا دیتا ہے"۔

"مرشد کامل اسے کہتے ہیں کہ نجس اور پلید اور اہلِ نفس خراب حال طالب کو ایک ہی نگاہ سے حرص، طمع، تکبر، خود پسندی اور خواہشات سے پاک کر دے اور ایک ہی توجہ سے معرفت اور لقائے الٰہی تک پہنچا دے"۔ (امیر الکونین)

کلمہ طیبہ کے چوبیس حروف

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"واضح رہے کہ کلمہ طیبہ کے چوبیس حروف ہیں اور دن رات میں چوبیس گھڑیاں ہیں اور دن رات میں انسان چوبیس ہزار مرتبہ سانس لیتا ہے، جب فقیر خاص حضوری، تصدیق اور اخلاص سے "لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کہتا ہے تو کلمہ کے ہر حرف کے بدلے ہر ایک گھڑی کے گناہ اس طرح جل جاتے ہیں جس طرح خشک ایندھن آگ سے اور کلمہ کے ہر حرف سے ایک ہزار علم منکشف ہوتے ہیں اور ہر علم سے ہزار عمل جو اللہ تعالیٰ قبول کر لیتا ہے، ظاہر ہوتے ہیں۔ اس تمام مجموعہ سے ذاکر، عارف باللہ اور مقربِ حق ہو جاتا ہے اور اس پر رازِ الٰہی منکشف ہوتے ہیں، مجھے ان احمق اور بے شعور آدمیوں پر تعجب آتا ہے جو مردہ دل مغرور ہیں اور جنابِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت اور دست بیعت و حکم کے بغیر اور تلقین و تعلیم کی قوت نہ رکھتے ہوئے اندھا دھند تقلید کرتے ہیں، انہیں کلمۂ طیب کی کنہ (انتہا

حقیقت، تہ) کی خبر نہیں ہوتی اور نہ انہیں تعلیم طالباں کی کنجی کی خبر ہوتی ہے ایسے لوگ جب ذکر الٰہی کی تلقین کرتے ہیں مریدوں پر کچھ اثر نہیں ہوتا، ان کا نفس گناہوں کی خواہش کو نہیں چھوڑتا اور معرفتِ الٰہی کی راہ ان پر نہیں کھلتی"۔ (کلید التوحید کلاں)

حدیث: من قال لا الـه الا اللّٰه مرة لم یبق من ذنوبہ ذرة ۔

"جو شخص ایک مرتبہ "لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہتا ہے اس کا ذرہ بھر گناہ بھی باقی نہیں رہتا"۔ (نور الہدیٰ خورد)

ذکر کی اصل، توحید ہے

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"کامل مرشد جب اسم اللہ ذات کے تصور سے طالب کو دریائے توحید میں غوطہ دیتا ہے تو اس کا وجود پاک ہو جاتا ہے، بعد ازاں کلمہ طیب کی اجازت دیتا ہے، جب طالب "لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کہتا ہے تو دل کی آنکھ روشن ہو جاتی ہے اور مقامِ معرفت پر پہنچتا ہے اس سے ذات وصفات کا کوئی مقام اور زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی، ویسے تو کلمہ جلاد، منافق اور مردہ دل بھی پڑھتے ہیں لیکن انہیں کلمۂ طیب کی کُنہ معلوم نہیں ہوتی، شریعت میں کلمہ شریف تاثیر کرتا ہے بے شریعت کو کلمے سے رجعت نصیب ہوتی ہے اور خراب ہوتا ہے۔

راہ سے باید مرا راہِ نبی　　　　راہ دیگر رفت ہر کہ شد شقی

(مجھے راہِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنا چاہیے جو شخص کوئی اور راہ چلتا ہے وہ بدبخت ہو جاتا ہے)

(کلید التوحید کلاں)

کلمہ طیبہ سے تمام علوم کا انکشاف ہوتا ہے

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''واضح رہے کہ علم توریت، علم انجیل، علم زبور، علم قرآن پاک، علم حدیث قدسی جل جلالہٗ، علم حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، علم متعلقہ ایمان، علم اَسرار ظاہر و پوشیدہ، علم نور، علم معراج حضور، علم مشاہدہ اور علم قدس، تمام علوم کلمۂ طیبہ کی طے میں ہیں، جب کلمہ طیبہ کی کُنہ منکشف ہوتی ہے تو تمام علوم مشرح و مفصل ظاہر ہوتے ہیں جو شخص کلمہ طیب کو کُنہ سے معنی تحقیق کر کے پڑھتا ہے اس پر ہر ایک علم منکشف ہوتا ہے، جو شخص ایسے بزرگ کو کلمۂ طیب پڑھنے سے باز رکھتا ہے اور اسے جاہل کہتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے کیونکہ کافر ہی کلمۂ طیبہ سے جاں بلب ہوتا ہے، اس واسطے کہ کلمۂ طیب کی آواز مؤمن، مسلمان اور صاحبِ تصدیق کے دل کو خوش کرتی ہے اور انہیں لذت اور جمعیت حاصل ہوتی ہے اور وجود میں شفقت و شوق پیدا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ذکر الٰہی کی یہ نعمت تمام مسلم اور مؤمن بھائیوں کو نصیب کرے''۔

حدیث: ذکر اللہ فرض من قبل کلِّ فرض۔

''تمام فرضوں سے پہلا فرض ذکرِ الٰہی ہے''۔

قولہ تعالیٰ: وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔

''اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے''۔

حدیث: مَنْ قَالَ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ بِلَا حِسَابٍ وَّبِلَا عَذَابٍ۔

''جس شخص نے ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' پڑھا وہ جنت میں بغیر حساب اور بغیر عذاب داخل ہو گیا''۔

حدیث: لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ كَثِيْرٌ وَّمُخْلِصُوْنَ قَلِيْلٌ۔

''عام کلمہ گو بہت ہیں لیکن اخلاص سے پڑھنے والے کم ہیں''۔

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"کلمہ طیب پڑھنے سے بدن، جان اور مال سب کچھ پاک ہو جاتا ہے اور اس سے ہر قسم کا بچاؤ رہتا ہے"۔

حدیث: اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (ﷺ)

(کلید التوحید کلاں)

"کلمہ طیب پڑھنے والے کے لیے چار چیزیں ہونی چاہئیں:

اوّل: جو شخص تصدیق قلبی سے نہیں پڑھتا وہ منافق ہے

دوم: جو شخص حرمت سے نہیں پڑھتا وہ فاسق ہے

سوم: جسے کلمہ پڑھنے سے حلاوت، لذت، جمعیت اور اخلاص نہیں وہ ریاکار ہے

چہارم: جو کلمہ کی تعظیم نہیں کرتا وہ بدعتی ہے

خلاصہ یہ کہ کلمہ طیبہ پڑھتے وقت تصدیق قلبی، حرمت، اخلاص، حلاوت اور تعظیم کا ہونا ضروری ہے"۔ (کلید التوحید کلاں)

"کامل مرشد وہ ہے کہ جب طالب اللہ کے دل پر نگاہ کرے تو جو غل و غش (کینہ، کدورت، کھوٹ) اور شیطانی و نفسانی وسوسے اور خطرات ہیں سب کو جلا دے اور طالب اللہ کے دل کو شیطان کی قید سے چھڑا دے اور پھر طالب اللہ کو کلمہ طیب افضل الذکر "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" کی تلقین کرے"۔ (نور الہدیٰ خورد)

نفی اثبات

"تلقین یقین کے ساتھ ہے اور یقین تلقین سے ہے، نفی اثبات کا ذکر جہر تین ضربی کہے، پہلی ضرب جو کہے، قولہ تعالیٰ: "قَالُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا" انہوں نے بڑی پکی بات کہی، کہتا ہے اور دل پر ایسی ضرب پہنچاتا ہے کہ پہلی ہی ضرب میں ازل کا مقام کھل جاتا ہے اور خود روشن ضمیر ہو جاتا ہے اور "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کی دوسری ضرب سے ابد کا مقام کھل جاتا ہے اور طالب اللہ نفسانیت کے احوال سے توبہ کرتا ہے اور

''لَآ اِلٰــــہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کی تیسری ضرب سے مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری حاصل ہو جاتی ہے اور خطاب کا منصب حاصل ہوتا ہے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بالکل سیدھی راہ مل جاتی ہے''۔ (نور الہدیٰ خورد)

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''اے علی! اپنی آنکھیں بند کر کے اپنے دل میں ''لَآ اِلٰــــہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سنو''۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) (قرب دیدار)

''کلمۂ طیب'' کی وجہ تسمیہ

حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس کا نام ''طیب'' کیوں رکھا گیا؟ اس واسطے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی کا ذکر ہے اور یہ ناپاک، مشرک، کافر، منافق، حاسد، غافل اور مردہ دل آدمیوں پر غالب ہے''

''ذکرِ جلی میں حسب ذیل دس فائدے ہیں: صفائی میں، صفائی قلب، غافلوں کی تنبیہ، اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے لڑائی، دین کا ظاہر ہونا، شیطان اور نفسانی خطرات کا زائل کرنا، اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا، غیر اللہ سے منہ پھیرنا، اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان سے حجاب کا دور ہونا''۔

(کلید التوحید کلاں)

کلمۂ طیبہ کے اسرار

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''واضح رہے کہ کلمۂ طیب کے شروع میں ''لا'' اس واسطے رکھا گیا ہے کہ ''لا'' کی شکل قینچی کی ہے، یہ قینچی گناہوں کو اس طرح کترتی ہے جس طرح عام قینچی کپڑے کو، نیز ''لا'' کی شکل دو دھاری تلوار کی سی ہے جو نفس کافر کو قتل کرتی ہے، ''لا'' سے مَا سِوَی اللّٰہِ کی بالکل نفی ہو جاتی ہے، اس کے بعد ''اِلَّا اللّٰہُ'' ہے جس

سے اثبات ہوتا ہے اور ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کے اسم سے جمعیت بایمان حاصل ہوتی ہے اور ایمان و روح متفق ہو جاتے ہیں، نفس ہمیشہ تصدیق قلبی سے مرتا ہے جسے تصدیق حاصل نہیں وہ منافق ہے، مسلمان تو صرف زبان سے کلمہ ''لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کہنے سے ہو سکتا ہے لیکن مومن اسی وقت ہوتا ہے جبکہ تصدیق قلبی بھی اس کے ساتھ شامل ہو، جو شخص زبان سے بھی کلمۂ طیب کا اقرار نہیں کرتا وہ کافر ہے، زبانی اقرار کے دو گواہ ہوتے ہیں: اوّل مشکل یا آسانی کے وقت سچ بولنا، دوسرے حلال کھانا خواہ نمک کے بغیر خشک کھانا ہی ملے، یہ حلال خشک کھانا حرام کی روغنی اور لذیذ روٹی سے کہیں بہتر ہے، اسی طرح تصدیق قلبی کے بھی دو گواہ ہیں: اوّل دلی محبت، دوسرا معرفتِ مولیٰ۔ ایسے صاحب تصدیق کی طلب سلب نہیں ہوتی، اسلام کی بناء ایمان مفصل، کلمۂ شہادت ہے اس سے خاتمہ بالخیر ہوتا ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ صاحب تصدیق اللہ تعالیٰ کا منظورِ نظر ہوتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت ستّر ہزار مرتبہ پڑتی ہے۔

تصدیق قلبی کے چار لباس ہیں: اوّل نورِ ایمان، دوم تقویٰء روح، سوم ذکر قلبی، جس طرح زبان گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، اسی طرح دل بھی گوشت کا لوتھڑا ہے، تصدیق قلبی اس وقت ثابت ہوتی ہے جب دل اپنی زبان کھول کر ''یا اللہ، یا اللہ'' کہے، ''لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ''۔

جس روح کا قلب سے تعلق ہوتا ہے وہ تصدیق میں لپٹا ہوتا ہے ایسا قلب بآوازِ بلند گواہی دیتا ہے کہ میں نے اس کے تمام احکام قبول کیے''۔

(کلید التوحید کلاں)

''چنانچہ ''لَا اِلٰـہَ'' کہنے سے ہستی چھوڑ کر فنا اختیار کرتا ہے اور نابود ہو جاتا ہے اور ''اِلَّا اللّٰہُ'' کہنے سے لاہوت ولامکاں میں توحید تک پہنچ جاتا ہے اور دیدارِ رب العالمین سے مشرف اور وسیلۂ نجات ہو جاتا ہے اور ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کہنے

سے بندے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ باقی نہیں رہتا''۔

(امیرالکونین)

''دونوں جہان علم قرآن پاک کی قید میں ہیں اور علم قرآن پاک کلمہ طیّب ''لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' کی طے (لپیٹ) میں ہے اور کلمہ طیبہ اسم اللہ ذات کی طے میں ہے' کلمہ طیب اور اسم اللہ ذات سارے وجود کو یکبارگی پاک اور پاکیزہ بنا دیتا ہے اور وجود سے پردہ اٹھا کر دیدار سے مشرف کرتا ہے' اس پر تو تعجب نہ کر اور نہ اس سے انکار کر کیونکہ علمِ غیب' غیب تک پہنچا دیتا ہے' علمِ باطن' باطن تک اور علمِ ظاہر وجود تک تاثیر وتفسیر کے ساتھ پاک کر دیتا ہے' علم اللہ کافی ہے' باقی سب ہوَس ہے''۔ (امیرالکونین)

كُنْ فَيَكُوْنُ

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ میں ''کُنْ فَیَکُوْنُ'' کو بیان کروں تو فرمایا:

کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق

''میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا جب میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو میں نے خلقت کو پیدا کیا''۔

جب اس نے قہر وجلالت کی نگاہ سے بائیں طرف دیکھا تو اس سے شیطان پیدا ہوا اور جب لطف وکرم' جمعیت' مرحمت اور شفقت سے دائیں طرف توجہ فرمائی تو اس سے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوا جو آفتاب سے بھی روشن تھا' بعدازاں اللہ تعالیٰ نے لفظ ''کُـــنْ'' کہا تو تمام مخلوقات کی روحیں گروہا گروہ' صف بہ صف باادب کھڑی ہو گئیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی منتظر تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اَلَسْـــتُ بِـــرَبِّـــکُـــمْ؟ ''کیا میں تمہارا رب نہیں؟ تمام روحوں نے کہا: ''بلٰی'' ہاں! جو چھوٹے بڑے ''کہنے'' سے منکر اور پشیمان ہوئے وہ کافروں' مشرکوں'

منافقوں اور جھوٹوں کی روحیں تھیں اور بعض ''ہاں'' کہنے سے خوش وقت اور مسرور ہوئے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے روحو! جو چاہو مجھ سے مانگو تا کہ میں تمہیں عطا کروں، تمام روحوں نے کہا: ہم تجھ سے تجھی کو چاہتے ہیں۔

بعدازاں اللہ تعالیٰ نے بائیں طرف دنیا، زینتِ دنیا، زیبائشِ دنیا اور تماشائے دنیا پیدا کیے، اس وقت شیطان اور نفس لمّارہ ان چیزوں میں داخل ہوئے، جب شیطان دنیا میں داخل ہوا تو حسب نے حسبِ ذیل چوبیس بلند آوازیں لگائیں جن کے سننے سے نو حصے روحیں شیطانی لشکر میں داخل ہو گئیں، وہ آوازیں یہ ہیں:

سرود، حسن پرستی، ہوا مستی، شربِ شراب، بدعت، ترک الصلوٰۃ، ترکِ جماعت، اسباب سرود مثلاً طنبورہ، رباب، سرنائے، دف، ڈھول، غفلت، خود پسندی، ریا، حرص، حسد، کبر، نفاق، غیبت، شرک، کفر، جہل، جھوٹ، افعالِ بد، زنا وغیرہ، بدظنی، بدنظری طمع شیطانی، جن میں یہ صفات پائی جائیں انہیں سمجھ لو کہ وہ شیطانی گروہ میں ہیں۔

حدیث: ''اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ'' جیسا تھا ویسا ہی اب بھی ہے۔

قولہ تعالیٰ: ''تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ'' جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔

قولہ تعالیٰ: اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۔

''شیطان تمہیں فقر سے ڈراتا اور بُری باتوں کا حکم دیتا ہے''۔

جس نے شیطانی آوازوں کو سن کر پسند کیا، اس نے دنیا کو پسند کیا اور اسی میں غرق ہو گیا جب کل روحوں میں سے نو حصے دنیا کی طرف مائل ہو گئے تو صرف ایک دسواں حصہ اللہ تعالیٰ کے روبرو عاجزی سے کھڑا رہا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے فرمایا کہ:

> اے روحو! مانگو جو چاہتے ہو تا کہ میں تمہیں عطاء کروں، ان میں سے صرف ایک حصے نے یہ کہا کہ ''ہم تجھ سے تجھی کو چاہتے ہیں''۔

پھر اللہ تعالیٰ نے دائیں طرف بہشت، حور و قصور، لذتِ بہشت اور بہشتی زیب و

زینت روحوں کے پیش کی تو نو حصے بہشت کی طرف مائل ہو گئیں، سب سے پہلے جو روحیں بہشت میں داخل ہوئیں وہ اہل صفاء و اہل اتقاء کی روحیں تھیں جنہوں نے تقویٰ کی آواز کو پسند کیا اور جو شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر غالب آئیں چنانچہ اس میں تمام عالم، فاضل، عامل، متقی اور پرہیزگار شامل ہیں، باقی حصہ روحیں جو اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑی رہیں جنہوں نے نہ شیطان کی آواز سنی نہ بہشت کی، وہ مشتاق دیدار غرق فنافی اللہ ہیں، وہی روحیں ''باقی باللہ'' کی تھیں جنہیں مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضور اور متابعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہے، یہ لوگ ''عارف باللہ فقیر'' تھے جن کے بارے میں جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

الفقر فخری و الفقر منی ۔

''فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے''۔

حدیث: الدنیا حرام علیٰ اھل العقبیٰ و العقبیٰ حرام علیٰ طالب المولیٰ ۔

''اہل عقبیٰ پر دنیا حرام ہے اور اہل اللہ پر عقبیٰ حرام ہے''۔

حدیث: من فله المولیٰ فلم الکل ۔

''جس کا مولا ہے اس کا سب کچھ ہے''۔ (کلید التوحید کلاں)

''جب قیامت قائم ہو گی حساب گاہ میں لوگ تین صفوں میں ہوں گے، ایک صف طالب اللہ لوگوں کی ہو گی جو جدا جدا، جیسی جیسی زندگی انہوں نے گزاری ہو گی اپنی اپنی صف میں کھڑے ہوں گے۔

(عالم، علماء کی صف میں، فقیر، فقراء کی صف میں، زاہد، زاہدوں کی صف میں، ولی، اولیاء کی صف میں، شہید، شہداء کی صف میں۔ علیٰ ہذا القیاس)

دوسری صف دنیا کے طالبوں کی ہو گی جو شب و روز حرص و طمع میں مبتلا رہے ہوں گے جو دنیا کے بندے اور اس کی قید و حکم میں مثل غلام کے ہوں گے، تیسری

صف کافر اور مشرک لوگوں کی ہوگی، وہ لوگ گناہ کے طلب گار، شیطان کے پیروکار اور اس کی قید و قبضہ اور غلامی میں ہوں گے"۔ (دیدار بخش خورد)

کلمہ طیب کی شرح و تعلیم

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں:

"حضور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو کوئی کلمہ طیب پڑھتا ہے اس کا بدلہ بہشت ہے۔ نیز:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کے چوبیس حروف ہیں، رات دن کی بھی چوبیس ساعتیں ہیں، جب بندہ "لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)" کہتا ہے تو ہر حرف کے بدلے اس کے ہر ساعت کے گناہ جل جاتے ہیں جیسا کہ آگ لکڑی کو جلا دیتی ہے، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے کہ "لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)" میرا حصار ہے جو کوئی میرے حصار میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے امن میں آ گیا۔

حضور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی ایک نشست میں چالیس بار "لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" کا ذکر کرتا ہے اس کے ستر سال کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ یہی کلمۂ طیب علم کی ابتداء و انتہا ہے، سب کچھ اسی (کلمۂ طیب) میں ہے، دیگر تمام الہامی کتب بھی (کلمۂ طیب) کی شرح ہیں، تیرا دوست تیرے ساتھ ہے، آئینۂ (دل) میں زنگار، کدورت آلودگی اور سیاہی ہوگی، اس میں کسی قسم کے انوار کی تجلی نمودار نہ ہوگی، پس بے کدورت صاف دل ہونا چاہیے کیونکہ صاف دل میں خطرات پیدا نہیں ہو سکتے۔

جو کوئی اپنی تمام عمر میں سو بار کلمۂ طیب "لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)" پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے ہفت اندام پر آتش دوزخ

حرام کر دے گا، جب کوئی بندہ کلمہ طیب پڑھتا ہے تو وہ کلمہ اوپر جا کر عرش کے ستون کو ہلاتا ہے۔

فرمانِ الٰہی ہوتا ہے:

اے ستون! ساکن ہو جا

ستون عرض کرتا ہے: یا رب العزت! کیسے ساکن ہو جاؤں، اس کلمہ پڑھنے والے کو بخش دے، حکم ہوتا ہے: میں نے اس (کلمہ گو) کو بخش دیا۔

کلمہ بہشت کی چابی ہے، حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی کلمہ طیب کا بہت زیادہ ذکر کرتا ہے، دوزخ کی آگ اس کو نہیں جلاتی۔

جان لو! کہ جس کسی کو تصدیق قلبی (یعنی ذکر کلمہ طیب سے نفس مردہ اور قلب زندہ نہ ہو جائے) اس کو زبانی کلمہ طیب کا اقرار کچھ فائدہ نہیں دیتا۔

حدیث: اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ ۔

(کلمہ طیب کا) زبانی اقرار کرے اور دل سے اس پر (ایمان) لا کر اس کی تصدیق کرے۔

پس کلمہ طیب کے ذکر کا دارومدار تصدیقِ قلبی پر ہے، تصدیقِ قلبی کہاں سے حاصل ہوتی ہے؟ یہ واصل شیخ مرشد سے حاصل ہوتی ہے، ایسا شیخ کس کو کہتے ہیں؟

الشیخ یحیی ویمیت یحی القلب ویمیت النفس ۔

”شیخ وہ ہے جو زندہ اور مردہ کرتا ہے، وہ قلب کو زندہ اور نفس کو مردہ کر دیتا ہے“۔ (عین الفقر کلاں)

ذکر اور ذاکر

”فقیر باہو کہتا ہے کہ ذکر کیا ہے؟ ذکر کسے کہتے ہیں؟ ذکر سے کیا چیز حاصل ہوتی ہے؟ ذاکر کے کون سے مراتب و مقام ہیں؟

ذکر پاکیزگی کا نام ہے جس طرح مال کی زکوٰۃ نکالنے سے مال پاک وصاف

ہو جاتا ہے، اسی طرح آدمی کا وجود ذکر اللہ سے کفر و شرک کی نجاست سے پاک و صاف ہو جاتا ہے، چنانچہ (میلے) کپڑے کے لیے صابن ہے (تو وجود) کی صفائی کے لیے ذکر اللہ، جس طرح آگ خشک لکڑی کو کھا لیتی ہے اسی طرح ذکر گناہوں کو مٹا دیتا ہے، جس طرح بارش مرجھائی ہوئی گھاس کو سرسبز و شاداب کر دیتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر آدمی کے ایمان کو آراستہ کر دیتا ہے، جس طرح پھل (پھول) درخت کی زینت ہیں، ذکر اللہ آدمی (کے ایمان) کی زینت ہے، جس طرح روشنی سے تاریکی دور ہو جاتی ہے ذکر سے (ہفت اندام) روشن ہو جاتے ہیں (ذکر کا وجود کے ساتھ ایسا تعلق ہے) جیسا کہ پھول میں خوشبو، جیسا کہ کھانے میں نمک، جس طرح تکبیر سے حیوان کو ذبح کرنے سے وہ حلال ہو جاتا ہے اسی طرح وجود کو (مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا: مرنے سے پہلے مرجاؤ) کرنے سے وہ زندہ اور پاک ہو جاتا ہے، اوّل ذکر اللہ تعالیٰ کا ہے بعد ازاں وقت پر نماز ادا کی جاتی ہے، اوّل (اذان) اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، دوم تکبیر اولیٰ اور تکبیر تحریمہ بھی ذکر اللہ ہے اور بعد ازاں نماز بھی ذکر اللہ ہے (اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ)

حضور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''افضل الذکر لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)''۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' ہے بعد ازاں تلاوتِ قرآنِ مجید کی جاتی ہے پس ''بِسْمِ اللّٰهِ'' اسمِ اللہ، ذکر اللہ ہے۔

قولہ تعالیٰ: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۔ (العلق:۱)

''پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا''۔

قرآن مجید میں جو پہلی آیت نازل ہوئی وہ بھی اسم اللہ، ذکر اللہ ہے، جاں کنی کے وقت بھی (زبان پر) ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' ہونا چاہیے، یہ سب بھی ذکر اللہ ہے جب کلمۂ شہادت پڑھتا ہے تو یہ بھی ذکر اللہ ہے، قبر میں فرشتے

بھی اسم اللہ ہی پوچھتے ہیں جو ذکر اللہ ہی ہے، جو نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اس کے شروع میں اسم اللہ تحریر ہوگا، جب ترازو پر اعمال کا وزن کیا جائے گا تو (ترازو کے) جس پلڑے میں اسم اللہ ہوگا وہ گراں تر ہو جائے گا، پل صراط پر جو کوئی اسم اللہ کا ذکر کرے گا، دوزخ اس سے خوف کھائے گی اور وہ سلامتی کے ساتھ اس سے گزر جائے گا اور جو کوئی بہشت کے دروازہ پر اسم اللہ کا ذکر کرے گا، بہشت کا دروازہ اس کے لیے کھل جائے گا اور جو شخص دیدارِ الٰہی کے وقت اسم اللہ پکارے گا اس پر (اسم اللہ) کی دائمی تجلی ہوگی اور وہ اس میں (ہمیشہ) مست رہے گا۔

پس جو کوئی اللہ تعالیٰ کا ذکر (کرنے والوں) کا ٹھٹھہ اُڑاتا ہے، ان پر غصہ کھاتا ہے یا ان سے دشمنی رکھتا ہے وہ لعین ہے، ایسا کرنے والا ہر شخص تین حالتوں سے خالی نہ ہوگا، وہ کافر ہوگا، منافق ہوگا یا فاسق ہوگا۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تینوں طرح کے لوگ موجود تھے جو کوئی (آج بھی) ذکر سے منع کرتا ہے وہ اسی گروہ سے تعلق رکھتا ہے، ذکر اسلام کی بنیاد ہے اور دین کی پختگی کا ذریعہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم جب کفار سے جنگ کرتے تھے تو (اللہ اکبر) کا نعرہ بلند کرتے، دوسرے جب باطن میں نفس سے جنگ کرتے تو بھی ذکر اللہ سے کرتے۔ (عین الفقر کلاں)

مقام فنا فی الشیخ وفنا فی الرسول وفنا فی اللہ

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں:

’’جاننا چاہیے کہ مقام فنا فی الشیخ و مقام فنا فی الرسول و مقام فنا فی اللہ کی کیا شناخت ہے اور ان مقامات کو کس طرح پہچاننا چاہیے، اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ ’’مقام فنا فی الشیخ‘‘ یہ ہے کہ جب طالب اللہ صورت شیخ کا تصور کرے، صورتِ شیخ حاضر ہو کر طالب کو جس مقام پر چاہے پہنچا دے، درحقیقت مقام فنا فی الشیخ اسے کہتے ہیں، ورنہ صرف صورتِ شیخ کا تصور کرنا بت پرستی میں داخل ہے۔

اور مقام ''فنا فی الرسول'' یہ ہے کہ جب طالب اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کرے فوراً مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو جائے اور جناب سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ملازمت سے مشرف ہو اور اس کے اخلاق و عادات میں خُلق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبو پیدا ہو جائے اور اس کا نفس باطل سے بالکل جدا ہو جائے۔

اور مقام ''فنا فی اللہ'' یہ ہے کہ طالب اللہ جب اسم اللہ کا تصور کرے تو اسم اللہ اس کے وجود میں ایسا اثر کرے کہ اس کا وجود سر سے پیر تک معرفتِ الٰہی سے پُر ہو جائے اور اس میں وحدتِ مطلق جلوہ گر ہو اور اگر معرفت کے دریا میں غوطہ لگائے تو ازل سے ابد تک مدہوش رہے' یہ بھی عطائے مرشد کامل سے ہے جو شخص کہ اس راہ باطن میں شک کرے' راندۂ درگاہ ہو' نعوذ باللہ منہ''۔

(مجالستہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

''مرید کو تین مرتبوں میں سے گزرنا پڑتا ہے:

☆ اوّل: فنا فی الشیخ' جب شیخ کی صورت کا تصور کرتا ہے تو جس طرف نگاہ کرتا ہے شیخ ہی شیخ نظر آتا ہے۔

☆ دوم: فنا فی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)' جب اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کرتا ہے تو تمام ماسوی اللہ کو ترک کر دیتا ہے' جس طرف نگاہ کرتا ہے اسے مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نظر آتی ہے۔

☆ سوم: فنا فی اللہ' جب اللہ کا تصور کرتا ہے تو نفس بالکل مر جاتا ہے جس طرف نگاہ کرتا ہے' اسم اللہ کی تجلیات سے مشرف ہوتا ہے' اسی کو لامکاں کہتے ہیں' اللہ تعالیٰ کو مقام یا مکان سے تشبیہ دینا شرک اور کفر کا موجب ہے''۔

(کلید جنت)

''واضح رہے کہ قرب کے تین مرتبے ہیں جو تین تصوروں سے حاصل ہوتے ہیں:

(۱)فنافی الشیخ (۲)فنافی اسم اللہ
(۳)فنافی اسم محمد سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم۔

تمام مخلوقات نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیدا ہوئی ہیں اور نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نورِ الٰہی سے، جو مرشد پہلے دن طالب کو حضورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور وحدانیت میں غرق نہیں کرتا وہ مرشد کہلانے کا مستحق نہیں، اسم اللہ ذات کے تصور سے پہلے ہی دن طالب کا نفس پاک، دل صاف، روح اور سر مجلیٰ ہوتا ہے، چاروں ایک سمت متفق ہو کر اصل کی جانب لوٹ آتے ہیں کیونکہ ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔

راہِ سلوک کی ابتداء فنافی الشیخ، متوسط فنافی اللہ اور انتہا فنافی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جسے محمدی حضوری حاصل ہوئی ہے وہ امر معروف بجالاتا ہے جو شخص امر معروف بجانہیں لاتا وہ مردود وخبیث ہے“۔

(کلید جنت)

مقام فنافی الشیخ

”جب طالب شیخ کی صورت کا تصور کرتا ہے تو اسی وقت حاضر ہو کر طالب کا ہاتھ پکڑ کر معرفت الٰہی یا مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں لے جاتی ہے ایسے شیخ کو ”یُحْیِ وَیُمِیْتُ“ ”زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے“ کہتے ہیں اور جب فنافی اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام پر پہنچتا ہے تو جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک مع ارواح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہایت لطف و کرم سے تشریف فرما ہوتی ہیں، صاحبِ تصور کو حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”خُذْ بِیَدِیْ“ ”میرا ہاتھ پکڑ“ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑتے ہی دل معرفت الٰہی سے روشن ہو جاتا ہے جس سے انسان ارشاد کے لائق ہو جاتا ہے کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے طالبوں کو مرید بناتا ہے۔

قولہ تعالیٰ: یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ۔

"ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے"۔

مجھے ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جنہوں نے معرفت الٰہی کے نور کی باطنی لذت بالکل چکھی ہی نہیں اور "فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ" (اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگو) کو "فَفِرُّوْا مِنَ اللّٰہِ" (اللہ تعالیٰ سے بھاگو) سمجھ رکھا ہے، فنا فی اللہ کا مقام یہ ہے کہ جو شخص اسم اللہ کا تصور کرتا ہے تو اس سے اسے "اِلَّا اللّٰہُ" کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اس کے دل سے غیر حق کا خیال بالکل دور ہو جاتا ہے، جو شخص اس مقام پر پہنچ جاتا ہے وہ توحید و معرفت کے دریا سے پیالہ پیتا ہے اور سر سے پاؤں تک شریعت کا لباس پہنتا ہے، ہمیشہ شریعت اور امر معروف میں کوشش کرتا ہے، معرفتِ الٰہی کے جو بھید اسے نظر آتے ہیں وہ جاہلوں کو نہیں بتاتا، نہ بے خبر ہوتا ہے نہ تکبر و غرور کرتا ہے۔

ناتوانی خویش را از خلق پوش
عارفانے کے بود ایں خود فروش

(جہاں تک ہو سکے تو اپنے آپ کو خلقت سے چھپائے رکھ، خودفروش اور
خودنما لوگ عارفِ خدا نہیں ہوتے)

(کلید جنت)

فنافی الشیخ

"طالب کو چاہیے کہ بعد از بیعت اپنے مرشد کی صورت کو پیش نظر رکھے، اس کی مشق سے ایک نورانی صورت پیدا ہو گی جو طالب کو علومِ ظاہری کی تلقین کرے گی، قرآن، حدیث، فقہ، فرض، واجب، مستحب کے ادا کرنے کا حکم کرے گی اور اسے ماضی، حال، مستقبل کے احوال بتائے گی، وعدۂ الست یاد کرایا کرے گی اور ہر وقت تسبیح و تہلیل، نماز، ذکر فکر میں مشغول نظر آئے گی، طالب کو نواہی سے روکے گی اور اوامر کی پابندی پر تلقین کرے گی، یہ صورت طالب کے وجود میں گم رہے گی جب سر جھکائے گا،

پیش نظر ہو گی۔

جب طالب ہو جائے تو اس کا ہاتھ پکڑ کر ''اِلَّا اللّٰہُ '' کے بحرِ معرفت میں غوطہ زن بنائے گی اور بوقت مراقبہ مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری میں پہنچائے گی اور ہر وقت باشرع کام کرائے گی' اس منزل کے کمال کا نام ''فنافی الشیخ'' ہے اس کے کمال کا نشان یہ ہے کہ اس کا عامل شیخ کی صفاتِ شرعی سے متصف ہو گا''۔

(حجت الاسرار' شمس العارفین)

فنافی الرسول

''جب مرید اسم محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کرے تو فی الفور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کرام تشریف لا کر مرید کو اپنا دست مبارک پکڑنے کا حکم دیں گے' وہ ہاتھ پکڑتے ہی عارف' روشن ضمیر اور صاحبِ ارشاد ہو جائے گا''۔

فنافی اللہ

''یہ مرتبہ اسم اللہ کی مشق سے حاصل ہوتا ہے اس کی تاثیر سے ''اِلَّا اللّٰہُ '' کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور غیر حق سے دل پاک ہو جاتا ہے''۔

(حجت الاسرار)

مراقبہ

''مراقبہ دل کی نگہبانی کو کہتے ہیں کہ دل کے اندر غیر حق جانے نہ پائے' خطراتِ نفسانی اور خطراتِ شیطانی پریشانی کا باعث ہوتے ہیں' غرضکہ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کے سوا ہے اس سے پریشانی لاحق ہوتی ہے' مراقبہ سے انسان خدا رسیدہ ہوتا ہے اور اسے مشاہدۂ خاص ہوتا ہے' مراقب اس شخص کو کہتے ہیں جو غیر حق کو محو کر کے یعنی خطرات کی نفی کر کے حق تعالیٰ کے اسم ذات کا تصور کرے' مراقبہ سے انسان محبوب اور محرم راز ہو جاتا ہے اگر مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مراقبہ کیا جائے تو انسان کو تجلیات ذات حاصل ہوتی ہیں''۔ (کلید جنت)

"واضح رہے کہ مراقبہ میں چار چیزیں ہیں جو محض چار میم ہیں، پہلا میم مراقبہ سے محبت ہے، یعنی مراقبہ محبت سے اسرارِ پروردگار کا مشاہدہ ہوتا ہے یہ اسم اللہ ذات کے تصور سے ہوتا ہے، دوسرا میم مراقبہ سے معرفت توحید نور الٰہی حاصل ہوتی ہے، یہ بھی اسم اللہ ذات کے تصور سے ہوتا ہے، تیسرا میم مراقبہ سے معراج الصلوٰۃ دل سے کھلتا ہے، ذکر جاری ہوتا ہے، ذوق اور فرحت نصیب ہوتے ہیں اور تمام وجود کے ہر رونگٹے سے "یا اللہ" کی آواز نکلتی ہے، یہ مراقبہ اسم "لَہٗ" کے تصور سے ہوتا ہے، چوتھا مراقبہ میم سے مجموعۃ الوجود یعنی سر سے پاؤں تک تمام وجود مشاہدۂ انوار میں مستغرق ہوتا ہے، اگر یہ باتیں نہیں تو سمجھو نفس و شیطان غالب و قادر ہیں۔

صاحبِ مراقبہ ہفت اندام جب تک مجلس اولیاء و انبیاء سے ملاقات نہیں کر لیتا، مراقبہ سے سر نہیں اٹھاتا خواہ اسے مراقبہ کرتے ہوئے تر سال ہی کیوں نہ گزر جائیں، لوگوں کی نظروں میں وہ آنکھیں بند کیے ہوتا ہے لیکن باطن میں اس کے وجود کے ہر ایک بال سے نور کی صورت ذکر اسم اللہ سے نمودار ہوتی ہے، جب صاحبِ مراقبہ باخبر ہوتا ہے تو ہر ایک صورت پھر جسم میں چلی جاتی ہے"۔

(کلید التوحید کلاں)

مراقبہ اسمِ ھُو کے تصور سے ہوتا ہے

"بعض صاحبِ مراقبہ اس سے واقف ہیں اور بعض ناواقف کہ مراقبہ اسم ھُو کے تصور سے ہوتا ہے، اسم ھو سے چار منتہی ذکر کھلتے ہیں جنہیں محض حضور غرق نور کہتے ہیں، اوّل ذکر حامل یہ کسی مرشد کامل سے حاصل ہوتا ہے، دوسرا ذکر سلطانی اس کا ذاکر ہوائے نفسانی کو ترک کرتا ہے اور لاہوت مکانی میں پہنچ جاتا ہے، تیسرا ذکر ربانی، اس کے سبب خطرات شیطانی سے بچ جاتا ہے، چوتھا ذکر خفی، جس سے ہمیشہ مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری حاصل ہوتی ہے، جس شخص کو اس قسم کا ذکر حاصل نہیں اس کا مراقبہ مردود ہے، دنیا کے طالب کے دل میں خطرات ہوتے ہیں، سیاہ دل اہل دنیا کو

کبھی قربِ الٰہی حاصل نہیں ہوتا خواہ دنیا میں کتنا ہی صاحبِ عزّ و جاہ ہو اور کتنا ہی بڑا روضہ اور خانقاہ ہو، جس شخص کی نگاہ ملکِ آخرت پر ہوتی ہے وہ نفس و شیطان رجیم سے فارغ ہوتا ہے کیونکہ وہ صاحب وصف کریم ہوتا ہے، اللہ بس باقی ہوس''۔

(کلید التوحید کلاں)

مراقبہ کی کیفیت

''صاحب مراقبہ کو دائمی حضوری ہوتی ہے، مراقبہ کے مراتب بہت بڑے ہیں، مراقبہ سے سیدھی راہ، راہِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ آتی ہے مراقبہ والے ہر اہل مراقبہ کا لفظ اس وقت تک عائد نہیں ہوسکتا جب تک اسم اللہ ذات کے تصور سے آورد و برد نہ کرے، مراقبہ کے خاص الخاص درجے ہیں اور اس کی بنیاد اسم اللہ ذات ہے، صاحب مراقبہ ذکر فکر اور تسبیح سے باطن میں خواب کے اندر یا مراقبہ میں معرفت الٰہی اور مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مجلس انبیاء علیہم السلام اور مجلس اولیاء رحمۃ اللہ علیہم میں پہنچ کر ہر ایک سے ملاقات کرتا ہے، جس صاحب مراقبہ میں ذیل کے دو وصف نہیں اس کا مراقبہ غلط ہے اسے مراقبہ کی راہ ہی معلوم نہیں، مراقبہ انسان کو نفس و شیطان سے محفوظ رکھتا ہے اور شیطانی وسوسے اور خطرات کو پاس نہیں آنے دیتا، منزل بمنزل معرفت ''اِلَّا اللّٰہُ'' اور مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچا دیتا ہے اگر صاحب مراقبہ کی یہ کیفیت ہو تو سمجھ لو کہ ٹھیک ہے ایسا شخص جب چاہے حضوری میں حاضر ہوسکتا ہے، اس کو عارف باللہ کہتے ہیں ایسے شخص کو خاتمہ بالخیر مبارک ہو، اس کا باطن معمور اور آباد ہوتا ہے''۔

(کلید التوحید کلاں)

دیدارِ رب العٰلمین

حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''واضح رہے کہ حق الیقین اہلِ حق کی شریعت کا قاضی، ان اشخاص سے جو رب

العالمین کے دیدار سے مشرف ہوں، چار گواہان موت طلب کرتا ہے، اوّل یہ کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھے تو از روئے شریعت جائز اور روا ہے اس قسم کا خواب معرفت وصال کا خواہ ہوتا ہے نہ کہ عام خواب و خیال، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"یَنَامُ عَیْنِیْ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ" میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل نہیں سوتا۔

نیز فرمایا کہ "النوم اخوۃ الموت" نیند موت کی بہن ہے۔

جو شخص زندہ قلب اور مذکور کے ذکر سے باشعور ہے اس کا خواب گویا حضوری سے جواب باصواب ہے۔

دوسرے، مراقبہ میں دیدارِ حق بھی روا اور جائز ہے لیکن وہ مراقبہ کچھ اس قسم کا ہوتا ہے جس میں جان، جان سے نکل جاتی ہے اور ظاہر کو مردہ کر کے باطن میں روحانی جسم کو حضور میں لے جا کر حضور سے جواب و سوال حاصل کیا جاتا ہے یہ مراتب قرب دیدار سے مشرف ہونے پر حاصل ہوتے ہیں، چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا" موت سے پہلے مر جاؤ۔

(قربِ دیدار)

"اہل معرفت فقیر کی نگاہ دیدارِ الٰہی پر رہتی ہے کیونکہ یہی دونوں آنکھیں گواہ ہیں، کوئی چیز دل سے باہر نہیں، جو کچھ تو چاہتا ہے کسی اہل دل اور صاحبِ دل سے طلب کر، جو شخص ان لازوال مراتب پر پہنچتا ہے وہ ولی اور عارف باللہ ہو جاتا ہے اور اس کے لیے موت اور زندگی یکساں ہو جاتی ہیں۔

اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا یَمُوْتُوْنَ بَلْ یَنْتَقِلُوْنَ مِنَ الدَّارِ اِلَی الدَّارِ ۔

"بے شک اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے جاتے ہیں"۔

اَلْمَوْتُ جَسْرٌ یُّوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ ۔

''موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے''۔

(قربِ دیدار)

طریقۂ قادری

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''قادری طریقہ دو طرح کا ہے، ایک سروری قادری، دوسرا زاہدی قادری، سروری قادری صاحبِ تصور طالب اللہ کو جب اسم اللہ ذات کے حاضرات کی تعلیم و تلقین سے سرفراز کرتا ہے، پہلے ہی دن اس کے مراتب اپنے برابر کر دیتا ہے، جس سے طالب لایحتاج اور بے نیاز ہو کر حق پر نظر رکھتا ہے اس کی نگاہ میں سونا اور خاک برابر ہوتے ہیں، دوسرا طریقہ زاہدی قادری: بارہ سال اس طرح ریاضت کرے کہ اس کے پیٹ میں کھانا نہ جائے، بارہ سال بعد حضرت پیر صاحب کی نظر میں جائے پھر وہ مجذوب سالک یا سالک مجذوب بنتا ہے لیکن سروری قادری محبوب ہوتا ہے''۔

(کلید التوحید کلاں)

''قادری کی ابتداء یہ ہے کہ قربِ حق کی وجہ سے عرش سے تحت الثریٰ کا تماشا اپنے پاؤں تلے دیکھے اور ہر طبقے کی سیر اُڑ کر کرے، یہ مراتب سروری قادری کے ادنیٰ مراتب ہیں سروری قادری طالب وہ ہے جو ظاہر میں عالم اور باطن میں کامل ہو، ظاہر میں عالم وہ ہے جو تمام جزوی اور کلی علوم سے واقف ہو اور باطن میں کامل وہ شخص ہے جو دل، روح اور سر کی آنکھوں سے اَسرارِ الٰہی کی معرفت کا صاف مشاہدہ کرے نیز قدرتِ سبحانی کے کل و جزو اور کونین و لامکاں کو دیکھے''۔

(قربِ دیدار)

طریقۂ قادریہ عالیہ کی خصوصیات

"ہر ایک طریقہ کی انتہا' قادری طریق کی ابتداء کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتی کیونکہ کامل سروری قادری کی ابتداء یہ ہے کہ وہ نظر یا اسم اللہ کے تصور یا کلمۂ طیب کے ذکر یا توجہ باطنی سے طالب کو معرفت الٰہی میں غرق اور مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف کر دیتا ہے' یہ ہے قادری کے پہلے دن کا سبق جو شخص یہ سبق نہیں پڑھا سکتا اور مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر نہیں کر سکتا وہ کامل قادری نہیں' اس کے حال کی مستی خام خیال ہے کیونکہ قادری ہمیشہ معرفتِ الٰہی کے نور میں مستغرق رہتا ہے اور اسے وصالِ الٰہی حاصل ہوتا ہے' وصال دو قسم کا ہوتا ہے:

اوّل تجلی الہام کا' دوسرا تجلی وصال کا' جو شخص طالبوں کو ان مراتب پر نہیں پہنچاتا اور غوث' قطب پر غالب نہیں کرتا وہ قادری غالب نہیں' قادری کامل شیر پر سوار ہے لومڑی' گیدڑ اور کتے کی کیا جرأت کہ شیر کا مقابلہ کرے' ازل سے ابد تک کی تمام مخلوقات کی شرح درجہ بدرجہ دکھا سکتا ہے"۔

ترجمہ اشعار:

> "جہاں میں پہنچا ہوں وہاں کسی کا پہنچنا ممکن نہیں' میں شہباز لامکاں ہوں وہاں مکھی نہیں جا سکتی۔
>
> وہاں پر لوح و قلم و عرش و کرسی اور دو جہان نہیں جا سکتے' وہاں فرشتوں کی بھی گنجائش نہیں اور وہاں حرص کا بھی گزر نہیں"۔

یہ معرفت توحید کا انتہائی درجہ ہے یہاں پر تمام اَسرارِ ربانی کھل جاتے ہیں' یہ ذکر وجدان کا جو شریعت پر مبنی ہے' نص اور حدیث کے موافق اور مطابق ہے"۔

(کلید التوحید کلاں)

قادری زاہدی و قادری سروری

صاحبِ زماں لامکاں طریقۂ قادری

''اور طریقۂ قادری دو طریق پر ہے ایک قادری زاہدی، دوسرا قادری سروری، قادری سروری یہ ہے جیسا کہ اس فقیر (باہو) کو حاصل ہے کہ یہ فقیر مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوا اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی اور خندہ رُو ہو کر فرمایا کہ خلق خدا کے ساتھ ہمت کر اور تلقین کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقیر کا ہاتھ حضرت پیر دستگیر شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے ہاتھ میں دیا، حضرت پیر دستگیر قدس سرہٗ نے بھی سرفرازی کی اور تلقین کی، ان کی ظاہری و باطنی توجہ سے فقیر ہر ایک طالب کو برزخ اسم اللہ کے تصور کرنے کے بعد بغیر ذکر و فکر مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں لے گیا اور پھر جس طرف انہوں نے نظر اٹھائی انہیں اسم اللہ نظر آیا اور کوئی حجاب و پردہ ان پر نہ رہا۔

قادری زاہدی کا مرتبہ اور حوصلہ اس سے کم ہے، بہت لوگ بعض طالبوں کو تصور اسم اللہ کی طرف لے گئے ہیں، مگر ان کی سوزش اور تپش کو ضبط نہ کر سکے اور اپنی جان دے دی، بعض اسم اللہ کی برداشت نہ کر سکے، بعض مرتد ہو گئے اور بعض ہمیشہ حضور مجلس محمدی سے سرفراز رہتے ہیں اور فقیر کو بھی روز بروز، ساعت بساعت حضورِ مجلس میں ترقی ہوتی ہے اور ان شاء اللہ تا ابد الآباد باقی رہے گی کیونکہ حکم قادری سروری کا ''سرمدی'' ہے۔

فقیر کو علم ظاہری مطلق نہ تھا مگر ارادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہری باطنی فتوحات بہت کچھ ہوئیں ہیں جس کے لیے دفتر چاہئیں مگر بزرگوں نے ''مَا قَلَّ وَدَلَّ'' (پسندیدہ کلام وہی ہے جو مختصر اور جس کا مطلب واضح ہو) فرمایا ہے، طالب

کے مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے حجاب پارہ پارہ ہو جاتے ہیں اور مقام ''فنافی اللہ'' اس پر منکشف ہوتا ہے اور مراتبِ اویس رضی اللہ عنہ اس پر ظاہر ہوتے ہیں (خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا اپنے تمام دانت شہید کر لینا اس خبر پر کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دانت مبارک جنگ اُحد میں شہید ہو گیا ہے' کی طرف اشارہ ہے) کہ ظاہر و باطن اشغال فقر فنا فی اللہ رکھتا ہے اور اخلاص کے ساتھ تصدیق کرتا ہے اور طریقۂ زاہدی قادری یہ ہے کہ طالب اللہ رنج و محنت' زہد و تقویٰ بہت اٹھائے اور دس بارہ' چالیس پچاس سال کے بعد حضورِ مجلس سے مشرف ہو کر حضرت پیر دستگیر قدس سرہ العزیز کے نزدیک پہنچے اور وہ حضور سے مشرف و سرفراز فرمادیں' یہ طریقہ زاہدی قادری مبتدی ہے اور طریقۂ قادری منتہی اور ہے اور اس کا مرتبہ محبوبیت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے یعنی ''فنا فی اللہ بقا باللہ'' جو شخص کہ ایسے لوگوں سے عداوت رکھتا ہے مراتبِ فقر کو سلب کرتا ہے اور ابلیس کے مراتب کو پہنچتا ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْہُ ۔

یہ لوگ نائب و وارثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں خصوصاً جیسے کہ محبوبِ سبحانی حضرت شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز' جو لوگ ایسے بزرگوں سے بد اعتقاد رہتے ہیں وہ شیطانی گروہ سے ہیں اور دونوں جہاں میں سرگرداں اور پریشان رہتے ہیں''۔

(عین الفقر کلاں)

سَلٰمٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی ۔(۲۰:۴۷)

''اور سلامتی اسے جو ہدایت کی پیروی کرے''۔

تمّت

◆ ◆ ◆ ◆ ◆

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

بعض وہ احادیث جن سے

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ العزیز نے اپنی تصنیفات کو مزین فرمایا' تبرکاً پیش خدمت ہیں۔

☆ **لَوۡلَاکَ لَمَا خَلَقۡتُ اَفۡلَاکَ ۔** (حدیث قدسی)

(اے حبیب!) ''اگر تم نہ ہوتے تو ہم کائنات کو پیدا نہ کرتے''۔

ان اللّٰہ لا ینظر الیٰ صورکم ولا ینظر الی اعمالکم ولکن ینظر فی قلوبکم ونیاتکم ۔ (حدیث قدسی)

''بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا اور نہ تمہارے اعمال کی طرف توجہ کرتا ہے بلکہ وہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے''۔

☆ **يَنَامُ عَيۡنِيۡ وَلَا يَنَامُ قَلۡبِيۡ ۔**

''میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا''۔

☆ **مُوۡتُوۡا قَبۡلَ اَنۡ تَمُوۡتُوۡا ۔**

''مرنے سے پہلے مر جاؤ''۔

☆ **الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب ۔**

''موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے''۔

☆ **ان الشیطٰن لا یتمثل بی من رانی فقد رای الحق ۔**

''شیطان میری صورت نہیں بن سکتا جس نے مجھے دیکھا واقعی مجھے دیکھا''۔

☆ **کل اناء یترشح بما فیہ ۔**

''جو کچھ کسی برتن میں ہوتا ہے وہی اس سے ٹپکتا ہے''۔

☆ اتقوا عالم الجاهل قیل من العالم الجاهل یا رسول اللّٰه؟ قال عالم اللسان و جاهل القلب ۔

’’جاہل عالم سے ڈرو، (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے) استفسار کیا: جاہل عالم کون ہوتا ہے؟ فرمایا: جو زبان کا عالم ہو لیکن دل کا جاہل ہو‘‘۔

☆ عبدی تنعم بی و انس بی انا خیر لك من كل ما سوی اللّٰه (حدیث قدسی)

’’اے میرے بندے! مجھ سے نعمت طلب کر، مجھ سے ہی محبت کر، کیونکہ میں ہر ماسوی اللہ سے بڑھ کر تیرے لیے بہتر ہوں‘‘۔

☆ تفکر ساعة خیر من عبادة الثقلین ۔

’’ایک ساعت کی سوچ بچار دونوں جہاں کی عبادت سے بہتر ہے‘‘۔

☆ من عرف نفسه فقد عرف ربه من عرف نفسه بالفنآء فقد عرف ربه بالبقآء ۔

’’جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا، جس نے اپنے نفس کو فانی سمجھا اس نے اپنے پروردگار کو باقی سمجھا‘‘۔

☆ خلقت العلماء من صدری و خلقت السادات من صلبی و خلقت الفقرآء من نور اللّٰه تعالٰی ۔

’’علماء میرے سینے، سادات میری پیٹھ سے اور فقراء اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیے گئے ہیں‘‘۔

☆ خلق اللّٰه تعالٰی کل شیء من طین الارض و خلقت الفقرآء من طین الجنة ۔

’’اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کو تو زمین کی مٹی سے پیدا کیا لیکن فقراء کو جنت کی مٹی سے پیدا کیا‘‘۔

☆ من له المولٰی فله الکل ۔

''جس کا اللہ پس اس کا سب کچھ''۔

☆ الدنیا لکم والعقبی لکم مولٰی لی ۔

''دنیا اور عاقبت تمہارے لیے مجھے مولیٰ کافی ہے''۔

☆ لا فرق بین الحیوان والانسان الا بالعلم ۔

''حیوان اور انسان میں جو چیز فرق کرتی ہے وہ علم ہے''۔

☆ من اراد الدنیا فله الدنیا ومن اراد العقبی فله العقبی فمن اراد المولٰی فله الکل ۔

''جو دنیا کا ارادہ کرتا ہے اس کے لیے دنیا اور جو عقبیٰ کا ارادہ کرتا ہے اس کے لیے عقبیٰ، لیکن جو اللہ کا ارادہ کرتا ہے اسے سب کچھ مل جاتا ہے''۔

☆ اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ وَّيُحِبُّ الْجَمَالُ ۔

''بے شک اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے''۔

☆ انا عند ظن عبدی بی فلیظن ما یشآء وانا مع حین یذکر فی نفسی ذکرته فی نفسی واذا ذکرنی فی الملاء ذکرته فی الملاء خیر منهم ومن تقرب الی شرا فقد تقربت الیه ذراعا ومن تقرب الی ذراعا فقد تقربت الیه باعا ومن جآء الی یمشی جئت الیه هرولة ۔(حدیث قدسی)

''میں اپنے بندے کے گمان (خیال) کے نزدیک ہوں پس جو چاہے وہ میرا گمان کرے، جس وقت وہ مجھے یاد کرے گا میں اس کے پاس ہوں اگر وہ خفیہ اپنے دل میں مجھے یاد کرے گا تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کروں گا، اگر وہ مجھے کھلم کھلا یاد کرے گا تو میں بھی اس سے بڑھ کر اسے کھلم کھلا یاد کروں گا، جو میری طرف بالشت بھر بڑھے گا تو میں ہاتھ

بھر اس کی طرف بڑھوں گا اور جو ہاتھ بھر بڑھے گا تو میں اس سے بھی زیادہ بڑھوں گا، اگر کوئی میری طرف آہستہ چل کر آئے گا تو میں اس کی طرف بھاگ کر آؤں گا"۔

☆ **الدنیا قوس و حوادثها سهام والانسان فیها هدف ففروا الی الله حتی نجات الناس ۔**

"دنیا کمان کی مانند ہے اس کے حادثات تیر ہیں اور انسان ان کا ہدف (نشانہ) ہے پس اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگو یہاں تک کہ تم ان سے نجات حاصل کرلو"۔

☆ **الدنیا حرام علیٰ اهل العقبیٰ والعقبیٰ حرام علیٰ اهل الدنیا، الدنیا والعقبیٰ حرام علیٰ طالب المولیٰ ۔**

"دنیا حرام ہے اہلِ آخرت پر اور آخرت حرام ہے دنیا داروں پر اور دنیا و آخرت دونوں حرام ہیں طالبانِ مولیٰ پر"۔

☆ **من عرف ربه فقد قل لسانه ۔**

"جس نے اپنے رب کو پہچان لیا اس نے اپنی زبان کو چھوٹا کرلیا"۔
(یعنی لاف اور ڈینگیں مارنا چھوڑ دیں)

☆ **من عرف ربه فقد طال لسانه ۔**

"جس نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا اس کی زبان لمبی ہوگئی"۔

☆ **شیطٰن الانس اشدمن الشیطٰن الجن ۔**

"انسانی شیطان، جن شیطان سے سخت تر ہے"۔

☆ **نیت المؤمن خیر من عمله ۔**

"مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے"۔

☆ **ان اولیآئی تحت قبائی لا یعرفهم غیری ۔** (حدیث قدسی)

"بے شک میرے اولیاء میری قبا تلے ہیں ان کو میرا غیر نہیں پہچان سکتا"۔

☆ **من عرف اللّٰہ تعالٰی لم یکن له لذة مع الخلق ۔**

"جو اللہ تعالٰی کو پہچان لیتا ہے پھر خلقت کے ساتھ رہنے سے اسے لطف نہیں آتا"۔

☆ **العدل ساعة خیر من عبادة الثقلین ۔**

"گھڑی بھر کا عدل دونوں جہان کی عبادت سے بہتر ہے"۔

☆ **طالب الدنیا مخنث وطالب العقبٰی مؤنث وطالب المولٰی مذکر ۔**

"دنیا کا طالب ہیجڑا' عاقبت کا طالب مؤنث اور مولٰی کا طالب مذکر ہوتا ہے"۔

☆ **ذکر اللّٰہ تعالٰی بالغدو والعشی افضل من ضرب السیف فی سبیل اللّٰہ ۔**

"صبح و شام اللہ تعالٰی کو یاد کرنا راہِ خدا میں تلوار زنی سے بہتر ہے"۔

* * *

اہل شوق و عقیدت کے لیے بطور تبرک بعض

ابیات باھُو

ترجمہ و شرح

محمد شکیل مصطفیٰ اعوان صابری چشتی

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الف

الف اللہ چنبے دی بوٹی میرے من وچ مرشد لائی ھو
نفی اثبات دا پانی ملیس ہر رگے ہر جائی ھو
اندر بوٹی مشک مچایا جان پھلاں تے آئی ھو
جیوے مرشد کامل باھو جیں ایہہ بوٹی لائی ھو

ترجمہ: (اللہ رب العزت کی مدد و اعانت کے ساتھ) میرے مرشد کریم نے میرے دل میں چنبیلی کا ایک مہکتا ہوا پودا لگایا (جو کہ اصل میں) ''اسم اللہ ذات'' ہے۔

اس پودے کی آبیاری نفی اثبات (لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ) سے ہوئی جس نے ہر رگِ جاں کو شاداب و تر و تازہ کر دیا۔

(اسمِ الٰہی) کا یہ پودا پھلا پھولا، پھول پتی لایا، خوشبو پھیلی جس نے قلب و جاں کو مہکا دیا۔

اے باھو! میرا مرشد کامل سدا جئے، سدا سلامت رہے جس نے (میرے دل میں) (اسم اللہ کا) یہ پودا کاشت کیا ہے۔

تشریح: اس بیت میں حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس اللہ سرہ العزیز نے اسم اللہ کو چنبیلی کے پھول کے مشابہ قرار دیا ہے، جسے ان کے مرشدِ کامل نے زمین دل میں کاشت کیا ہے، چنبیلی کے پھول کی مسحور کن خوشبو نہ صرف انسان کے مشام جاں کو مہکا دیتی ہے بلکہ اردگرد کا ماحول بھی مہک اٹھتا ہے جس سے ایک نہایت

خوشگوار کیفیت پیدا ہوتی ہے اور فقرائے صادق بھی تو جس شہر، بستی اور مقام پر ہوں اسے اپنی روحانیت کی پاکیزہ خوشبو سے مہکا دیتے ہیں اور ان اللہ والوں کا روحانی فیض بھی ایسے ہی پھیلتا ہے جیسے ہوا کے دوش پر خوشبو پھیلتی ہے۔

یہ پودا نفی اثبات "لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ" کے مقدس پانی سے سیراب ہوا جو ہر رگِ جاں میں پہنچ کر (باعث پاکیزگی قلب و جاں ہوا)

اہل طریقت و تصوف کے نزدیک ماسوٰی اللہ کچھ بھی نہیں ہر جانب اسی کی ذات کے جلوے ہیں۔

اور اسمِ اللہ ذات کے اس پودے پر خوب بہار آئی، پھول کھلے، ان پر جوبن آیا اور ایسی بے مثل خوشبو پھیلی کہ جس نے ناصرف ظاہر و باطن بلکہ اطراف کو بھی مہکا دیا۔

اے باھو! میرا مرشدِ کامل جئے، جئے، دائم جئے جس نے یہ پودا میرے دل میں کاشت کر کے (مجھے عرفانِ الٰہی کے) معطر راستے پر گامزن کر کے منزلِ مقصود پر پہنچا دیا۔

* * *

الف اللہ پڑھیوں پڑھ حافظ ہویوں ناں گیا حجابوں پردا ھو
پڑھ پڑھ عالم فاضل ہویوں بھی طالب ہویوں زردا ھو
سَئے ہزار کتاباں پڑھیاں پر ظالم نفس نہ مردا ھو
باجھ فقیراں کسے نہ ماریا باھو چور اندر دا ھو

ترجمہ: (اے پرہیزگار!) تو نے اللہ اللہ کا اس قدر ورد کیا کہ اس کا حافظ ہو گیا لیکن اس کے باوجود (تیری نظروں کے سامنے سے) حجاب و پردے نہ ہٹ سکے۔

تو نے (ظاہری علوم) تو بہت پڑھ لیے اور عالم فاضل کے درجہ پر پہنچ

گیا لیکن پھر بھی زر و مال کا طلب گار رہا۔

تو نے سینکڑوں ہزاروں کتابوں کا مطالعہ (تو) کر لیا لیکن ظالم نفس (امّارہ) پھر بھی نہ مر سکا۔

اے باھو! (من کے) اندر کا چور (نفسِ امّارہ) بجز فقراء کے کوئی نہ مار سکا۔

تشریح: اس بیت میں حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ عابدوں، زاہدوں، عالموں اور پرہیزگاروں سے مخاطب ہو کر اس حقیقت کا پردہ چاک کرتے ہیں کہ بغیر عرفانِ الٰہی کے (ظاہری) عبادات کی مشقت و ریاضت بے فائدہ ہے، ظاہری علوم پر مبنی ہزاروں کتب پڑھ لینے سے نفس کو ہرگز پاکیزگی حاصل نہیں ہو سکتی، نہ تیرے اندر نور اجالا پھیل سکتا ہے کہ جس سے راہِ معرفت الٰہی پر گامزن ہونا آسان ہو جائے، تیرا نفسِ (امّارہ) تجھے ورغلاتا ہے، بھٹکاتا ہے اور مال و زر و دنیا کی رغبت دلاتا ہے اور تو اس کے فریبوں کا اسیر ہے تیرے اندر وہ قوت نہ پیدا ہو سکی کہ اس ظالم پر غالب آ سکتا، بظاہر تو بہت نیک، صالح، عبادت گزار اور پرہیزگار ہے لیکن تجھ میں وہ روحانی طاقت نہیں جو اس دل کے اندر کے چور کو مار سکے تو نے ظاہری علوم محض حصولِ جاہ و عزت اور دنیاوی فوائد کے لیے پڑھے ہیں اور اس بات سے نفس (امّارہ) خوش ہوتا ہے اور جس بات سے نفس خوش ہوتا ہے اس بات سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہوتا ہے۔

یہ نفس (امّارہ) جسم انسانی کی سلطنت کا سب سے بڑا باغی ہے اور یہی ظالم اللہ تعالیٰ کی معرفت کے حصول میں رکاوٹ ہے جس کی وجہ سے بندہ لاکھ کتابیں پڑھ کر اور عبادات کر کے بھی قربِ الٰہی کی منزل تک نہیں پہنچ پاتا اور نفس کی خواہشات پر چلتے ہوئے حرص و ہوا کے تاریک جنگلوں میں بھٹکتا رہتا ہے اور روشنی کا کچھ سراغ نہیں پاتا، ہاں! وہ اللہ والے (فقراء) ہیں جو اس ظالم چور کو اچھی طرح جانتے اور پہچانتے ہیں۔ ”مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ“ جس نے اپنے نفس (کی

حقیقت) کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

فقرائے صادق اس نفس (امّارہ) کی تباہ کاریوں سے کماحقہٗ آگاہ ہوتے ہیں اور باطنی ریاضتوں سے اس باطنی دشمن پر پے در پے ضربیں لگا کر اسے کمزور کر کے بالآخر مار ڈالتے ہیں۔

* * *

الف ایہہ دنیاں زَن حَیض پلیتی کتنی مَل مَل دھووَن ھو
دنیا کارن عالم فاضل گوشے بہہ بہہ رووَان ھو
جیندے گھر وچ بوہتی دُنیاں اوکھے گھو کر سووَن ھو
جنہاں ترک دنیا تھیں کیتی باھوؔ واہندی نکل کھلووَن ھو

ترجمہ: یہ دنیا حائضہ عورت کی طرح پلید و ناپاک ہے' چاہے اس کو جس قدر مل مل کر دھوئیں۔

مال و دولت اور دنیاوی عزت وعظمت کی خاطر (کئی) عالم فاضل (بھی) عبادت و ریاضت کے لیے گوشہ نشینی اختیار کر کے آنسو بہاتے ہیں۔

جن لوگوں کے پاس دنیاوی مال و دولت بہت زیادہ ہے وہ بھی (راتوں کو پرسکون گہری) نیند نہیں سو پاتے۔

اے باھو! جن (عارفانِ حق) نے دنیا کو ترک کیا' وہی اس (دریائے دنیا) سے سلامت دوسرے کنارے جا اترے۔

تشریح: حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں: یہ دنیا حائضہ عورت کی طرح پلید و ناپاک ہے' اسے جس قدر چاہے مل مل کر دھوئیں یہ ناپاک ہی رہے گی' چونکہ حیض ایک گندی اور نجس چیز ہے' اس لیے اہل اللہ اس نجاست (دنیا) سے متنفر ہوتے ہیں' جبکہ اہلِ دنیا' حرص و ہوا کے بندوں کے لیے اس میں بڑی خوب صو
اور کشش ہے حتیٰ کہ حصولِ مال و دولت اور دنیاوی عزت وعظمت و منصب کی خاطر

کئی عالم فاضل بھی گوشہ نشینی اختیار کر کے دنیاوی عز و جاہ وسیم و زر کے حصول کی چاہت میں وِرد و وظائف اور چلّہ کشی کرتے اور رو رو کر دعائیں مانگتے ہیں۔

اس حقیقت سے بھی کسی کو انکار نہیں کہ ایسے صاحبِ ثروت اور مال دار لوگ جن کے پاس وافر دولت ہے وہ اس کی حفاظت کے لیے سرگرداں، اس کے کم ہو جانے کے خوف سے پریشاں، اس کے کھو جانے کی فکر میں رنجیدہ رہتے ہیں اور اسی پریشانی میں راتوں کو پرسکون اور گہری نیند سے محروم رہتے ہیں، سو نہیں پاتے۔

اے باھو! جنہوں نے اس مردار دنیا کے مکروہ چہرے کو دیکھ لیا، اس کی اصل حقیقت کو جان لیا انہوں نے اس دنیا سے کنارہ کشی اختیار کی، اس کی دل کشیوں، اس کے نظر نواز نظاروں کو مچھر کے پَر کے برابر بھی اہمیت نہ دی اور یہ دنیا جو ایک بہتے ہوئے دریا کی مانند ہے اس کے پار دوسرے کنارے سلامت جا اترے اور یہی لوگ عارفانِ حق ہیں یہی فقرائے صادق ہیں۔

* * *

الف ادھی لعنت دنیاں تائیں تے ساری دنیا داراں ھو
جنیں راہ صاحب دے خرچ نہ کیتی لین غضب دیاں ماراں ھو
پیؤواں کولوں پتر کوہاوے بھٹھ دنیاں مکاراں ھو
جنہاں ترک دنیاں دی کیتی باھو لیسن باغ بہاراں ھو

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی آدھی لعنت دنیا پر اور ساری لعنت دنیاداروں پر ہے۔
جن لوگوں نے اپنا مال و جان اللہ و رسول کی رضا و خوشنودی کی خاطر خرچ نہ کیا وہ دونوں جہان میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور غضب کے مستحق ہیں۔
اس دنیا کی محبت اور مال و زر کی ہوس باپ سے بیٹوں کو قتل کرا دیتی ہے، اے مکار دنیا! اللہ کرے تو آگ میں جلے۔
اے باھو! جن (اللہ والوں) نے اس دنیا سے کنارا کر لیا وہ (ان شاء اللہ)

جنت کے باغوں میں ابدی راحت پائیں گے۔

تشریح: حدیث شریف ہے:

الدنیا جیفة وطالبها کلاب ۔

"دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتے"۔

اس بیت میں حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے اس دنیا اور دنیاداروں پر صاف الفاظ میں لعنت بھیجی ہے کہ اللہ رب العزت کی آدھی لعنت اس دنیا پر ہو' یہ مکروہ دنیا جو چہرے بدل بدل کر انسان کو اپنے جال میں پھنساتی ہے' کبھی اسے اپنے ظاہری حسن و جمال سے' کبھی اپنی دلنواز اداؤں سے لبھاتی ہے اور بندے کو اپنے دامِ الفت میں پھنسا کر اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل اور نیک اعمال سے دور کر دیتی ہے اور ساری کی ساری لعنت ان دنیا داروں پر' جو اس بظاہر خوبصورت اور حقیقۃً کریہہ صورت دنیا کے دامِ فریب میں آ کر اپنے خالق و مالک حقیقی سے منہ موڑ لیتے ہیں اور اپنی خواہشات ہی کو اپنا خدا بنا کر غافلوں اور نافرمانوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔

حضور غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

> "دنیا' اس کی خوبصورتی' اس کی خواہشات اچھی اور بُری صورتوں میں میرے سامنے آتی تھیں' پھر میں ان پر غضب ناک ہوتا تب وہ چلی جاتی تھیں"۔ (بہجۃ الاسرار)

حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بعض تارکین دنیا کا کہنا ہے: نیک عمل کرنے میں جلدی کرتے رہو' اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو' جھوٹی امیدوں میں نہ پڑو' موت کو نہ بھولو اور دنیا سے بے رغبت ہو جاؤ کیونکہ یہ دھوکہ اور فریب ہے' جس نے دھوکہ دے کر راہِ خدا سے دور کر دیا اس کی جھوٹی امیدوں نے تمہیں آزمائش میں ڈال دیا اور یہ تمہارے سامنے انتہائی حسین شکل میں بے پردہ دلہن بن کر آتی ہے' آنکھیں اسے دیکھتی ہیں' دل اس پر قربان ہیں

اور روحیں اس کی دیوانی ہیں مگر اس نے کتنے عاشقوں کو قتل کر دیا اور اپنے پروانوں کو ذلت ورسوائی کے گڑھوں میں دھکیل دیا ہے، تم اسے حقیقت شناس آنکھ سے دیکھو تو معلوم ہوگا یہ مصائب کا گھر ہے اس کے خالق نے بھی اس کی مذمت کی ہے، اس کا ہر نیا، پرانا ہو جاتا ہے، اس کی سلطنت ختم ہو جاتی ہے، اس کا معزز، ذلیل ہو جاتا ہے، اس کی کثرت، قلت میں تبدیل ہو جاتی ہے، اس کی محبت، فنا ہو جاتی ہے، اس کی بھلائی گزر جاتی ہے۔

اللہ تم پر رحمت کرے، غفلت سے جاگو، اس کی میٹھی نیند سے بیدار ہو جاؤ، قبل اس کے کہ کہا جائے: فلاں بیمار ہے یا اسے جان کے لالے پڑے ہیں، کوئی ایسی دوا یا ایسا طبیب ہے جو اسے شفا دے، پھر طبیب بلایا جائے اور وہ تیری زندگی کے بارے میں ناامیدی کا اظہار کرے، پھر کہا جائے کہ فلاں نے اپنی دولت کا حساب لگا کر وصیت کر دی ہے، پھر کہا جائے: اس کی زبان بند ہوگئی اور وہ اپنے عزیزوں سے بات نہیں کر سکتا اور ہمسائیوں کو نہیں پہچان سکتا، اس وقت تیری پیشانی پر پسینے کے قطرے اُبھر آئیں، تیری آہ و بکا سنائی دے، موت پر تیرا یقین پختہ ہو جائے، تیری نگاہ ٹکٹکی باندھ کے دیکھنے لگے، تیرے اندیشے سچ ثابت ہوں، تیری زبان گنگ ہو جائے، تیرے عزیز رونے لگیں اور تجھ سے کہا جائے: یہ تیرا فلاں بیٹا ہے، یہ تیرا فلاں بھائی ہے مگر تو ان سے گفتگو نہ کر سکے، تیری زبان پر خاموشی کی مہر لگ جائے تو اسے ہلا نہ سکے، پھر تجھ پر موت طاری ہو، تیرے تمام اعضاء سے روح نکالی جائے اور اسے آسمان کی طرف لے جایا جائے اس وقت تیرے بھائی تیرے پاس جمع ہو جائیں، تیرے لیے کفن لایا جائے پھر تجھے نہلا کر کفن پہنایا جائے، تیری تمام امیدیں ختم ہو جائیں اور تیرے دشمن سکون کا سانس لیں، تیرے اہل خانہ تیرے مال کی طرف متوجہ ہوں اور تو اپنے اعمال کی سزا پانے کے لیے اکیلا رہ جائے"۔

(مکاشفۃ القلوب)

اس بے ثبات دنیا کے محبت' مال و دولت کی چاہ میں اس قدر آگے نکل جاتے ہیں کہ وہ اپنے مال و جان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی کے لیے خرچ نہیں کرتے' صدقات تو ایک طرف وہ معینہ زکوٰۃ بھی ادا نہیں کرتے مبادا مال کم ہو جائے' نہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلتے ہیں کہ جان انہیں بہت عزیز ہوتی ہے' ایسے لوگ دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق ہیں۔

اس دنیا کی ظاہری دل کشی و رعنائی کا بھرم زیادہ تر دولت کی وجہ (گو اس کی اور بھی بہت جہتیں ہیں) سے ہے کہ انسان اعلیٰ معیارِ زندگی کے حصول کی آرزو میں اکثر درجۂ انسانیت کے بلند مقام کی بجائے ذلت و رسوائی کی پستیوں کو قبول کر لیتا ہے حتیٰ کہ زر و مال و اقتدار کی ہوس و طمع میں اپنے حقیقی بیٹوں تک کو قتل کر ڈالتا ہے' تو آگ لگے ایسی مکار دنیا کو اور ہلاک و برباد ہو۔

اے باھو! بے شک جن مردانِ حق نے اس دنیا کی راحتوں اور آسائشوں کو پاؤں کی ٹھوکر پر رکھا' اسے ترک کیا' اس سے علیحدگی اختیار کی اور حق کو قبول کیا یعنی حق تعالیٰ کے ہو گئے تو حق تعالیٰ بھی ان کا ہو گیا' دنیا ان کی نظروں میں مردار سے بھی زیادہ بے وقعت ہے اور یہی لوگ بالآخر جنت کے مہکتے باغوں میں ہمیشہ ہنسی خوشی رہیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

مرا ز پیرِ طریقت نصیحتے یاد است
کہ غیر یاد خدا ہر چہ ہست برباد است

"مجھے پیر طریقت کی یہ نصیحت یاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد کے علاوہ جو کچھ بھی ہے ضائع اور برباد ہو جانے والا ہے"۔

* * *

الف ایمان سلامت ہر کوئی منگے عشق سلامت کوئی ھو
منگن ایمان شرماون عشقوں، دل نوں غیرت ہوئی ھو
جس منزل نوں عشق پہنچاوے، ایمان نوں خبر نہ کوئی ھو
میرا عشق سلامت رکھیں باھوؔ ایمانوں دیاں دھروئی ھو

ترجمہ: سب لوگ ایمان کی سلامتی تو مانگتے ہیں لیکن عشق کی سلامتی کوئی کوئی طلب کرتا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ سے فقط ایمان کے طلبگار ہوتے ہیں لیکن اس کی بے پایاں (شدید) محبت مانگتے ہوئے شرماتے ہیں۔

عشق (الٰہی) جس منزل (قربِ الٰہی) تک پہنچا دیتا ہے ایمان کو اس کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔

اے باھو! اس عشق الٰہی کو سلامت رکھنا، اے اللہ! اس عشق کو قائم و دائم رکھنا ایمان کے صدقہ و وسیلہ سے۔

تشریح: ہر صاحبِ ایمان اللہ تعالیٰ سے ایمان کی سلامتی کا آرزومند ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ سلامتیٔ ایمان کے لیے کم یا زیادہ سعی و عمل بھی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے تادمِ واپسیں خیر و عافیتِ ایمان کا طلبگار و خواستگار رہتا ہے لیکن بہت کم لوگ ہیں جو عشق اور سلامتی عشق کے طالب ہیں یقیناً صاحبِ ایمان کی منزل جنت ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ اہلِ ایمان جنت میں ضرور جائیں گے لیکن عشق، یعنی عشق حقیقی کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ سے بے پایاں اور شدید ترین محبت، ایسی محبت جس میں بندے اور معبودِ حقیقی (اللہ) کے درمیان کوئی حجاب و پردا نہ ہو سارے حجاب اُٹھ جائیں، تمام پردے ہٹ جائیں تا آنکہ عشق الٰہی بندے کو قربِ الٰہی کے اس مقام پر پہنچا دے جہاں "حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّاٰتُ الْمُقَرَّبِیْنَ" کی صورت ہو جائے، ایمان کی حدیں

ہو سکتی ہیں لیکن عشق لامحدود ہے یہ وہ بحر ہے جس کا کوئی کنارا نہیں یہ کہاں سے شروع ہوتا ہے اور کہاں ختم ہوتا ہے، کون جانے؟

اے اللہ! اے کریم! یہ باھوؒ تیری رحمت و رأفت، تیری کرم نوازی سے صاحبِ عشق ہے کہ ایمان تو اسی عشق کے اندر موجود ہے، ہر صاحبِ عشق، صاحبِ ایمان ہے لیکن ہر صاحبِ ایمان، صاحبِ عشق نہیں۔

راہِ عشق (الٰہی) کے مرحلے طے کرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں، یہ عارف باللہ، فنا فی اللہ، بقا باللہ کی منزلیں ہیں جس کے بعد دیدار و لقائے ربِ کریم ہے اور یہی مقصود و مطلوبِ عاشق (الٰہی) ہے۔

عاشق تو آتشِ نمرود میں بے خطر کود پڑتے ہیں، ہنستے مسکراتے کھال کھنچوا لیتے ہیں، رقص کرتے ہوئے سولی پر چڑھ جاتے ہیں اور یہی عشق ہے جو عاشقوں کو اس منزلِ (قربِ الٰہی) پر پہنچا دیتا ہے جس کی ایمان کو کچھ خبر نہیں ہوتی کہ ایمان اگر ایک قطرہ ہے تو عشق بے کنار سمندر ہے، ایمان اگر ذرّہ ہے تو عشق لامحدود صحرا ہے۔

◆

الف ایہہ تن میرا چشماں ہووے تے میں مرشد ویکھ نہ رجّاں ہو
لُوں لُوں دے مُڈھ لکھ لکھ چشماں ہِک کھولاں ہِک کجّاں ہو
اِتنیاں ڈِٹھیاں صبر نہ آوے ہور کِتے وَل بھجّاں ہو
مرشد دا دیدار ہے باھو مینوں لکھ کروڑاں حجّاں ہو

ترجمہ: اگر میرا یہ تمام بدن آنکھ بھی ہو جائے تو بھی میں اپنے مرشد کے دیدار سے کبھی مستغنی نہ ہوں۔

میرے بدن کے ہر ہر بال کی جڑ میں لاکھ لاکھ آنکھیں ہوں تو میں ایک بند کروں اور ایک کھولوں (تاکہ دیدارِ مرشد کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے)

اس قدر دیدار کے باوجود دل کو صبر و قرار نہیں اب اور کس کی طرف

بھاگوں۔

اے باھو! مجھے اپنے مرشد کامل کا دیدار لاکھوں کروڑوں حجوں کے جیسا ہے۔

تشریح: اس بیت میں حضرت سلطان باھو قدس سرہٗ اپنے مرشد کامل کی بے پناہ اور شدید محبت کے سمندر میں اس طرح ڈوبے ہوئے نظر آتے ہیں جہاں اپنے کامل مرشد کے سوا دنیا کی کسی بھی شے کی طرف دیکھنا انہیں ہرگز پسند نہیں۔

سبحان اللہ! کیا جذبۂ دیدارِ مرشد ہے کیا عظیم خواہش ہے کہ:

کبھی ایسا ہو کہ میرا یہ تمام بدن آنکھیں بن جائے تو میں اپنے مرشد کامل ہی کا جلوہ دیکھتا رہوں، یہ آرزوئے دیدار کبھی کم نہ ہو بلکہ اشتیاقِ نظارہ بڑھتا رہے، بڑھتا ہی رہے، لذتِ دیدار سے آنکھیں ٹھنڈی ہوتی رہیں اور اس عملِ مسلسل سے دل نہ کبھی اکتائے نہ بھرے، اس میں شیخ کامل سے ارادت و محبت اور راہِ طریقت کی اہمیت و فضیلت واضح ہے۔

فرماتے ہیں کہ میرے بدن کے ہر ہر بال کی جڑ میں لاکھ لاکھ آنکھیں ہوں تو میں اپنے مُرشدِ کامل کا مسلسل دیدار کرتا رہوں کہ ایک آنکھ کھولوں اور ایک آنکھ بند کروں کہ جلوۂ مرشد ایک لمحہ کے لیے بھی نظر سے اوجھل نہ ہو اور دیدارِ مرشدِ کامل کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

یہ انتہائے شوقِ دیدار ہے، مرشد کامل سے محبت و عقیدت کا اعلیٰ ترین جذبہ ہے کہ نظر اٹھاؤں تو دیدارِ مرشد ہو، نظر جھکاؤں تو دیدارِ مرشد ہو۔

اے باھو! مرشد کامل کا دیدار میرے لیے لاکھوں کروڑوں حجوں کے اجر و ثواب جیسا ہے یہ مرشد ہی کا فیض ہے کہ تجلیاتِ الٰہی میں گم ہو جاتا ہوں۔

مرشد کامل جو کہ رہبر و رہنما ہوتا ہے اس کی اہمیت واضح ہو رہی ہے اور مرشد سے محبت و عقیدت کا درس بھی مل رہا ہے کیونکہ کامل مرشد ہی طالب و مرید کو

اندھیروں سے اجالوں' خارزاروں سے گل زاروں' ریگ زاروں سے چمن زاروں کی طرف لے جاتا ہے۔

صادق طالب و مرید اپنے شیخ کی محبت میں اس قدر سرشار ہوتا ہے کہ اس کی نظر کسی اور کو دیکھتی ہی نہیں ماسوائے اپنے شیخ کے۔

* * *

الف ایہہ تن ربّ سچے دا حجرہ وچ پا فقیرا جھاتی ھو
ناں کر منت خواج خضر دی تیرے اندر آب حیاتی ھو
شوق دا دیوابال ہنیرے متاں لبھی وست کھڑاتی ھو
مرن تھیں اگے مر رہے باھو جہناں حق دی رمز پچھاتی ھو

ترجمہ: اے فقیر! ذرا تو اپنے (دل کے) اندر تو دیکھ تیرا یہ جسم حق تعالیٰ کا گھر ہے۔

تو خواجہ خضر علیہ السلام کا (آب حیات کے حصول کے لیے) زیر احسان کیوں ہوتا ہے تیرے تو اپنے اندر (چشمۂ) آب حیات موجود ہے۔

(دل کے) اندھیروں میں (محبت و) شوق (الٰہی) کا چراغ جلا (ممکن ہے) تجھے وہ کھوئی ہوئی شے مل جائے (جس کی طلب ہے)

وہ (فقرائے صادق) تو موت سے پہلے ہی مر گئے جنہوں نے حق کے بھید (سرِّ الٰہی) کو پہچان لیا' جان لیا۔

تشریح: اس بیت میں حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے فقیر صادق! تیرا یہ تن بدن تو "بیت اللہ" ہے' اس میں تو رب تعالیٰ رہتا ہے کبھی تو دل کے اندر تو نظر ڈال' دیکھ تو سہی کہ

"اللہ تعالیٰ کی سمائی کہیں ممکن نہیں لیکن بندۂ مومن کے دل میں سما جاتا ہے"۔

تو آب حیات حاصل کرنے کے لیے خواجہ خضر علیہ السلام کی منتیں کیوں کرتا

ہے، کیوں ان کا منت کش ہوتا ہے، اندھیرے میں چراغِ شوق جلا، اپنے من میں دیکھ، تیرا مطلوب و مقصود وہ چشمۂ آب حیات تو تیرے اپنے اندر موجود ہے، تجھے جس کی آرزو و جستجو ہے وہ کنزِ بے بہا تو تیرے وجود کے اندر ہی ہے۔

اے باھو! وہ فقرائے صادق، اپنی ہستی کی نفی کرنے والے تو موت سے پہلے ہی مر جاتے ہیں (مُوۡتُوۡا قَبۡلَ اَنۡ تَمُوۡتُوۡا) جو سرِّ حق کو پا لیتے ہیں جو حق کے بھیدوں کے شناسا ہو جاتے ہیں، حق کی رمزیں پہچان لیتے ہیں، جان لیتے ہیں اور فنا کی راہوں سے گزر کر بقا کی منزل پا لیتے ہیں۔

* * *

ب بغداد شہر دی کیا نشانی اُچیاں لمیاں چیراں ھو
تن من میرا پرزے پرزے جیوں درزی دیاں لیراں ھو
اینہاں لیراں دی گل کفنی پا کے رلساں سنگ فقیراں ھو
بغداد شہر دے ٹکڑے منگساں باھو کرساں میراں میراں ھو

ترجمہ: میرے پاس بغداد شہر کی یہ ہی نشانی ہے کہ (میرے دل میں ہجر کے) گہرے گھاؤ ہیں۔

میرا جسم اور دل بھی ہجر و فراق کے کارن درزی کے کٹے ہوئے کپڑے کی مثل ریزہ ریزہ ہے۔

چاہت و جدائی میں دھجی دھجی ان جسم و دل (و جان) کی کفنی بنا کر گلے میں پہنوں اور فقیروں کی سنگت اختیار کروں۔

(یہ حال بنا کر) بغداد شہر کے کوچہ و بازار میں گدائی کرتے ہوئے "میراں میراں" کی صدا لگاؤں۔

تشریح: حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہ، حضور غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے سلک تصوف و طریقت کا ایک انمول موتی ہیں، لہٰذا

حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے ارادت و محبت و عقیدت ہونا ایک فطری سی بات ہے لیکن یہاں کیفیت عمومی نہیں بلکہ حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کو جناب غوث پاک رضی اللہ عنہ سے بے پناہ اور شدید محبت و الفت ہے کہ جسے اَٹوٹ محبت کہیں۔

حضرت غوث الثقلین، غوث الاعظم کا مقام و مرتبہ اہل نظر سے مخفی نہیں آپ رضی اللہ عنہ کی عظمت و فضیلت اور روحانیت کبریٰ کے حوالہ سے ایک حیرت انگیز واقعہ پیش خدمت ہے:

> ''اس واقعہ کے راوی حضرت شیخ ابوالحسن علی بن الہیتی رضی اللہ عنہ ہیں، وہ بیان کرتے ہیں: ایک دن حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے، میں اور شیخ بقا بن بطو بھی آپ کے ہمراہ تھے، جیسے ہی سیدنا غوث پاک روضۂ پاک کے اندر داخل ہوئے، حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک شق ہو گئی اور وہ زندوں کی طرح باہر تشریف لائے اور غوث الثقلین کو اپنے سینے سے لگایا اور انہیں خلعت فاخرہ پہنایا اور ارشاد فرمایا کہ ''علم شریعت اور طریقت میں ہم آپ کے محتاج ہیں''۔

(بہجۃ الاسرار)

حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہٗ نے خصوصیت سے حضرت غوث پاک قدس اللہ سرہٗ کے شہر بغداد شریف کا ذکر فرمایا ہے کہ اسی شہر بابرکت میں وہ ہستیِ پاک و کامل ہے جن کے ہجر و فراق کے گھاؤ میرے دل پر لگے ہیں کہ وہ محبوبِ رعنا اسی شہر حسین میں جلوہ افروز ہیں (گو ظاہر بینوں کی آنکھ نہ بھی دیکھ پائے تو کیا) یہی وہ شہر بغداد ہے جس میں میرے درد کا درماں، میرے غم کا چارہ ہے، اسی شہر میں وہ مقصودِ دل و جان و ایمان ہے، جس کی جدائی کے کارن میرا یہ جسم اور دل درزی کے کٹے ہوئے کپڑوں کے پرزوں کی شکل ہے، اب تو اپنے محبوب (غوث الاعظم) کی چاہت

اور جدائی میں انہی چیتھڑوں کی کفنی بنا کر اپنے گلے میں پہنوں اور شہرِ محبوب بغداد شریف کی گلیوں میں بھیک مانگنے والے فقیروں کے سنگ مل کر ''میراں میراں'' کی صدائیں لگاتے ہوئے دیدار کی بھیک مانگوں۔

◆

ب بسم اللہ اسم اللہ دا ایہہ بھی گہناں بھارا ھو
نال شفاعت سرورِ عالم چھٹسی عالم سارا ھو
حدوں بے حد درود نبی نوں جیندا ایڈ پسارا ھو
میں قربان تنہاں توں باھو جنہاں ملیا نبی سوہارا ھو

ترجمہ: بسم اللہ (بھی) اللہ (رحمٰن و رحیم) کا اسم اعظم ہے اور یہ (مؤمن کے لیے) بہت قیمتی زیور ہے۔

حضور شہنشاہِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہی سے سب (اہل ایمان) کی خلاصی (بخشش) ہو گی۔

بے حد و حساب درود (و سلام) ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر جنہیں اللہ (قادر و قدیر) نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

اے باھو! میں ان عارفین، کاملین اور صادقین کے قربان جاؤں جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری کا شرف حاصل ہو۔

تشریح: ''بسم اللہ'' اللہ تعالیٰ کے مبارک ناموں میں سے ایک نام ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

''حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ '' کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اس کے اور اللہ تعالیٰ کے اسم

اکبر کے درمیان آنکھ کی سیاہی اور سفیدی ہی اتنا فاصلہ ہے''۔

(فضائل قرآن ص ۱۴۶ بحوالہ کنز العمال ج۱ بحوالہ الجامع از خطیب ابن نجار و درمنثور ج۱ تفسیر ابوحاتم مستدرک حاکم شعب الایمان بیہقی فضائل ابوذر ہروی و تاریخ بغدادی)

''مروی ہے کہ فرعون نے اپنے دعویٰ الٰہیت سے پہلے ایک محل بنایا تھا اور اس کے باہری دروازہ پر ''بِسْمِ اللّٰهِ'' لکھنے کا حکم دیا تھا پھر جب اس نے الٰہیت کا دعویٰ کیا اور اس کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اللہ واحد پر ایمان لانے کی دعوت دی لیکن آپ علیہ السلام نے اُس میں ہدایت و اصلاح کا اثر نہ دیکھ کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کی:

الٰہی! میں بار بار اس کو تیری طرف بلاتا ہوں اور اس میں مجھے کوئی بھلائی نظر نہیں آتی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے موسیٰ! شاید تم اسے ہلاک کر دینا چاہتے ہو تم اس کے کفر کو دیکھ رہے ہو اور میں اپنا نام دیکھ رہا ہوں جو اس نے اپنے دروازہ پر لکھ رکھا ہے۔

(تفسیر کبیر از امام رازی رحمۃ اللہ علیہ)

''حضرت نوح علیہ السلام جب کشتی پر سوار ہوئے اس وقت انہوں نے ''بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِهَا وَمُرْسٰهَا'' پڑھا اور ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' کے نصف حصہ صرف ''بِسْمِ اللّٰهِ'' کی برکت سے انہیں نجات ملی''۔ (ایضاً)

''عمرہ فرغانیہ جو ایک بہت بڑی صوفیہ تھیں ان سے پوچھا گیا: اس میں کیا حکمت ہے کہ جنبی اور حائضہ کو قرآن پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اور ''بِسْمِ اللّٰهِ'' پڑھنے کی اجازت ہے؟

انہوں نے فرمایا: اس لیے کہ ''بِسْمِ اللّٰهِ'' نامِ حبیب کا ذکر ہے اور حبیب کو حبیب سے منع نہیں کیا جاتا''۔ (فضائل قرآن بحوالہ ایضاً)

اہل تفسیر فرماتے ہیں کہ جس نے اسم اللہ (اللّٰھم) زبان سے ادا کیا اس نے اللہ رب العزت کے تمام صفاتی ناموں کی برکت حاصل کر لی۔

حضرت غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”عارف کی ”بسم اللہ“ اللہ عزوجل کے ”کُنْ“ کی طرح ہے“۔ (بہجۃ الاسرار)

بے شک حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہٗ کا فرمان حق ہے کہ بسم اللہ اسم اللہ ہے۔ اس اسمِ اعظم کے فیوض و برکات بے بہا اور اَن گنت ہیں، حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ ذی شان ہے:

”ہر دعا سے پہلے بسم اللہ پڑھی جائے تو دعا قبول ہوتی ہے“۔

اور بسم اللہ نہایت قیمتی زیور ہے جو اہلِ ایمان کے حسن ایمان میں اضافہ کا باعث ہے۔

حضرت سلطان باھو فرماتے ہیں:

آنچہ خوانی از اسم اللہ بخواں
اسم اللہ باتو ماند جاوداں

”اللہ تعالیٰ کا اسم مبارکہ ہمیشہ تیرے ساتھ رہے گا (اس لیے) جو کچھ تو پڑھنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کے (اسم) نام سے پڑھ“۔

حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ اسم اللہ کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں کہ تمام جہان (مراد اہل ایمان ہیں) حضور نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہی سے نجات پائے گا یعنی صرف عقیدۂ توحید باعثِ مغفرت نہیں۔

ممکن ہے اپنی عبادت پر متکبر بعض عابدوں، زاہدوں، اپنے تئیں متقی و پرہیزگار سمجھنے والوں کا گمان یہ ہو کہ وہ محض اپنے نیک اعمال کی بناء پر مغفرت پا جائیں گے لیکن کون یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس کے بظاہر نیک اعمال کی حقیقت کیا ہے؟ اور کون یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس کے اعمال بارگاہِ رب العزت میں قبول کر لیے جائیں گے،

کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال قبول کرنے کی بجائے ان کے مونہوں پر دے مارے (معاذ اللہ)

آج ہم دیکھتے ہیں کہ ایسے لوگ موجود ہیں جو صرف عقیدۂ توحید ہی پر زور دیتے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے نہ صرف منکر ہیں بلکہ آپ علیہ السلام کے متعلق انتہائی توہین آمیز اور گستاخانہ عقائد رکھتے ہیں، یہ لوگ قرآن پاک میں آیاتِ شفاعت اور احادیثِ شفاعت کے بھی منکر ہیں جب کہ حقیقت یہی ہے کہ تمام صاحبِ ایمان نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہی سے نجات پائیں گے (انشاء اللہ) اور جو آپ کے شفیع ہونے کا انکار کرے وہی ظالم و شقی ہے۔

> "روزِ محشر سب اوّلین و آخرین تلاشِ شفیع میں ہوں گے اور ہر دروازہ پر یہی آواز سنیں گے: "اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِىْ" شفاعت کے لیے کسی اور کے پاس جاؤ" آخر میں لوگ شفاعت کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے وہ بھی اپنی بے بسی ظاہر کریں گے کہ آج مجھے تو طاقت لب کشائی نہیں، لیکن تمہیں ایک بارگاہِ مقدس کی خبر دیتا ہوں جہاں حاضر ہونے والا کبھی محروم نہیں رہتا اور وہ حبیبِ خدا، رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ ہے، چنانچہ سب کے سب بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں گے۔
>
> اس وقت رسول اکرم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم "مقامِ محمود" کے منصب رفیع پر متمکن ہو کر "اَنَا لَهَا اَنَا لَهَا" (شفاعت کے لیے میں ہوں) کا مژدہ سنائیں گے، عرشِ عظیم کے قریب پہنچ کر درگاہِ ایزدی میں حمد و ثناء کریں گے اور سجدہ ریز ہوں گے، اُدھر سے ندا آئے گی: "يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ" (اے پیکرِ خوبی و زیبائی!) اپنا سر اقدس اُٹھاؤ، عرض کرو

تمہاری کی بات سنی جائے گی، تم سوال کرتے جاؤ ہم عطاء کرتے جائیں گے، تم گناہگاروں کی شفاعت کرتے جاؤ، ہم قبول کرتے جائیں گے۔

ٹوٹ جائیں گے گنہگاروں کے فوراً قید و بند
حشر کو کھل جائے گی طاقت رسول اللہ کی

(شفاعتِ مصطفٰے اور مقامِ محمود)

"حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزِ قیامت سب لوگ اکٹھے ہوں گے: "فاکون انا وامتی علی تل" "تو میں اور میری امت ایک ٹیلے (مقامِ رفیع) پر ہوں گے اور میرا رب مجھے سبز حُلّہ پہنائے گا پھر مجھے اذنِ "شفاعت" مل جائے گا پھر اللہ تبارک وتعالیٰ جو چاہے گا میں بارگاہِ رب العزت میں عرض کروں گا، پس یہی مقام، مقامِ محمود ہے"۔

(شفاعتِ مصطفٰے اور مقامِ محمود بحوالہ تفسیر مظہری، الشفاء)

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انی لاشفع یوم القیامة لاکثر مما علٰی وجه الارض من حجر وشجر۔

"میں روزِ قیامت زمین کے پتھروں اور درختوں سے بھی زیادہ انسانوں کی شفاعت کروں گا"۔

(شفاعتِ مصطفٰے اور مقامِ محمود بحوالہ کنز العمال، سیرۃ حلبیہ، احیاء علوم الدین، جامع صغیر)

علمائے حق نے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شفیع محشر ہونے پر بہت کچھ ارقام فرمایا ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کی فضیلت و اہمیت پر بھی بے شمار کتب تصنیف فرمائی ہیں، حکم باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا

عَلَيۡهِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا ۝ (الاحزاب: ۵۶)

''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر، اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو''۔

حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ، حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں ہدیۂ درود (وسلام) پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''حدوں بے حد درود نبی نوں'' یعنی جنابِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر درود پاک (مراد درود وسلام ہے دونوں ہی ہوں جبھی حکم الٰہی کی مکمل تعمیل ہوتی ہے) کی ایسی کثرت کہ بے عدد وان گنت ہو۔

بے شک یہ امتِ گناہگار کے غم خوار و یار و مددگار نبی کا حق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا صفات پر بے حد و بے حساب درود وسلام بھیجا جائے۔

حضرت امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے:

''اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِىِّ '' میں آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور شرف کا اظہار فرمایا گیا ہے اور آپ کی رفعتِ شان کا بیان ہے: ''يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا'' اے ایمان والو! تم بھی اس بات کی کوشش کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کی برتری کو بیان کیا جائے، تمہارے لیے یہ بات زیادہ بہتر ہے اور کہو: ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ (وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا) '' اور کہو ''اَلسَّلَامُ عَلَيۡكَ اَيُّهَا النَّبِىُّ '' پھر کہا: ان احکام پر عمل کرو اور فرمانبردار بن جاؤ، یہ آیت فی الجملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر صلوٰۃ وسلام کے وجوب پر دلالت کرتی ہے چنانچہ جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ پاک لیا جائے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ والا صفات پر درود پاک پڑھنا واجب ہو جاتا ہے۔

(افضل الصلوات علیٰ سید السادات)

درود وسلام کے فضائل و برکات اس قدر ہیں کہ انہیں احاطۂ تحریر میں لانا انتہائی

کٹھن و دشوار ہے، درود و سلام کی فضیلت پر جہاں حکم ربانی موجود ہے، وہاں کثیر احادیث بھی شاہد عادل ہیں اور بزرگوں کی اس موضوع پر متعدد تصانیف و فرمودات ہیں، درود و سلام بھیجنے کی سعادت کا نصیب ہونا بندے کے لیے بہت بڑی خوش قسمتی ہے ورنہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب اور اس کے فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے رہتے ہیں اور بھیجتے رہیں گے اور اس عملِ خیر میں شامل ہونے کے لیے ایمان والوں کو حکم دینا اہلِ ایمان کے لیے باعث حصولِ رحمت و نجات ہے۔

> ”غوث الزمان، بحر العرفان سیدنا شیخ عبد العزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ سخاوی اور انہوں نے علامہ فاکہانی رحمۃ اللہ علیہما سے نقل کیا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ آپ کی خصوصیات میں سے ہے، دوسرے انبیاء کو یہ بات حاصل نہیں جہاں تک علم کا تعلق ہے قرآن پاک اور دوسری کتابوں میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے پیغمبر کے لیے موجود نہیں یہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے جس کے ساتھ انبیاء میں سے اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کو مختص کیا ہے“۔

> ”ابو عثمان الواعظ، امام سہل بن محمد بن سلیمان (رحمۃ اللہ علیہم) سے بیان کرتے ہیں کہ شرف جس کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ”اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ“ (الآیہ) کے ساتھ مشرف فرمایا، حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں کے انہیں سجدہ کرنے کے حکم سے زیادہ اہم اور جامع ہے کیونکہ یہ جائز نہیں کہ اس شرف میں اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ساتھ شریک ہو، دوسری طرف خود اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجنے اور درود پڑھنے میں شریکِ ملائکہ ہوئی پھر آپ پر فرشتوں کے صلوٰۃ پڑھنے کی خبر دی ہے“

وہ شرف جو اللہ تبارک و تعالیٰ سے صادر ہو، وہ اُس شرف سے زیادہ بلیغ ہے جس کے ساتھ صرف ملائکہ مختص ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ نہ ہو"۔ (افضل الصلوات علی سید السادات)

اس کائنات کی وسعتوں کا شمار کرنا کسی بھی انسان کے لیے ممکن نہیں اس کے متعلق اللہ و رسولہ اعلم!

حدیث قدسی ہے: "لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ اَفْلَاکَ" اے حبیب! اگر تم نہ ہوتے تو میں کائنات کو پیدا ہی نہ کرتا"۔

پس حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کی خاطر کائنات تخلیق کی "عالمین" یعنی اٹھارہ ہزار عالم کو وجود بخشا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کے لیے سراپا رحمت بنایا، آپ کے دامنِ رحمت کی وسعت کی انتہاء کیا ہے؟ کون جانے؟ اگر پوری کائنات آپ کے دامن رحمت میں سما جائے تو کیا عجب؟

تو یہ طے شدہ بات ہے کہ سب کچھ آپ ہی کے صدقہ میں ہے، سب کی جائے پناہ و عافیت آپ ہی کا دامنِ رحمت ہے، آپ ہی کے درِ اقدس سے من کی مرادیں ملتی ہیں، سب آپ ہی کے در کا صدقہ کھا رہے ہیں۔

حدیث پاک ہے:

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰهُ يُعْطِىْ ۔

"اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں"۔

اے باھو! میں ان (خوش نصیبوں) کے قربان جاؤں جنہیں عزت و عظمت و رحمت و برکت والے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب و حضوری کا شرف حاصل ہے۔

انسان اس دنیا کی دل فریبیوں اور رعنائیوں میں اس طرح کھو جاتا ہے کہ اس کے لیے اخلاصِ نیت کے ساتھ محنت و مشقت، مجاہدہ و ریاضت کر کے نفس و شیطان پر حاوی ہو کر قرب و حضوری کی منزل تک پہنچنا بہت دشوار ہے لیکن جن اللہ والوں نے

اس راستے میں آنے والی نفسانی و شیطانی مشکلوں اور رکاوٹوں پر قابو پالیا' نفس و شیطان و دنیا جیسے دشمنوں کو زیر کرلیا بالآخر وہی منزلِ مراد کو پہنچے۔

* * *

پ   پڑھ پڑھ عالم کرن تکبر حافظ کرن وڈیائی ھو
گلیاں دے وچ پھرن نمانے وتن کتاباں چائی ھو
جتھے ویکھن چنگا چوکھا اوتھے پڑھن کلام سوائی ھو
دوہیں جہانیں سوئی مٹھے باھو جنہاں کھادی ویچ کمائی ھو

ترجمہ: (بعض) علماء علم پڑھ کر متکبر ہو جاتے ہیں اور (بعض) حافظ' حفظِ قرآن کے بعد خودستائشی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

یہ بے چارے کتابیں اٹھائے گلی گلی (گھومتے) پھرتے ہیں۔

جہاں کھانے پینے کا لذیذ اور وافر سامان دیکھا وہاں (بہت اچھی طرح سے) اور زیادہ کلام (الٰہی) پڑھتے ہیں۔

اے باھو! جنہوں نے دنیاوی فائدے کی خاطر (اپنے علم وعمل وخودی کو) بیچ ڈالا ان کے لیے دونوں جہان میں خسارا ہے۔

تشریح: یہ چیز تو عام مشاہدہ میں آتی ہے کہ بعض لوگ دینی تعلیم حاصل کر کے عالم تو کہلا لیتے ہیں لیکن یہ سب بغیر عرفانِ حق کے صرف ظاہری علوم کے حصول تک ہی محدود رہتا ہے اور ظاہری علوم حاصل کر کے یہ لوگ بہت متکبر ہو جاتے ہیں اور بجائے اس کے کہ خود عمل کریں اور اپنے علم وعمل سے دوسروں کو فیض یاب کریں' یہ مخالف راہ پر چل پڑتے ہیں۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ ایسے ہی "بے چارے" ظاہر دار' ریاکار جنہوں نے علم پڑھا' قرآن پاک حفظ کیا' خود کو عالم و حافظ کہلوایا' پھر علم دین و حفظِ قرآن کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنالیا اور اپنی اہمیت وفضیلت ظاہر کرنے کی خاطر گلی گلی گویا سر پر

کتابیں لادے پھر رہے ہیں کہ لوگ ان کی عزت وتوقیر کریں لیکن حقیقی عزت وتوقیر تو اصل میں ان کے لیے ہے جنہوں نے یہ سب کچھ خالصتاً لوجہ اللہ کیا ہو نہ کہ دنیا کمانے کے لیے۔

یوں ہی بعض حفاظ، قرآن حفظ کرنے کے بعد خود کو بلند رتبہ ظاہر کرنے کے لیے خودستائشی اور غرور میں مبتلا ہو کر اپنی برتری کا پرچار کرتے ہیں، اور یہ بات بھی اہل نظر سے پوشیدہ نہیں کہ ایسے لوگ جہاں کھانے پینے کا وافر اور لذیذ سامان دیکھتے ہیں اور جہاں انہیں زیادہ مالی منفعت کی امید ہوتی ہے وہاں کلامِ الٰہی زیادہ اور بہت خوبی کے ساتھ پڑھتے ہیں خصوصاً صاحبانِ اقتدار وثروت کے ہاں۔ قرآن مجید تو نور ہے، نورِ مبین ہے، نصیحت ہے، ذکر ہے، سامانِ نجات ہے، صراطِ مستقیم ہے، رہبر و رہنما ہے، ہر چھوٹی بڑی شے کو محیط اور ہر تر وخشک کا بیان ہے، بڑا ذیشان ہے۔

حفظِ قرآن اگر لوگوں کو مرعوب کرنے کے لیے ہے تو یہ عمل باعث ہلاکت ہے، اچھے اعمال وافعال تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا وخوشنودی کے لیے ہونے چاہئیں نا کہ انہیں جلبِ زر اور دوسروں کو متاثر کرنے کا ذریعہ بنا لیا جائے۔

خود کو برتر وصاحبِ فضیلت ظاہر کرنے والے ریاکار حافظ وقاری کلام اللہ کی عظمتوں سے بے بہرہ ہوتے ہیں، اسی لیے اس کی برکتوں سے محروم رہتے ہیں اور معمولی دنیاوی نفع پر راضی ہو جاتے ہیں۔

حدیث شریف: "الریآء اشد من الکفر"

ریا کفر سے بھی سخت ہے۔

اے باھو! جنہوں نے اپنے علم و فضل و عزتِ نفس کی سعادتوں کو ریا اور طمع کی خاطر بیچ کر ادنیٰ سا دنیاوی فائدہ حاصل کر لیا انہوں نے اپنی دنیا و آخرت دونوں کو خراب کر لیا۔ ارشادِ رب العزت ہے:

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا ۔

''اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام نہ لو''۔

* * *

پ پیر ملیاں جے پیڑ نہ جاوے اس نوں پیر کی دھرناں ھو
مرشد ملیاں ارشاد نہ من نوں اوہ مرشد کی کرناں ھو
جس ہادی کولوں ہدایت ناہیں اوہ ہادی کی پھڑناں ھو
جے سر دتیاں حق حاصل ہووے باھو اس موتوں کی ڈرناں ھو

ترجمہ: پیر تو مل جائے لیکن (دل کا) درد و الم نہ جائے (نہ زنگار اترے) ایسے کو پیر ماننے کی کیا ضرورت۔

مرشد مل جائے اور دل کو آرام وسکون و اطمینان نہ ملے ایسے (ناقص) مرشد کو کیا کرنا۔

جس ہادی سے ہدایت حاصل نہ ہو ایسے (نام نہاد ہادی) کا ہاتھ تھامنے کی کیا ضرورت۔

اے باھو! اگر جان قربان کرنے سے حق حاصل ہو جائے تو پھر ایسی موت کا خوف کیوں کریں۔

تشریح: حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں:

کامل پیر تو وہی ہے جو مرید کے درد وغم کا درماں کرے، اپنی روحانی باطنی قوتوں سے اسے ظلمت سے روشنی کی طرف لے جائے، اس کے لیے راہِ حق پر چلنے میں جو دشواریاں اور تکالیف ہیں انہیں دور کر دے، اس کی مشکلات کو آسانیوں میں، اس کی کلفتوں کو راحتوں میں بدل دے، اس کے دل سے غفلتوں کا زنگار دور کر دے، اگر وہ ایسا کرنے کی اہلیت سے محروم ہے تو ایسے شخص کو پیر بنانے کی کیا ضرورت ہے اور اگر مرشد تو مل جائے لیکن دل کے روگ نہ جائیں، نہ دل کو آرام وسکون ملے نہ چین

واطمینان نصیب ہو نہ روحانی امراض سے شفایابی ہو نہ وہ نفس و شیطان کی قید سے رہائی دلا سکے، نہ جان و ایمان کی دشمن دنیا کے مکروفریب سے بچا سکے، نہ تزکیۂ نفس کر سکے، نہ خود باطنی طاقت رکھتا ہو نہ مرید و طالب کی باطنی تربیت کر سکتا ہو، نہ خود اسے حضورِ مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہو نہ مرید و طالب کو حضوریٔ مجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف کرا سکتا ہو۔

نہ اَسرارِ الٰہی کی معرفت رکھتا ہو تو پھر ایسے مرشد کو کیا کرنا ہے؟

اور جس ہادی سے ہدایت ہی حاصل نہ ہو بندہ ہدایت کے فیوض و برکات سے محروم ہی رہے، راہِ ضلالت پر گامزن تھا اسی راہ کا مسافر رہے یعنی ہادی ملنے کے باوجود گمراہی میں پڑا رہے، معاصی کی تیرگیوں میں بھٹکتا پھرے، نفس و شیطان کے جالوں اور چالوں ہی کا اسیر رہے تو ایسے نام نہاد، بے فیض ہادی کا ہاتھ تھامنے کی کیا ضرورت ہے۔

اے باہو! اگر جان قربان کرنے سے طالب حق کو حق یعنی اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل ہو جائے تو ایسی موت کا کیا خوف یہی تو "فوزِ عظیم" ہے۔

* * *

چہل حدیث صحیحہ

مرتبہ شیخ ابوسعید احمد بن حسین طوسی رحمۃ اللہ علیہ

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس حدیثیں اسناد صحیح سے فقراء و صوفیاء کی فضیلت کے متعلق جمع کی ہیں تا کہ یاد کرنے والوں کو سہولت اور آسانی ہو جائے۔

پہلی حدیث کے راوی ابوسعید عبداللہ بن محمد بن احمد فقری ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث شیخ ابوبکر احمد بن عبداللہ نصیری نے ابوسلم بن علی الرازی سے انہوں نے ابن نصر محمد بن یوسف بن یعقوب الثقفی سے انہوں نے عبدالمؤمن خلف ابن سعید سے انہوں نے محی الدین الصفاد سے انہوں نے وہب بن جعفر بن عمر سے انہوں نے جبان بن مروان الجمعی سے انہوں نے حارث بن نعمان سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے، انہوں نے انس بن مالک سے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

حدیث نمبر۱: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اَوْحَی اللّٰہُ تَعَالٰی اِلٰی مُوْسَی بْنِ عِمْرَانَ یٰمُوْسٰی اِنَّ عِبَادِیْ لَوْ سَاَلُوْا فِی الْجَنَّۃِ یَخْلُدُوْا فِیْھَا لَاَعْطَیْتُھُمْ وَلَوْ سَاَلُوْنِیْ عَلَاقَۃَ سَوْطٍ مِّنَ الدُّنْیَا فَذٰلِکَ ھَیِّنٌ عَلَیَّ وَلٰکِنْ اُرِیْدُ اَنَّ الْاٰخِرَۃَ لَھُمْ خَیْرٌ وَّالْاٰخِرَۃُ مِنْ کَرَامَتِیْ وَرَحْمَتِیْ مِنَ الدُّنْیَا کَمَا یَرْحَمُ الرَّاعِیْ غَنَمَہٗ مِنْ مَّرَآءِ السُّوْءِ وَالْفُقَرَآءِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ الْاَغْنِیَاءِ وَاِنَّ مَالَدَیَّ ضَاعَتْ عَلَیْھِمْ وَاِنَّ رَحْمَتِیْ لَمْ یَسَعْھُمْ وَلَمِنْ اَفْرَضْتُ لِلْفُقَرَآءِ فِیْ مَالِ**

الْاَغْنِيَآءِ مَا يَسَعُهُمْ اِنِّىْ لَاَنْظُرُ اِلَى الْاَغْنِيَآءِ كَيْفَ ۔ مَسَاعَتُهُمْ
فِىْ مَا فَرَضْتُ عَلَيْهِمْ فِى الْفُقَرَآءِ فِىْ اَعْمَالِهِمْ يَا مُوْسٰى اِنْ
فَعَلَمْ ذٰلِكَ اَتْمَمْتُ عَلَيْهِمْ نِعْمَتِىْ وَضَاعَفْتُ لَهُمُ الْحَسَنَةَ فِى
الدُّنْيَا لِلْوَاحِدَةِ مِنْ عَشْرِ اَمْثَالِهَا يٰمُوْسٰى اِنْ ذَكَرَ اَهْلَ الْغِنٰى
اَهْلُ الْفَقْرِ وَاَهْلُ الْكَعْبَةِ اَهْلُ الضُّعْفِ وَاَهْلُ الْعَافِيَهِ اَهْلُ الْبَلَآءِ
اَتْمَمْتُ عَلَيْهِمْ نِعْمَتِىْ وَضَاعَفْتُ لَهُمُ الْحَسَنَاتِ لِلْوَاحِدَةِ
عَشْرُ اَمْثَالِهَا يٰمُوْسٰى كُنْ فِى الشِّدَّةِ صَاحِبًا وَّ فِى الْوَحْدَةِ
مُوْنِسًا وَّاَطْعِمْ فِىْ لَيْلِكَ وَنَهَارِكَ ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اے موسیٰ اگر میرے بندے مجھ سے بہشت کا سوال کریں گے تا کہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں سہیں تو بیشک میں ان کو بہشت ہی عطاء کروں گا اگر دنیا کی درخواست کریں گے تو گو دنیا کا عطا کرنا میرے لیے بہشت کے عطا کرنے سے زیادہ آسان کام ہے لیکن میری مرضی یہ ہے کہ وہ آخرت کے طلبگار بنیں کیونکہ آخرت ان کے لیے بہترین چیز ہے نیز آخرت میرے خاص عطیات میں سے ہے میں لوگوں پر رحم کر کے ان کو دنیا سے اس طرح بچاتا ہوں جیسے گڈریا اپنے ریوڑ پر رحم کرتا ہوا اس کو ہر بری اور موذی چیز سے بچاتا ہے اور غریب لوگ مجھے امیروں سے زیادہ پسند ہیں امیروں نے میرا روحانی دستر خوان ضائع کر دیا ہے اور میری خاص رحمت سے یہ لوگ محروم ہیں لیکن میں نے امیروں اور دولت مندوں کے مال میں غریبوں کے حصے بھی مقرر کر رکھے ہیں تا کہ میں دیکھوں کہ غرباء کے جو حصے امراء کے مال میں مقرر ہیں وہ حصے ان بیچاروں کو بھی دیتے ہیں یا خود ہی سارا مال چٹ کر جاتے ہیں ۔

اے موسیٰ! اگر دولت مند لوگ غریبوں اور محتاجوں کے حصے ادا کر دیا کریں گے تو میں ان پر پورے طور پر انعام کروں گا (دولت وعزت اور بڑھا دوں گا) اور دنیا میں ہی ان کو ایک کے عوض دس عطا کروں گا

اے موسیٰ! اگر امیر لوگ غریبوں کو اور خوش حال لوگ خستہ حالوں کو اور تندرست لوگ بیماروں اور مصیبت زدوں کو بھولیں گے نہیں تو میں ان کو ایک کے بدلے دس گنا عطا کروں گا اور ان پر مکمل طور پر اپنا فضل و کرم کروں گا

اے موسیٰ! مصیبت میں لوگوں کا ساتھی اور تنہائی میں لوگوں کا غم خوار بن اور شب و روز بھوکوں کو کھانا کھلایا کر۔

حدیث۲: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِکُلِّ شَیْءٍ مِفْتَاحٌ وَّمِفْتَاحُ الْجَنَّةِ حُبُّ الْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاکِیْنِ وَادْنُوْ مِنْھُمْ لِاَنَّھُمْ جَلَسَاءُ اللّٰہِ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر ایک چیز کی ایک کنجی ہوتی ہے اور بہشت کی کنجی فقراء اور مساکین کی محبت ہے ان لوگوں کے پاس بیٹھا کرو کیونکہ قیامت کے روز یہ لوگ خدا تعالیٰ کے ہم نشین ہوں گے۔

حدیث۳: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَبِیْ ذَرٍّ یَا اَبَا ذَرٍّ اَلْفُقَرَآءُ ضِحْکُھُمْ عِبَادَةٌ وَّمِزَاحُھُمْ تَسْبِیْحٌ وَّنَوْمُھُمْ صَدَقَةٌ یَّنْظُرُ اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَیْھِمْ کُلَّ یَوْمٍ ثَلٰثَ مِائَةِ مَرَّةٍ وَّمَنْ یَّمْشِیْ اِلٰی فَقِیْرٍ سَبْعِیْنَ خَطْوَةً کَتَبَ اللّٰہُ لَهٗ بِکُلِّ خَطْوَةٍ سَبْعِیْنَ حِجَّةً مَّقْبُوْلَةً وَّمَنْ یُّطْعِمُھُمْ عِنْدَ کَثْرَةِ الْقَحْطِ کَانَ فِیْ دَوْلَتِهٖ نُوْرٌ یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ۔

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر! درویشوں کا ہنسنا بمنزلہ عبادت ان کا مذاق بمنزلہ تسبیح اور ان کا سونا بمنزلہ خیرات ہے، خدا تعالیٰ ہر روز درویشوں کی طرف تین سو مرتبہ نظر رحمت فرماتا ہے۔ جو شخص کسی درویش کے پاس ستر قدم چل کر جائے خدا تعالیٰ ہر قدم کے بدلے اس کے لیے ستر مقبول حج (اس کے نامۂ اعمال میں) لکھ دیتا ہے اور جو شخص درویشوں کو گھبراہٹ اور مصیبت کے وقت کھانا کھلا دے اس کی دولت میں قیامت کے دن ایک نور چمکے گا۔

حدیث۴: اِذَا کَانَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَجْمَعُ اللّٰہُ الْفُقَرَآءَ وَالْمَسَاکِیْنَ فَیَقُوْلُ لَھُمْ تَصَفَّحُوْ بِوُجُوْہٍ فَکُلُّ مَنْ اَطْعَمَکُمْ لُقْمَۃً اَوْ سَقَاکُمْ شَرْبَۃً اَوْکَسَاکُمْ خِرْقَۃً اَوْرَدَّ عَنْکُمْ غَمَّۃً فِیْ دَارِ الدُّنْیَا فَخُذُوْہُ بِیَدِہٖ وَادْخُلُوْہُ الْجَنَّۃَ ۔

ترجمہ: جب قیامت برپا ہوگی تو خدائے ذوالجلال درویشوں اور مسکینوں کو اکٹھا کر کے ان سے ارشاد فرمائے گا کہ سخیوں کو تلاش کر لو جنہوں نے تم کو دنیا میں کھانا کھلایا، یا پانی پلایا، یا کپڑا پہنایا، یا تمہاری انہوں نے کوئی اور تکلیف دور کی ان کو تم ہاتھ سے پکڑ کر جنت میں لے جاؤ۔

حدیث۵: عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّہٗ قَالَ اِتَّخِذُوْا یَدَدِی الْفُقَرَاءِ قَبْلَ اَنْ تَفْنِیَ دَوْلَتُکُمْ ۔

ترجمہ: جناب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی دولت فنا ہو جانے سے پیشتر درویشوں کی دستگیری اور مدد کرو۔

حدیث۶: حُبُّ الْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاکِیْنِ مِنْ اَخْلَاقِ الْمُرْسَلِیْنَ

وَمُجَالَسَتَهُمْ مِنْ اَخْلَاقِ الْمُتَّقِيْنَ وَضِرَارُهُمْ مِنْ اَخْلَاقِ الْمُنٰفِقِيْنَ ۔

ترجمہ: غریبوں اور مسکینوں سے محبت کرنا پیغمبروں کی عادت ہے اور ان کی ہم نشینی پرہیزگاروں کی خصلت ہے اور ان کو ایذا پہنچانا منافقوں کی عادت ہے۔

حدیث۷: يَا بَلَالُ عِشْ فَقِيْرًا وَّلَا تَعِشْ غَنِيًّا قَالَ بِلَالٌ مَنْ لِّيْ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ فَقَالَ هُوَ ذٰلِكَ وَاِلَّا فِي النَّارِ ۔

ترجمہ: اے بلال غریبانہ زندگی بسر کرنا، امیرانہ (متکبرانہ) زندگی بسر نہ کرنا، حضرت بلال نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا ایسا شخص میرا ہم مذہب ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں ایسا شخص تیرا ہم مذہب ہے ورنہ وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔

حدیث۸: اِنَّهٗ قَالَ فِيْ تَفْسِيْرِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ اَيْ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى بِحُبِّ الْفُقَرَآءِ ۔

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت یا ایها الذین الخ (یعنی مسلمانو! تم اللہ عزوجل سے ڈرتے رہو اور اس کی بارگاہ میں وسیلہ تلاش کرو) کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ بارگاہ خداوندی میں فقراء کی محبت کا وسیلہ تلاش کرو۔

حدیث۹: يَدْخُلُ الْجَنَّةَ الْفُقَرَآءُ مِنْ اُمَّتِيْ قَبْلَ الْاَغْنِيَآءِ بِنِصْفِ يَوْمٍ وَّهُوَ خَمْسُ مِائَةِ عَامٍ ۔

ترجمہ: میری امت کے غریب لوگ امیروں سے آدھا دن پہلے بہشت میں داخل ہوں گے وہ آدھا دن پانچ سو سال کے برابر ہوگا۔

حدیث۱۰: مَرَّ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ فِیْ بَعْضِ الصَّحَارِیْ فَرَاَی رَجُلاً جَلَسَ لِعِبَادَۃِ الصَّنَمِ فَکَسَرَہٗ وَقَالَ لِلْوَثْنِیْ قُمْ یَا عَبْدَاللّٰہِ وَاعْبُدِاللّٰہِ الَّذِیْ ھُوَ اَفْضَلُ مَا تَعْبُدُہٗ قَالَ فَمَا صِفَتُہٗ قَالَ ھُوَ رَبُّ الدُّنْیَا وَاَھْلِھَا قَالَ عِیْسٰی فَفَھِمَ ۔

ترجمہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک جنگل سے گزرے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص بت پرستی کر رہا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس بت کو توڑ ڈالا اور بت پرست سے فرمایا کہ اللہ کے بندے اٹھ اور اس خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کیا کر جو تیرے (سابقہ) معبود سے بدرجہا بڑھ کر ہے' بت پرست بولا: اللہ میں کیا خصوصیت ہے' جو اس بت میں نہیں ہے' آپ نے فرمایا کہ اللہ تمام دنیا کا مالک اور پروردگار ہے (اور یہ بت مملوک ہے مملوک بھی ایسا کہ انسان بھی اس کو توڑ پھوڑ سکتا ہے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ زبردست دلیل سن کر بت پرست کو سمجھ آ گئی وہ بت پرستی سے تائب ہو کر مواحد بن گیا۔

حدیث۱۱: اِتَّخَذُوْا یَادِیْ الْفُقَرَآءَ فَاِنَّ لَھُمْ عِنْدَ اللّٰہِ دَوْلَۃً ۔

ترجمہ: لوگو! فقراء کی خدمت کیا کرو کیونکہ خدا تعالیٰ کے ہاں دراصل وہی لوگ دولت مند ہیں۔

حدیث۱۲: یَا طَالِبَ الدُّنْیَا الْبِرَّ فَتَرْکَ الْبِرِّ اِثْمٌ ۔

ترجمہ: اے دنیا دار! نیکی کیا کر کیونکہ نیکی نہ کرنا بڑا بھاری جرم ہے۔

حدیث۱۳: مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّجْلِسَ مَعَ اللّٰہِ فَلْیَجْلِسْ مَعَ اَھْلِ التَّصَوُّفِ ۔

ترجمہ: جو شخص خدا تعالیٰ کا ہم نشین بننا چاہے اسے چاہیے کہ وہ درویشوں اور اہل اللہ کی خدمت بابرکت میں بیٹھا کرے۔

حدیث۱۴: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا يَا عَآئِشَةُ جَالِسِ الْفُقَرَآءَ وَالْمَسَاكِيْنَ تُجَالِسُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ يَدْخُلُوْا اِلَى الْجَنَّةِ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَّتَلْقٰى مَعَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔

ترجمہ: جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ! فقراء اور مساکین کی خدمت میں بیٹھا کرتا کہ قیامت میں بھی تو ان کی ہم نشین ہو کیونکہ قیامت میں ان کی ہر ایک دعا قبول ہو گی اور یہ لوگ (فقراء) بغیر حساب بہشت میں داخل ہوں گے اور تمہاری بھی قیامت میں ان سے ملاقات ہو گی۔

حدیث۱۵: اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ بِخَمْسَةِ نَفَرٍ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالْمُجَاهِدِيْنَ وَالْفُقَرَآءِ وَالشُّهَدَآءِ وَرَجُلٍ يَّبْكِيْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى خَلْوَةٍ ۔

ترجمہ: خدا تعالیٰ کی نظر رحمت پانچ قسم کے لوگوں پر ہے۔ (۱) فرشتوں پر (۲) خدا کی راہ میں جہاد کرنے والوں پر (۳) شہداء پر (۴) فقراء اور درویشوں پر (۵) ان لوگوں پر جو تنہائی میں خدا تعالیٰ کے خوف سے روتے ہیں۔

حدیث۱۶: لَا تَطْغَوْا فِيْ اَهْلِ التَّصَوُّفِ وَالْخِمَاقِ فَاِنَّ اِخْلَاقَهُمْ مِنْ اَخْلَاقِ الْاَنْبِيَآءِ وَلِبَاسُهُمْ لِبَاسُ الْاَتْقِيَآءِ ۔

ترجمہ: لوگو! تم درویشوں اور اہل اللہ کی خدمت میں سرکشی اور غرور نہ کیا کرو کیونکہ درویشوں کے اخلاق پیغمبروں کے سے اخلاق ہوتے ہیں اور ان کا لباس تقویٰ اور پرہیزگاری ہوتا [illegible] پس وہ با اخلاق ہونے کے باعث تمہیں کچھ کہنے کے نہیں لیکن تم ان کی گستاخی سے خدا تعالیٰ کے

غضب کا نشانہ بن جاؤ گے۔

حدیث۱۷: اِرْغَبُوْنِيْ دُعَاءِ اَهْلِ التَّصَوُّفِ فَاِنَّهُمْ اَصْحَابُ الْجُوْعِ وَالْعَطْشِ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ فَيَسْرَعُ اِجَابَتَهُمْ ۔

ترجمہ: اللہ والوں کی دعا کے مشتاق رہو کیونکہ یہ لوگ بھوک اور پیاس پر صابر ہوتے ہیں اس لیے خدا تعالیٰ کی ان کی طرف خاص نظر ہوتی ہے اور ان کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے۔

حدیث۱۸: قَالَ اَسْهَلُ ابْنُ سَعِيْدٍ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ عِلْمًا اِذَا اَنَا عَلِمْتُ بِهٖ اَفْلَحْتُ قَالَ اِتَّقِ اللّٰهَ وَاَحِبَّ النَّاسِ وَازْهَدْ فِي الدُّنْيَا بِحَبْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَازْهَدْ فِي النَّاسِ بِحُبِّكَ النَّاسَ ۔

ترجمہ: حضرت اسہل بن سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے ایسا علم تعلیم کیجئے جس پر عمل کرنے سے میں نجات پا جاؤں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ عزوجل کا خوف اپنے دل میں پیدا کر اور لوگوں سے محبت کے ساتھ پیش آیا کر اور دنیا سے بیزار ہو کر خدا تعالیٰ کی رسی یعنی اسلام کو مضبوط پکڑے رہ دنیا داروں سے متنفر رہ اور اللہ والوں سے محبت رکھ۔

حدیث۱۹: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْفَقْرُ شَيْنٌ عِنْدَ النَّاسِ وَزَيْنٌ عِنْدَ اللّٰهِ فِي الْقِيٰمَةِ ۔

ترجمہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فقیر لوگوں کی نظروں میں تو ایک معیوب اور حقیر چیز ہے لیکن خدا کی بارگاہ میں قیامت کے دن اس کی بہت قدر ہوگی۔

حدیث۲۰: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَکْعَتَانِ مِنْ فَقِیْرٍ فِیْ فَقْرِہٖ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی مِنْ سَبْعِیْنَ رَکْعَۃٍ غَنِیٍّ فِیْ غِنَائِہٖ وَرَکْعَتَانِ مِنَ الْغَنِیِّ الشَّاکِرِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا ۔

ترجمہ: جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ فقیر کی دو رکعتیں فقر کی حالت میں غنی کی ستر رکعتوں سے خدا تعالیٰ کے ہاں زیادہ پسند ہیں اور شکر گزار غنی (دولت مند) کی دو رکعتیں دنیا اور اس تمام اشیاء سے خدا کو زیادہ محبوب ہیں۔

حدیث۲۱: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ وَمَنْ اَحَبَّ شَیْئًا فَھُوَ مَعَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ۔

ترجمہ: جو شخص کسی قوم سے مشابہت رکھے گا وہ اسی قوم میں شمار ہوگا اور جو شخص (دنیا میں) جس چیز سے محبت رکھے گا قیامت میں اسی کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔

حدیث۲۲: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ لِلْخَادِمِ فِیْ خِدْمَۃِ الْمُؤْمِنِ مِثْلُ اَجْرِ الصَّائِمِ بِالنَّھَارِ وَالْقَائِمِ بِاللَّیْلِ وَمِثْلُ اَجْرِ الْمُجَاھِدِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُھُمْ بِمِثْلِ اَجْرِ الْحَاجِّ وَمِثْلُ اَجْرِ الْمُبْتَلِ فَطُوْبٰی لِلْخَادِمِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلِلْخَادِمِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ شَفَاعَتُہٗ فِی النَّاسِ مِثْلَ غَنَمِ رَبِیْعٍ وَمُضَرَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ فَاِنْ کَانَ الْخَادِمُ فَاجِرًا قَالَ یَا اَنَسُ الْخَادِمُ اَفْضَلُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ مُجْتَھِدٍ وَلِلْخَادِمِ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ یَّخْدِمُہٗ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْءٌ ۔

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ مومن کامل یعنی ولی اللہ کے خادم کو صائم الدہر (ہمیشہ روزہ دار) اور قائم اللیل (شب بیدار) کے برابر اجر ملتا ہے نیز خادم اولیاء کو مجاہدین فی سبیل اللہ کا سا اجر ملتا ہے جن کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی نیز خادم ولی اللہ کو حاجیوں اور زاہدوں کے برابر ثواب ملتا ہے لہٰذا خادمِ اولیاء کو قیامت کے دن خوشخبری حاصل ہو گی نیز اس کی شفاعت گناہگاروں کے متعلق اتنی قبول ہو گی جتنی قبیلہ ربیع اور مضر کی بکریوں کی تعداد ہے۔ (حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر خادمِ اولیاء گنہگار اور بدکار ہو تو بھی اس کو یہی اجر ملیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے انس! خادمِ اولیاء خداتعالیٰ کے ہاں ہزار ریاضت کش عابدوں سے بھی زیادہ افضل ہے نیز خادمِ اولیاء کو مخدوم کا اجر ملے گا اور جن لوگوں کے برابر خادمِ اولیاء کو ثواب اور اجر ملے گا ان کے اجروں میں بھی کوئی کمی نہ ہو گی۔

حدیث۲۳: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ قَالَ اَفْضَلُ الْاَشْيَآءَ ثَلٰثَةٌ الْعِلْمُ وَالْفَقْرُ وَالزُّهْدُ ۔

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تین چیزیں تمام اشیاء سے بہتر ہیں۔ (۱) علم (۲) فقر (۳) زہد و تقویٰ۔

حدیث۲۴: جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا الْفَقْرُ قَالَ خَزَانَةٌ مِّنْ خَزَآئِنِ اللّٰهِ تَعَالٰى ثُمَّ قَالَ مَا الْفَقْرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ كَرَامَةٌ مِّنْ كَرَامَاتِ اللّٰهِ لَا يُعْطِيْهِ اللّٰهُ اِلَّا نَبِيَّآءِ مُرْسَلاً وَّ وَلِيًّا مُّخْلَصًا وَّاَجْرُ الْعَبْدِ الْكَرِيْمِ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى ۔

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض

کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! فقر کیا چیز ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا کہ فقر ایک خزانہ الٰہی ہے۔ پھر اس شخص نے عرض کیا کہ حضور فقر کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فقر کرامت الٰہی ہے جسے خدا تعالیٰ سوائے اولوالعزم پیغمبر اور مخلص ولی کے اور کسی کو عطا نہیں فرماتا اور ایسے باکرامت بندوں کا اجر خدا تعالیٰ ہی کے ذمے ہے۔

حدیث ۲۵: **قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَلَامُ الْفُقَرَآءِ کَلَامُ اللّٰہِ تَعَالٰی فَمَنْ یَّتَھَاوَنَ بِکَلَامِھِمْ فَقَدْ تَھَاوَنَ بِکَلَامِھِمْ فَقَدْ تَھَاوَنَ بِکَلَامِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَعَادَی الْفُقَرَآءَ کَفَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اِیَّاھُمْ ۔**

ترجمہ: حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اولیاء کا کلام گویا خدا کا کلام ہوتا ہے جو شخص ان کے کلام کی عزت نہ کرے اس نے گویا خدا کے کلام کی بے عزتی کی اور جو شخص فقراء سے عداوت رکھے گا خدا تعالیٰ ان کو اس کی شرارت اور عداوت سے بچا لے گا۔

حدیث ۲۶: **قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَضْلُ الْفُقَرَآءَ عَلَی الْاَنْبِیَآءِ کَفَضْلِیْ عَلٰی جَمِیْعِ خَلْقِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْفَقِیْرُ ھُوَ الَّذِیْ لَا یَعْلَمُ النَّاسُ بِمَوْتِہٖ وَمَرْضِہٖ ۔**

ترجمہ: جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فقراء کی فضیلت دولت مندوں پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمام مخلوقات پر اور فقیر دراصل وہ ہے جو بیماری اور موت کے وقت بھی لوگوں کا واقف نہ بنے بلکہ اس وقت بھی کسی دوا اور ظاہری اسباب کی طرف متوجہ نہ ہو۔

حدیث ۲۷: **قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَلَقَ اللّٰہُ کُلَّ خَلْقٍ مِّنْ طِیْنِ الْاَرْضِ وَخَلَقَ الْاَنْبِیَآءَ مِنْ طِیْنِ الْجَنَّۃِ فَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدَ اللّٰہِ تَعَالٰی، فَلْیُکْرِمِ الْفُقَرَاءَ**

ترجمہ: جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خداوند کریم نے تمام مخلوقات زمین کی مٹی سے پیدا کیں اور پیغمبروں کو بہشت کی مٹی سے پیدا کیا، جو شخص خدا تعالیٰ کا حقیقی بندہ بنا چاہے اسے چاہیے کہ فقراء اور درویشوں کی تعظیم و تکریم کیا کرے۔

حدیث ۲۷: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاَغْنِیَآءُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ ھُمُ الْفُقَرَآءُ وَلَوْ لَا الْفُقَرَآءَ ھَلَکَ الْاَغْنِیَآء۔

ترجمہ: جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دولت مند لوگ دونوں جہان میں محتاج ہیں اگر فقراء نہ ہوتے تو مال دار تباہ اور برباد ہو جاتے۔

حدیث ۲۹: قال رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِثْلُ الْفُقَرَآءَ مَعَ الْاَغْنِیَآءِ کَمَثَلِ الْعَصَابِیَدِ الْاَعْمٰی۔

ترجمہ: جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دولت مند لوگ درویشوں کے اس طرح محتاج ہیں جیسے اندھا لکڑی کا محتاج ہوتا ہے۔

حدیث ۳۰: قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ اَکْرَمَ غَنِیًّا لِغِنَائِہٖ وَلَعَنَ اللّٰہُ مَنْ اَھَانَ فَقِیْرًا لِفَقْرِہٖ وَسَمِّیَ فِی السَّمٰوٰتِ عَدُوَّ اللّٰہِ وَعَدُوَّ الْاَنْبِیَآءِ وَلَا یَسْتَجَابُ دَعْوَتُہٗ وَلَا یَقْضٰی لَہٗ حَاجَتَہٗ۔

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مال دار کی اس کے مال کی وجہ سے تعظیم و تکریم کرے اس پر خدا کی لعنت برستی ہے اور جو شخص کسی فقیر کو اس کے فقر کے باعث حقیر سمجھے اس پر خدا تعالیٰ کی لعنت بھی ہوتی ہے نیز آسمانوں میں اس کو خدا اور رسول کے دشمن کے نام سے پکارا جاتا ہے اور اس کی دعا بھی قبول نہیں ہوتی اور اس کی مرادیں بھی پوری نہیں ہوتیں۔

حدیث۳۱: قَالَ الرَّسُوْلُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَلٰئِکَۃَ عَلَیْہِمُ السَّلَامَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلْفُقَرَآءِ وَیَشْفَعُوْنَ لَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَمَنْ شَفَعَہُ الْمَلٰئِکَۃُ مَا اَحْسَنَ حَالَہٗ ۔

ترجمہ: سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے فقراء کے لیے بخشش مانگتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی شفاعت کریں گے جس شخص کے فرشتے شفیع بنیں بھلا وہ کیسا خوش حال شخص ہے۔

حدیث۳۲: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَنْظُرُ اِلَی الْفُقَرَآءِ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسَ مِائَۃِ مَرَّۃٍ فَیَغْفِرُ لَھُمْ بِکُلِّ نَظْرٍ سَبْعَ خَطِیْئَاتٍ ۔

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ درویشوں کی طرف ہر روز پانچ سو دفعہ نظر رحمت فرماتا ہے، ہر نظر میں سات سات گناہ معاف فرماتا ہے۔

حدیث۳۳: اَلْفَقْرُ ذِلَّۃٌ فِی الدُّنْیَا وَعِزَّۃٌ فِی الْاٰخِرَۃِ ۔

ترجمہ: گو دنیا میں درویشی ایک حقیر چیز معلوم ہوتی ہے لیکن قیامت میں اس کی بے شمار قدر ومنزلت ہوگی۔

حدیث۳۴: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰذٰی مُؤْمِنًا فَقِیْرًا بِغَیْرِ حَقٍّ فَکَاَنَّمَا ھَدَمَ الْکَعْبَۃَ وَقَتَلَ اَلْفَ مَلَکٍ مِّنَ الْمَلٰئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ ۔

ترجمہ: جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی غریب مسلمان کو ناحق ستائے گا وہ ایسا گنہگار ہو جائے گا کہ گویا اس نے خانہ کعبہ کو گرایا اور ہزار مقرب فرشتوں کو قتل کیا۔

حدیث۳۵: قَالَ الرَّسُوْلُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حُرْمَۃُ الْمُؤْمِنِ

الْفَقِيْرِ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی اَعْظَمُ مِنْ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ اَرَضِيْنَ وَالْجِبَالَ وَمَا فِيْهَا وَالْمَلٰٓئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ ۔

ترجمہ: فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غریب مومن کی عزت خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں سات آسمانوں، سات زمینوں، پہاڑوں اور جو کچھ ان میں ہے اور مقرب فرشتوں سے بھی زیادہ ہے۔

حدیث ۳۶: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ اَبْوَابٍ سَبْعَةٌ مِّنْهَا لِلْفُقَرَآءِ وَوَاحِدٌ لِّلْاَغْنِيَآءِ ۔

ترجمہ: ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ بہشت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے سات دروازے غریبوں کے لیے اور ایک امیروں کے لیے ہے۔

حدیث ۳۷: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَنْظُرُ اِلٰى هٰذِالْاُمَّةِ بِالْعُلَمَآءِ وَالْفُقَرَآءِ فَالْعُلَمَآءُ وَرَثَتِيْ وَالْفُقَرَآءُ اَحِبَّآئِيْ ۔

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علماء ربانی اور فقراء کی بدولت اللہ تعالیٰ کی اس امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خاص نظر عنایت ہے کیونکہ علماء ربانی میرے وارث ہیں اور فقراء میرے دوست۔

حدیث ۳۸: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِرَاجُ الْاَغْنِيَآءِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ حُبُّ الْفُقَرَآءِ ۔

ترجمہ: جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فقراء کی محبت دنیا اور آخرت میں مالداروں کے لیے بمنزلہ چراغ ہے۔

حدیث ۳۹: اَلْفَقْرُ فَخْرِيْ وَالْفَقْرُ مِنِّيْ ۔

ترجمہ: فقر میرا فخر ہے اور فقر میرا طریقہ ہے۔

حدیث۴۰: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَبِہٖ اَفْتَخِرُ عَلٰی سَائِرِ الْاَنْبِیَآءِ عَلَیْہِمُ السَّلَامَ ۔

ترجمہ: فرمایا فقر میرا فخر ہے، فقر کے ذریعے ہی میں تمام پیغمبروں پر فخر و ناز کروں گا

فقر وفخری آں فقر حق فیض بر طالباں را برد با حق یک نظر

فقر میرا فخر ہے اور فقر سے مراد وہ فقر ہے جس کی بدولت فیض الٰہی حاصل ہوتا ہے اور جس کی ایک نظر کیمیا اثر سے انسان وصال الٰہی کی دولت سے سرفراز ہو جاتا ہے۔

* * *

مآخذ و مراجع

كشف المحجوب .... سیدنا حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ

مکاشفۃ القلوب .... حجۃ الاسلام حضرت امام محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ

أسرار الاولیاء .... (ملفوظات) شیخ الاسلام خواجہ محمد فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

تصانیف .... حضرت سلطان العارفین، سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

مناقب سلطانی .... حضرت شیخ سلطان حامد قادری رحمۃ اللہ علیہ

سیرت حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ جناب علامہ محمد حبیب القادری مدظلہ

سیرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ .... ملک محمد اشرف صاحب نقشبندی قادری

بہجۃ الاسرار .... امام ابوالحسن شطنوفی رحمۃ اللہ علیہ

نظام التوحید .... حضرت شاہ محمد پیر شاہ چشتی صابری قادری رحمۃ اللہ علیہ ۔

شفاعتِ مصطفیٰ اور مقامِ محمود .... جناب وزیر احمد باروی

نیز ''شرح ابیاتِ باہو'' جناب ڈاکٹر سلطان الطاف علی صاحب اور ''شرح ابیاتِ باہو'' جناب محمد علی چراغ بھی پیشِ نظر رہیں۔

* * *

عقل بیدار

گنج الاسرار

اورنگ شاہی

مجالستہ النبی ﷺ

اسرار قادری

مناقب سلطانی

قرب التوحید

طرفہ العین

کلید التوحید

نور الھدی

رسالہ روحی شریف

سلوک صوفیا و فقر فخر محمدی ﷺ

کشف الاسرار

دیدار بخش

کلام باہو

امیر الکونین

محک الفقر

عین الفقر کلاں

شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور

باھو یاھو

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006